

جامع و مانع کتاب

لِقَابِلِ اُدِيَانِ وَدَاهِسِ

www.KitaboSunnat.com

ہندو ازم، بُنڈھا ازم، زر لشست ازم، کنفیوش ازم،
بُودھیت، عیسائیت اور اسلام پر غیر جانیدارانہ اور منصفانہ
تقابلے گفتگو

پروفیسر میاں منظور احمد

علیٰ بُکھاروس
چوک اردو بازار: لاہور



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و متن ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقتِ انسانِ الٰہی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 www.KitaboSunnat.com

سچنگ فی رحہ

جامع و مانع کتاب

تعابِ دیان

و نذرِ مہب

ھندو ازم، بُدھ ازم، زوتشت ازم، کھینیش ازم، یمودیت
 عیسیائیت اور اسلام پر غیر جا بندارانہ اور ہن صفائی
 تعابِ گفتگو)

www.KitaboSunnat.com

مؤلفہ

پروفیسر میاں فیضُ راحمہؒ؛ اسلامیہ یونیورسٹی، بیاول پوسٹ

علیٰ بکھاوس

چوک اردو بانی اس لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر _____
محمد سعید اقبال
علی بکھاروس
ایڈیشن _____
2004 _____
قیمت : 30/-
منظور پر نٹنگ پریس لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش کش

اویان و مذاہب کا مطالیبہ بڑا دلچسپ ہے۔ اس سے ہمیں بڑی عبرتیں حاصل ہوتی ہیں انسانی فطرت و نفیسات کی گہرائیوں کا کچھ بھی لکھتا ہے اور دنیا کے عظیم انسانوں سے کتابی ملاقات کا موقع ملتا ہے۔ زندگی کے دوسرا سے معاملات کی طرح عقائد و ایمانیات اور اعمال و رسم بھی مختلف اہل مذاہب کے میں طلب سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس طرح مشرق کی چینیوں مغرب میں اور مغرب کی مشرق میں جا پہنچتی ہیں۔ دنیا کے مختلف ادیان و مذاہب کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے نئی چیزیں نہیں ہے۔ ہمیں قرآن میں اس موضوع پر کافی مواد ملتا ہے مشرکوں و ہیرولوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے عقائد و اعمال اور اخلاق و کفارات کا اس کتاب عزیزیں جگہ جگہ ذکر موجود ہے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا رد کیا گیا ہے۔

سابق انہیاں اور ان کی اتنوں پر جا بجا تبصرے پائے جلتے ہیں۔ وین حق کی خاطر حق پرستوں نے کیا کیا ذکایف اٹھایئیں؟ اسلام کا راستہ دنکے کے لئے کون کون سے ہتھانہ میے اختیار کئے گئے؟ اہل ایمان نے کس صبر و ثبات اور جان بازی و جان پروردگی کے مظاہر سے کے؟ قرآن نے ان سب مضامین کو کہیں تفصیل سے اور کہیں بُلُل طور پر بیان کیا ہے۔ مقصدہ ان تمام واقعات کے بیان سے ہدایت و عبرت ہے۔

اسلام کو شروع سے ہی جن خطروں کی حالات میں سے گزنا پڑا اور ذرا آگے چل کر باطل جس طرح مختلف بھیں بدل بدل کراس پر چلا آور ہوا وہ بھی ایک عجیب و غریب داشان ہے۔ دین کا دفاع کرنے والوں نے ابتداء سے ہی جو کامیکے اور اب تک کئے جا رہے ہیں وہ بھی سب پر روشن ہے۔ دینی علوم کے مطالعہ میں جن لوگوں نے زندگی کا کچھ وقت گزارا ہے وہ جانتے ہیں کہ بے شمار انہوں نے دیر و نی فتنے ہمیشہ مسلمانوں کو چھوڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کے لئے ہوئے اس آخری دین کی خفاظت کا خود ذرہ لے رکھا ہے۔ ہر کوئی میں ایسے اسہاب ہمیتا ہو جائے رہے کہ دین ہر آزاد ماں سے سرخرو ہو گر کا میساپ نکلا۔ غرض اس داشان سرائی یہ ہے کہ مختلف ادیان و مذاہب کا مطالعہ پہلے بھی رہا کرتا تھا۔ مگر ایک واقعہ ایسا پیش آگیا جس کے باعث اس سال ۱۸۷۳ء میں مجھے یونیورسٹی میں تقابل ادیان کا پرچر بھی اپنے عزیز طلباء و طالبات کو پڑھانا پڑا۔

ہوئی یہ کہ ہمارے شجید میں جو استاد تقابلی ادیان کا پڑھ پڑھاتے تھے وہ مزید تعلیم و تحقیق کے سلسلے میں ملک سے باہر پڑے گئے اور یہ پڑھ گئے — میرے اپنے مضمون حدیث کے علاوہ — یہرے ذمہ کر دیا گیا، اضوس کی بات یہ ہے کہ اتنا ہم مضمون ہوا اور اس کے لئے بازار میں کوئی مناسب کتاب نہ مل سکے ابھی پیچھے کی تیاری کے سلسلے میں انصراف بعف وہ کتا ہیں دیکھنی پڑیں جن کا مطالبہ کرنے ہوئے ایک عرصہ کردار چکا ہے۔ یہ نے محض پیچھے رینے کی بجائے تعلیم کا ایک اچھوٹا طریقہ اختیار کیا۔ اصل پیچھے سے قبل تختہ سیاہ پر اس کا خلاصہ اشیائیت کی شکل میں لکھ دیا جاتا۔ پھر اسی کی تشریح دلخیل بیان کی جاتی ہے کہ وقت کے بعد یہ نے اس میں ایک اور اضافہ کیا۔ وہ یہ کہ گزشت پیچھے کے جامن لوث مختصر صورت میں لکھ کر طلبہ و طالبات میں تلقیم کرنا شروع کئے۔ اس سے انہیں بہت فائدہ پہنچتا۔ لہ صرف گزشتہ اسیاق کا اعادہ ہو جاتا بلکہ امتحان کے لئے یادداشتیں تیار ہوتی رہیں۔ اس "مختصر کتبچے" کا شان نمزول یہی قصہ ہے۔

اب اصل یادداشت میں کچھ ترمیم و اضافہ کر کے اسے طبع کرنے کے لئے تیار کر دیا گیا ہے۔ مارکیٹ میں جو کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں وہ کتابی ترتیب و ربط سے کافی حد تک محروم ہیں۔ جو کتابیں اس سے پہلے چھپ کر نایاب یا کیا ب ہو چکیں میں ان سے بھی طلبہ استغفارہ نہیں کر سکتے۔ اس موضوع پر اصل موارد عربی میں ہے یا انگریزی میں، اور وہ بھی انسائیکلو پسیڈ یا قسم کی کتب میں ہے۔ ایسی کتاب کی سفت ضرورت ہی جو حجم اور قیمت دونوں نکاحوں سے عام طلبہ کی گزشت میں آئے۔ اگر اس کتاب کا کوئی اور ایڈیشن شائع ہوئے کی تو بت آئی تو انشار اللہ تعالیٰ اس میں مزید گزشت داضافہ کیا جائے گا۔ اس میں بعض چیزوں سے بھی تفصیلی اعتبار سے کھلکھلی ہیں۔ یہ نقص انشار اللہ در کرنے کی سی کی جائے گی۔

اس کتابچے کی ترتیب میں جو مواد میرے پیش نظر رہے اس کا بیان مختصر ہے۔

- ۱۔ **الفضل في الملل والآهواه وال محل** ۔ امام ابن خرثم ظاہری
- ۲۔ **الممل والنحل** ۔ علام ابو الفتح عبد الكریم شہرتانی
- ۳۔ **الجواب الصحيح لمن دين المسيح** ۔ امام ابن قیمیہ

۴۔ **مقدمة ابن خلدون**

۵۔ **كتب مقدس رب العالمين** اور پرانا عہد نامہ

۶۔ **فہرست اسلام**، صحنی اسلام، فہرست اسلام ۔ احمداء مصري

- ۸۔ ہبودیت و نصرانیت۔ سید ابوالا علی مودودی
۹۔ اخہارا بحق رأردو تحریک مولانا رحمۃ اللہ علیہ جرجی
۹۔ مقدور اخہارا بحق اردو از مولانا محمد تقی عثمانی نج و فاتی شرعی عدالت پاکستان
۱۰۔ اسلام اور مذاہب عالم۔ مظہر الدین صدیقی
۱۱۔ اسلام اور مذاہب عالم۔ احمد عبد اللہ مسعودی
۱۲۔ نگار پاکستان خدا نبڑ۔ نیاز فتح پوری
۱۳۔ مخالفاتِ علوم اسلامیہ۔ میاں منظور احمد
۱۴۔ تاریخ دعوت و عمریت۔ سید ابوالحسن علی ندوی
۱۵۔ تجدید و احیائے دین۔ سید ابوالا علی مودودی

میاں منظور احمد

الیسوی ایٹ پروفیسر سلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفاہل ادیان

ادیان کا لفظ دین کی معنی ہے۔ دین و مذہب کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولتے جاتے ہیں۔ انگریزی زبان کا لفظ RELIGION ان دونوں کو حاوی خیال کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ تعبیر غلط ہے۔ ہمارے نزدیک دین سے مراد ہے نظام حیات اور مذہب کا لفظ ان نظریات حیات پر بولا جائے گا جو دین و دنیا کی ترقی پر مبنی ہیں۔ ان نظریات کی رو سے مذہب، عقیدہ، عبادت، اخلاقی نظریات وغیرہ ہر انسان کا ذاتی PRIVATE معاملہ ہے۔ سیاست، معاشرت اور حیثیت کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ مذہب اور دین کے دائروں میں کام لگ اگر ہیں۔ مذہب چند عقائد و اعمال و عباداتی رسم اور اخلاقی ضوابط کا نام ہے۔ اور میں۔

اسلامی نقطہ نگاہ کے مطابق دین ہماری پوری زندگی پر محیط ہے۔ اسے اس لئے بھیجا گیا تھا تاکہ لوگ دنیا میں اس پر عمل پیرا ہو کر بہتر اور بآکریہ زندگی گزاریں۔ اللہ کے نام نہیں اور رسول دین اسلام کے دائی سنتے۔ اسلام کی آخری، کامل و غیر مقتبیل صورت وہ ہے جسے آخری رسول محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔

تفاہل ادیان سے یہ مراد ہے کہ دنیا کے مختلف مشہور مذاہب و ادیان کا بغیر جانبدارانہ مقابلہ، ان کے اصول و عقاید اور عبادات و رسم کا عین متصبائن مطالعہ، تاکہ ہر ایک کی قدر و قیمت اور اس کے مسائل کا جس دقيق صحیح معلوم کیا جاسکے۔ اگر کسی دین و مذہب میں کوئی خوبی ہے تو اس کا کھلا اعتراف کیا جائے۔ اگر کوئی لپھن ہے تو اس کا مدلل رد کیا جائے۔ اسلام کی عقلی و نقلی صفتیت دلائل سے ثابت کی جائے تاکہ نئی نسلیں اور پڑھنے لکھنے والوں اس پر شعوری ایمان لا سکیں اور ان کی زندگیوں میں مطلوبہ تدبیل واقع ہو۔

مذاہب کی تقسیم بحث کے وقت ہم دین اور مذہب کے لفظ کو بالعموم ایک ہی معنی میں بولیں گے۔ جہاں ضرورت پڑے گی ان کا اصطلاحی فرقہ و اقیاز بھی بیان کیا جائے گا۔ دین کی مذہبی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ادیان و مذاہب دو بڑی قسموں میں باستثنے جاسکتے ہیں۔ اور آسمانی مذاہب ب۔ غیر آسمانی مذاہب۔

پہلی قسم سے مراد وہ ادیان ہیں جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ مثلاً، پیرو دین، عبادت اور اسلام۔ دوسری قسم ان غاہب کی ہے جن کی آسمانی چیزیت مشکوک یا غیر شایستہ شدہ ہے مثلاً ہندو مذہب، بدھ مذہب، زرتشیت اور کنفیوشنزم۔

اس ضمن میں اولین بحث یہ ہے کہ آیا دین و مذہب فروع
مذہب کی ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ضروری ہے۔ اس کی ضرورت کتنا بخوبی، عقل اور نقلی دلائل سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم و ملت کسی مذہب کی قاعدے، ضابطے اور نظم حیات کی پابند رہی ہے۔ مذہب کے بغیر زندگی پا نہیں اور نظم و ضبط اور ترتیب پیدا نہیں ہوتی۔ دشی اقوام و قبائل جسی مذہب کی صبح یا غلط سلطنت دین و مذہب کر مانتے رہے ہیں۔ مذہب کے بغیر انسان کی ذہنی، فکری اور روحانی پیاس نہیں بچ سکتی۔

دین و مذہب کے متعلق دو نظریات

ڈار دن کا نظریہ ارتقاب ایک بھولا بس افسوس ہے جسکا ہے۔ اسلام نے انسان اور دین و مذہب کی ابتداء کا ہو نظریہ پیش کیا ہے اب اُسے قبول عام کی شد حاصل ہو رہی ہے۔ اس کی رو سے مذہب یا عقیدہ یا عبادت جنگلی، پہاڑی یا گاروں میں رہنے والے ننگ دھڑکنگ انسانوں کے جدبات خوف و مسرت کا پیچھہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو اپنے نائب کے طور پر پیدا کیا۔ اس پر وحی نازل کی۔ اس کو رہنے پہنچنے، کپڑے بنانے اور پہنچنے، تمدنی زندگی پسرو کرنے، اناج اٹکانے اور تمام ضروریاتِ زندگی کو حاصل کرنے کا علم بخشنا۔

اس نظریے کی رو سے توجیہ کا عقیدہ مذہب کی بنیاد پڑھتا ہے۔ شرک اس وقت پیدا ہوا جب انسانی آبادی دنیا میں پھیل گئی۔ انسانی ضروریات بڑھ گئیں اور علاقوں کے اختلاف نے نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے اور نہیں کی کیلئے دھنندی پڑ گئی۔ شرک کا رد کرنے اور صبح دین سکھانے کے نئے ہر زمانے اور ہر قوم میں رسول نصیحتے گے، مگر دین و مذہب کے بارے میں انسانوں کو مجبور نہیں کیا گیا۔ اور پر محالہ ایسے کے حصہ انتساب پر چھوڑ دیا گیا۔ تیجھے یہ نکلا کہ دینِ حق۔

اسلام کے علاوہ اور کئی خدا ہب و مناصح وجود میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی کتابیں انسانوں کی بہائیت و رہنمائی کے لئے آتا ہیں۔ آخری کامل و عالمگیر کتاب قرآن ہے جو آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری، وہ قریب طھ ہزار برس سے پوری طرح محفوظ ہے اور سمجھیش محفوظ رہے گی۔ اس میں رندگی کے تمام شجوں اور بیلوں کے لئے بہایات موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ اسلام خدا کا آخری و آخری دین ہے۔

ذہب کا ایک نظریہ تودہ ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ اسے ہم دین و فہم کا اسلامی والہامی نظریہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر ایک دوسرا نظریہ بھی ہے جسے آزاد خیال اور بابِ حقیقت کا یا بالفاظِ دیگر زمانہ صالح کے بعض مغربی مفکرین کا نظریہ کہنا مزبور ہوگا۔ اسے ذہب کا ارتقائی نظریہ بھی کہتے ہیں۔ جدید ماہروں کو چونکہ ہر چیز میں ارتقاء کی کارفرمائی نظر آتی ہے ابھی اس ہوں نے یہ تصور بڑی شدت و مدت پیش کیا، لیکن افسوس ہے کہ تحقیق و تفہیش کے بعض دوسرے میدانوں — مثلًا ماریخ و جزیرہ — کی مانند ان اہل تحقیق کو یہاں بھی محض اندازوں اور تجھنوں سے کام لینا پڑتا۔ اندازے صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی۔ لیکن غالباً ذہب اور ارباب الامداد نے اس نظریے کو چونکہ بڑا اچھا ہے اس نے اس پر مختصر لکھنگو کی ضرورت پیش کی۔

اس نظریے کی رو سے انسانی ذہبی ارتقاء کی کڑیاں حسب و فیل میں۔

۱۔ (پہنچی اپنی مژم) PRE ANIMISM (۴۶) اپنی مژم (۳۲) قوم ازم TOTAMISM (۴۷) اجداد پرستی۔ (۵) فرضی دیانتوں کی پرستش ۹۔ توجیہِ الہی کا تصور اپنی مختلف منزوں اور صورتوں سیست۔

نمبر ایک سے مراد ہے مظاہر پرستی سے پہلے کا دور لا فہمیت، نمبر دو سے مراد مظاہر فہمیت ہے۔ نمبر تین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ بعض جانوروں کے تقدیم کا عقیدہ اور آن کی پرستش کا نام ہے۔ نمبر سی سے مراد بزرگانِ سلف کی روؤں کے خوف یا شدتِ محبت کے باعث ان کے لئے مراسم عبادت ادا کرنے کا نام ہے۔ نمبر ۴ سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں کی عجائب پسند طبیعتوں نے فرضی دلیوی دلیتا ایجاد کر کے ان کی پوچشا شروع کر دی تھی۔ نمبر ۵ اس سلسلہ ارتقاء کی آخری کڑی ہے۔ مگر بعض ماہروں کا اصرار ہے کہ اس کے بعد احاداد و کفر کا ذور آتا ہے۔ جس میں خدا وغیرہ کے نظریات کو مصلحت سلا بتایا جاتا ہے۔ گویا انسان پھر اُسی دور لا فہمیت کی طرف لوٹ جاتا ہے جہاں سے ہزار برس

پہلے اس کا انتقالی سفر شروع ہتا تھا۔

اب ہم ان کو چیزوں پر فرمائیں بات کریں گے۔ اس نظریت کی رو سے ابتدائی انسان کو مذہب اور ماسیم عبادت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ نہایت سادہ زندگی پس کرتا تھا۔ اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے متوالی اس کے سلسلے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ آہستہ آہستہ انسان کرناٹات، حیوانات، زین، پہاڑ، برق و رعد، آندھی اور طوفان، سمندر اور دریا، آگ اور پانی، پردہ و چرند اور درندے، ان سب چیزوں سے واسطہ پڑا۔ وہ ان چیزوں کے نفع و ضرر سے آشنا ہوا۔ بھلی کوندی تو وہ دُر گیا، رعد کی گرج سے اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کے لئے پہاڑوں کی بلندی، آسمان کی رفتہ، سورج کی روشنی اور قیامت، چاند کی مٹنڈی مٹنڈی چاندنی، ستاروں کی چمک، آگ کی گرمی اور اس کا نفع و ضرر، یہ سب کچھ ناقابل فہم تھا۔ وہ یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر سہما جاتا تھا۔ پھر مرسوموں کے تغیر و تبدل، گرمی اور سردی، بارش اور رعدیگی نے اسے اور بھی حیرت زدہ کیا۔ اسی اثنامیں اس کے عزیز واقارب پر موت طاری ہونے لگی۔ دوگ و قنے و قنے سے مرنے لگے۔ انسان یہ سچنے لگا کہ موت کیا چیز ہے؟ حیات کی کیا حقیقت ہے؟ جب اُس کی سمجھیں یہ سب کچھ نہ آیا تو اس نے سوچا کہ شاید مرنے والوں کو موت کے بعد کسی اور جہان میں متاثر حیات اور تجزیوں و آرائش کی ضرورت ہوتی ہو گی۔ یہ سمجھ کر لوگوں نے مددوں کے ساتھ اُن کی زندگی کی ضروریات کو بھی دفن کرنا شروع کر دیا۔ اس نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ مددوں کی چیزوں کو اگر یہ نے استعمال کیا تو وہ شاید ناراضی ہو کر ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔ یہ خوف اور رشتہ داروں کی محبت اسلام و اجداد پرستی کا سبب بنی اور انسان نے بزرگوں، بادشاہوں اور سرداروں کے لئے رسوم عبادت اور انہیں خوش رکھنے کے لئے خود ساختہ ماسیم کی پابندی شروع کر دی۔ یہاں پہنچ کر انسان نے سوچا کہ رُوح صرف ان کے بزرگوں میں ہی نہیں ملتی بلکہ تمام مظاہر فطرت میں کسی نہ کسی درجے میں روح موجود ہے۔ اس فلسفے پر پہنچنے پہنچنے کی وجہ سے اسماں کی بلندی، سرخج کی تماالت، ہوا کی تیزی، سمندر کے تلاطم، چاند ستاروں کی چمک، درختوں کی بلندی اور شرداری، زمین کی قوت نو کی کوئی تباہی نہ کر سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان نے پہلے مادر زمین کی پرستش شروع کی کیونکہ وہ ہمارے لئے ہر قسم کی سبزی و ترکاری اور پھول کا انتظام کر کے ہماری زندگی کے قیام کا باعث ہے۔ اس کے بعد

مادر زمین کے مقابلوں میں آسمانی باپ کا تصور اُبھرا اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، آگ، پالی، مٹی، ہوا، انسان کے مراد و رغبات اعضاے جنی کو معبود بنایا گیا۔ سورج دیوتا کو بہت سی مشکر قوموں کا معبود رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ ہندوستان میں سورج دیوتا، مصر میں ہرگز، آشوبیوں کا آشوار، ایرانیوں کا ہندیا خور یہ سب سورج دیوتا کے ہی نام تھے۔ ستارہ پرستی نے علم بخوبی بیان دیا اور کائنات کے الگ ہر کوئی کو ساروں کی گردش سے منسوب کرنے لگے۔ قسمت کو لوگ آج بھی ستارہ کہتے ہیں۔ مختلف اقوام نے پہاڑوں کو بھی پوچھا ہے اور ان کی تقدیم کا راجل الہا ہے۔

اگلے کے متعلق تو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ نام معلوم ذور سے آتش پرستوں کا معبود رہی ہے، اور آج بھی ہے، ہندوستان میں دیگر دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ اگنی دیوتا بھی دیوتا کا معبود ہے۔ پانی کی پوچھا کا تصور بھی قدیم ہے۔ مصر میں دریائے نیل کی پوچھا ہوتی تھی۔ ہندوستان میں گنگا جمنا کی پوچھا ہوتی ہے۔ اور دریائے سرحدی کی دیوتی کا نام ہی سرحدی دیوتی ہے۔ جو آرٹ کی سریدست مھڑائی گئی ہے۔ جہا کو دیدوں میں دیوتا کا لقب دیا کیا اور ہندوؤں نے اس کی پوچھا کی ہے۔ انسان کے جسمی اعضاء کی بھی پوچھا کی گئی ہندوؤں میں شونگ کی پرستش مشہور و معروف ہے۔ ہندوستان کے علاوہ مقر و عراق اور روم، دیوانان بھی اس پوچھا کے مرکز رہے ہیں۔ انسان نے بعض جانوروں کو بھی پوچھا ہے مثلاً دیوانان میں سانچہ، ایران میں گھوڑے، مصر و ہندوستان و چین میں گائے بیل کو مقدس بلکہ معبود، بکار مانا گیا ہے۔ ہندوؤں نے تو ہر جانور کی پوچھا کی ہے۔ حشرات المارض، بچھو، سانپ، شولا، درندے، کچھوے، وشنو کے کچھ اوتار، لک्षیش (ہاتھی)، سب جوان پرستی کی مثالیں ہیں۔ جیوان پرستی کو شماں امریکی میں لومکھ پرستی کہا جاتا ہے۔ امریکی کے علاوہ افریقی کچھ حصتوں میں بھی فلک پرستی پاتی جاتی ہے۔ چین اور چاپان کے لوگ بھی اس محدث میں دوسرے مشرکوں سے پچھے نہیں رہے۔

اس کے بعد خود ساختہ غیر مرثی فرضی خداوں اور موجود دیوتاؤں کا دور آتا ہے۔ عرب جاہلیت میں ایسے دیوتاؤں کی کمی دیکھی۔ عراق و ملکیتین اور ایران و مصر وغیرہ کے علاوہ دیوانان دروم میں بھی کمی فرضی اور موجود دیوتا تلیم کے لئے کے اور ان کی پوچھا کی گئی۔ بعض دھرم ایک قوم کا معبود و اس کے نزدیک تمام صفات کمال سے متصف قرار پاتا تھا جب کہ دوسروے معبود ایسے نہ تھے۔ جدید ارتقائی تحریکی میں اسے توجیہ ناقص کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے بعد توحید خالص کا دور آیا اور اسلام نے وحدت الہی کا کھرا لے لاگ اور صفات سترھا تصویر پیش کیا۔

وحدث اوجو و کاظمیہ مہندوں میں بڑی خشود مدار سے موجود تھا۔ بعض مسلم صوفی بھی اس کے قابل ہو گئے اور وجوہ تھی کہ اسے کہا جاتا ہے کہ بدھ مذہب اور جین مت کیں بے صفات خدا کا نصور تھا جا لحا اور کفر کہلاتا ہے۔ اب دنیا سو شرمن کیونز کی راہ سے پھر لامذہت کی طرف مائل ہوئی جا رہی ہے تاریخ نے انسان کو ہر پھر کو آخر کار وہیں لاکھڑا کیا جہاں سے اس نے اپنا نہیں سفر شروع کیا تھا۔

مذہب اور عقل | جن لوگوں نے مذہب کو خلاف عقل کہا ہے وہ یا تو خود بے عقل بلکہ اس کے تقاضے کے مطابق ہے۔ کسی چیز کا عام ادب یا او سلطدر جسے کے لوگوں کی عقل میں نہ آتا اور چیز ہے اور حقیقتاً خلاف عقل ہونا دوسرا چیز۔ مذہب الگ کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہ آتے تو اس کا خلاف عقل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دنیا کی بے شمار ماذہب اور سائنسی چیزوں عالم کی عقل میں نہیں آتیں اسیں حالانکہ وہ ثابت شدہ حقائق کے طور پر مستلزم ہو چکی ہیں۔ ان مسلمات کے لئے ہر سر شخص کی عقل کو معیار نہیں بنایا جاسکتا۔ اسی طرح دین و مذہب کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ عقل سیلم کے مطابق ہے لہذا خلاف عقل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ سڑو رہیں اور ہر طبق کے ارباب عقل و دانش مذہب کے قابل رہے ہیں۔ اور آج بھی ہیں۔ پس دین و مذہب خلاف عقل نہیں بلکہ تقاضے فطرت کے مطابق ہے۔ اس لئے بغیر نہ صرف یہ کہ زندگی میں نظم و ضبط قائم نہیں ہوتا بلکہ انسانی ذہن و قلب کو سکون و اطمینان بھی نہیں لتا۔ یہ ضرور ہے کہ عقلی و نقلی دلائل سے صحیح دین و مذہب کی تلاش کرنا لازم ہے تاکہ زندگی میں نظم و ترتیب اور رُوحانی سکون و اطمینان مل سکے اور دونوں جہاں کی فونڈ فلاح حاصل ہو سکے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام مادتی تقاضے پورے کرنے کا سامان اس دنیا میں ہم پہنچا باہے۔ کھانے، پینے، پہنچنے، مکان بنانے، سردی گرمی سے بچنے، میند چیزوں کو حاصل کرنے اور مضر سے گویندگی کرنے کا فطری الہام ہمارے اندر رکھا ہے۔ شہید کی تکمیل کو ایک نظم و ضبط کے تحت چھوٹے بنانے، شہید جمع کرنے اور افسرانش نسل کا شور بخشندا ہے۔ چیزوں کو ایک منظم سلسلہ تھت کی صورت میں زندگی گوارئے کا وہیں بتایا ہے۔ اسی طرح انسان کو۔ جو اشرف المخلوقات ہے۔۔۔ نیک اور بدی میں انتیاز کرنے اور راؤ ہماست پر گامزن ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم انسانوں کے بہترین افراد۔ انبیاء و رسول کے ذریعے سے اتنا راگیا ہے۔ اس فریمہ علم کو

وچی کہا جاتا ہے۔ اس کی صداقت کو جانپنگ سے رکھ عقل انسانی کے ساتھ ساتھ تحریکے اور انبیاء کے ذاتی علم و عمل اور اخلاقی فاضلہ کو معیار بھہرا جاسکتا ہے۔ علاوہ اذیں خدا کے بنی اور رسول ایسے مبھرات بھی پیش کرتے رہے ہیں جن سے ان کی صداقت و امانت کو پرکھا جاسکے۔ انبیاء کی تعلیم و پہاست اسی دینیوی زندگی کے لئے ہے اور ہم نے جانش پر کھ کر دیکھ دیا ہے کہ اس تعلیم کو کاپنا نہیں اور اس پر ایتھر پر عمل کرنے سے دینیوی فلاح و صلاح حاصل ہوئی ہے۔ اس سے آئے بڑھ کر انبیاء نے ایک آئینوںی زندگی اور جزا و سزا کا نظریہ جی پیش کیا ہے۔ جو عقل و ذکر کے عین مطابق ہے اور اس سے موت و حیات اور مقصود تخلیق کائنات کی گتھیاں بھی سلیمانی جاتی ہیں۔

تفاہل ادیان کا فائدہ یہ ہے کہ نہ صرف اس سے ہماری دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ علم و استدلال کی راہ کھلتی ہے اور صحیح و سقیم کا فرق واضح ہوتا ہے۔ ہم مسلم ہیں اور ہمارا دین بفضل خدا عقل و ذکر کی کسوٹی پر پورا اُتر ہے۔ اس مضمون سے غیر شوری ایمان کو شوری اور سختہ بنانے میں مدد ملتی ہے۔

ہندو مذہب

ہندو مذہب دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ہے۔ کمی و جزوگی بشار پر ہمارا اس سے بہت قریبی رابطہ ہے۔ اس کے پیروؤں کی ایک خاصی تعداد ہندوستان میں رہتی ہے۔ پہلے اقلیتیں مغولی ممالک اور افریقہ و امریکہ میں بھی میکھیں ہیں۔ دنیا کی مذہبی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ پر یہ مذہب کمی طرح سے اثر انداز ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہے، لہذا سب سے پہلے اسی پر لفتگو کی جائی مناسب ہے۔

ہندو مذہب کی تاریخ یہ امر افسوس ناک ہے کہ دنیا کے اس عظیم و قدیم مذہب کی کوئی تاریخ نہیں۔ خود ہندو فاضلوں نے اس امر کا کھلا اعتراف کیا ہے۔ اس کا بڑا باعث یہ ہے کہ یہ مذہب کو طرف فسوب نہیں کیا جا سکتی ایک رہنماء، نبی و رسول، کتاب اور متین عقاید اور اعمال کی مفہوم و مظاہر کا ایک مجنون مرکب ہے۔ اس میں دہریوں سے لے کر ایک خدا کو مانئے والوں، ہزاروں لاکھوں دیلوں دیلوں کے پجارتیوں، کروڑوں بتوں کی عبادت کرنے والوں

کا جنم غیر نظر آتا ہے اور یہ سب "ہندو" ہیں۔ دراصل یہ لفظ کسی دین و مذہب کا نام نہ تھا، بلکہ شروع شروع میں غلاموں اور قابل نفرت لوگوں کے نئے بولا جاتا تھا۔ کثرت استعمال سے ایک نام کے باشندوں اور مسلمانوں کی آمد کے بعد ایک مذہب کے پروردوں پر بولا جانے لگا۔ ہندو یا است دلوں نے اس صورتِ احوال سے بہت سے فوائد میں حاصل کئے ہیں۔ ایک یہ کہ برہمنوں کا انتدار ہمیشہ محفوظ رہا۔ دوسرا یہ کہ غیر ہندوؤں مثلاً بھروس، سکھوں اور جنیوں وغیرہ کو سامنہ ملا کر ہندوؤں کی تحداد بہت زیادہ دکھانی لگی۔ چنانچہ تقسیم نام کے وقت ایسا ہی ہوا۔ یہ سب غیر ہندو تحداد کے لحاظ سے گرہندوؤں کے لحاظ میں رہے مگر حقوق کے لحاظ سے آج ہندوستان میں سکھوں اور دوسری اقلیتوں کا جو حال ہے وہ ہندو مسلمانوں سے کسی حال میں بہتر نہیں۔

آریاؤں کا مذہب | مذہب نامعلوم ہے۔ اس پر تاریخی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اتنا بہرحال معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ وہم و خزانات کے پابند تھے اور فرضی دیواری ذائقاً کے پیچاری۔ بھی وہی رسوم انتداب زمان کے ساتھ آئے چل کر داخل مذہب ہو گئے پھر یہ بھی لازم تھا کہ یہ رونمختا اور مختال بُت پرستی یا الامذہب لوگوں سے متاثر ہوں۔ مقامی لوگوں کا مذہب بالعموم بُت پرستی تھا۔ جیسا کہ ہر طبقہ اور صاف ہنجوار وغیرہ کی کھدائی سے ثابت ہوتا ہے۔ باہر سے دراصل ہو نیوالی آبریائی ہندو گیا روایات کے ساتھ جب مقامی مذاہب کا ملáp ہوا تو ایک تیسا وسیع و عریض مذہب وجود میں آیا۔ اسے چل کر ہزارہا سال کی سماجی و معاشرتی رسوم، فلسفیات خیالات، فرضی قصہ کہانیاں اس میں شامل ہوتی چل گئیں اور ان سب کے مجموعے کا نام ہندو مذہب ہو گیا۔ یہ جو کچھ کہا گیا ہے، وید، پران، اپنی، مہاجارت، رامائن اور گیتا وغیرہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ وید منتروں میں جس طرح اگنی ویوتا، والیو دیوتا، سورج دیوتا وغیرہ سے مدد و نصرت کی استدعا کی گئی ہے اور دیعنوں کے خلاف جس شدید نفرت کا انہمار کیا گیا ہے، اسی سے یہ بات ظاہر ہے کہ فاتح آریہ قوم مقامی باشندوں کا قلع تصحیح کرنے کے نئے غیر محسوس اور غیر مردمی قوتوں سے مدد کی طالب ہوتی تھی اور تو حیدہ کی قائل نہ تھی۔

ہندو مذہب کا طرز پھر | ہندو مذہب کی کتابوں کے مصنفین پر بھی خود اس مذہب
ہوتے ہیں۔ ان کا زمانہ تصنیف بھی نامعلوم ہے۔ ان کی کتابوں کی حیثیت، تقدیس اور
درج و مقام کے تعلق ہندو علماء، فضلائیں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ استاد زمانہ کے
ساتھ ساتھ ان کتابوں کی حیثیت ہمیشہ کم و بیش ہوتی رہی ہے۔ یہوں معلوم ہوتا ہے کہ
ضروریاتِ زمانہ کے مطابق جب جس کتاب کی حیثیت کو تیادہ اجاگر کرنا ضروری بھا
گی اسی کو مذہب کا مرکزی نقطہ بنانے کو پیش کر دیا گیا۔ ان کتابوں میں الحاق اور ترمیم و اضافہ
بھی ثابت شدہ حقیقت ہے۔

ہندو طرز پھر کی ایک بنیادی کلیسم یہ ہے کہ اس مذہب کی کتابیں دو حصوں
میں منقسم ہے۔ ۱۔ ستر قی بھنی (بیرونی) چیز۔ ۲۔ ستر قی بھنی آبا (اچھا دکی روایات)
چاروں وید لیٹی، سحر و گیر، احترو وید، سام و ید اور رگ و ید ستر قی کہلاتے ہیں جو عام
ہندو عقیدے کے مطابق خود بخود رشیوں (راویاہر) کی زبان پر جاری ہوئے اور
لوگوں نے انہیں لئے، جمع کیا اور ان میں تغیر و تبدل بھی ہوتا رہا۔ رادہ اکٹھنے ساتھ
صدر ہندوستان اور جواہر لعل نہر و مشہور سیاسی ہندو ویدوں کے نزدیک و ید انسانی
تصنیف ہیں۔ اہم ان میں ہر قسم کے عقائد و خیالات موجود ہیں۔ ویدوں کے علاوہ
دیگر ہندو کتب ستر قی کہلاتی ہیں۔ یہ واضح نہیں کہ پران جن کو ویدوں کی تفسیر کیا جاتا
ہے آیا ہرلی قسم میں داخل ہیں یا دوسرا میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں ستر قی
کا نقطہ قانون کا ہم مختی رہا ہوا۔ مثلًا منو ستر قی، یعنی مشہور ہندو و متفقین منو بھی کا ترتیب
دارہ ہندو و قالیں۔

وید اور آن کی تعلیمات | وید کا الفاظ و دستے نکلا ہے، وہ واقع عالم کو کہتے ہیں۔
وہ دیواریا کا مختی علم ہے۔ وید طبیب کو بھی کہا جاتا ہے
و دیسا اگر ہندو ووں میں کئی لوگوں کا نام ہوتا ہے، یعنی علم کا سمندر۔ شاہر، پنڈت
عائم اور بترہن کو بھی وید کہتے ہیں۔ بعض ہندو ووں کا خیال ہے کہ چاروں وید برہما
دھاتی کائنات، کے چار موہبوں سے نکلے ہیں، مشرقی منڈسے رگ و ید، مغربی
سے سام و ید، شمالی سے احترو وید اور جنوبی سے سحر وید۔ بعض اسے چار دلیلوں
کی تصنیف بتاتے ہیں؛ الگنی دیوتا رگ و ید کا دالید دیوتا۔ سحر و ید کا، اوپنہ دیوتا سما
وید کا اور چاند دیوتا احترو وید کا مصنف ہے۔ ہندو علماء کا خیال ہے کہ چاروں

دید در اصل ۲۰۱۴ء روشنوں کا کلام ہے۔ یہ ملے شدہ نہیں کہ وید آیا وسط ایشیا میں لکھے گئے اور آریہ حملہ آور رانہیں ساختہ لائے یا ہندوستان پہنچ کر لئے گئے ہیں اور وہ ہندو یہودوں کا۔ جن میں سے ایک ہندو وہ بہب کا عظیم فلسفی بھی تھا یعنی بدرا دھارا فتنہ یہ بیان درج ہو چکا کہ وید متضاد خیالات کا جمود اور انسانی تصنیف ہے، اگر وہ یہ نہیں تھا سکے کو مصنف کون ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ اصل میں وید ایک تھا جن میں ایک لکھنتر۔ مجھے یا افقے ہے، کسی نامعلوم فعلے میں اسے تقسیم کر کے چار وید بنالئے گئے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تاجر وید سب سے قیم وید تھا، دوسرے تینوں وید اسی سے بنائے گئے ہیں۔

۱۔ رگ وید، سب سے بڑا وید ہے۔ اس کے دس ہزار منتر ہیں۔ انکی دیواناکی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اندر دیلتا۔ مال و دولت کا دیلتا۔ کی تعریف و توصیف ہے اور دیلوی دیلوتاوں سے دعائیں اور انتباہیں ہیں۔

۲۔ یج وید۔ یہ بالکل رگ وید کا چھر پر معلوم ہوتا ہے اس میں ہوتا ہے جشن قربانی۔ کے گیت ہیں۔ اور قربانی کی اشیاء کو مٹا طب کر کے دیوتاؤں کی ان سے خوشی اور رضاہ بیان کی گئی ہے۔

۳۔ سام وید، یہ وید تاریخی طور پر زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، اس لئے بعض ہندو صرف تین ویدوں کے قابل ہیں۔ تفصیل مکہ کے بعد مشرقی پنجاب کا گورنمنٹ وید یعنی (تین ویدوں کا عام) محتوا اس وید میں تقریباً پانچ ہزار منتر ہیں جو سوم یگیہ جشن منت ہے۔ پھر گھستے جاتے ہیں۔

۴۔ امرو وید ہے۔ زیادہ تر مظاہیں جاؤ پر مشتمل ہیں۔ کل چھ ہزار منتر ہیں۔

چھٹا حصہ رگ وید سے لیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہر وید تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے، ۱۔ منتر بھاگ (دعاؤں کا حصہ) (۲) ہر ہم بھاگ، منتروں کی شرح و تفصیل۔ (۳) ارنیک بھاگ۔ جنگلوں کا حصہ یعنی غالباً جنگلوں میں پڑھا جانے والا حصہ۔

ویدوں کی تعلیمات کو زندہ جلاؤ ائے، وردوں سے پڑھو ائے، ترمذ پا کر بے رحمی سے مارنے، پانی میں غرق کرنے، ان کی آبادیوں کو پورنہ خاک کرنے کے

ا حکام ہیں۔ ان احکام میں عورت، مرد پر بڑھے مریض، فوجی اور غیر فوجی میں کوئی اختلاف نہیں کیا گیا۔ اب تاریخ کے حقائق سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہندو پاکستان میں جو بے شمار ٹیکے پانے جاتے ہیں اور جن کی کھدائی سے شہروں اور آبادیوں کے نشانات ملتے ہیں، یہ آریاوں نے یہاں کی مقامی آبادی — بھیل، سنتال، دراوڑ اور سانسی دیغروں کے دیہات اور شہروں کو جلا کر اور تباہ و بر باد کر کے بنائے ہے۔ ویدوں میں آگ، ہوا بانی کے دیوتاؤں اور اندر دیوتا سے انجامیں کی گئی ہیں کہ وہ آریاوں کے دشمنوں کو بیٹھ کر بیکاری اور منافق ہے۔ نکارِ نافی کی اجازت نہیں۔ عورت و راست سے محروم ہے۔ شودر — غیر آریہ — کو براۓ نام انسانی حقوق بھی حاصل نہیں۔ وہ ایک قابل نفرت خلق ہے۔ اس کا کام فقط دوسروں کی خدمت ہے، اسی میں اس کی نجات ہے ورنہ نہیں۔ وید ایک خدا کے تصور سے خالی ہیں۔ ان میں وحدت الوجود کی تعلیم ہے۔ کہیں

۵۳ دیوتا بتائے گئے ہیں اور کہیں ۵۳۴ -

ویدوں کی تعلیم کے مطابق ہندو پاکستان کی اصل آبادی کو تباہی و بر بادی کا مفہوم حال میں مسٹر عبدالعزیز ایڈیو کیست کراچی نے اپنی کتاب DISCOVERY OF PAKISTAN میں کوئی تفضیل سے کیا ہے اور اپنے مختلف بیناہات کو قصادر اور نقشوں سے مزین کیا ہے۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غیر آریاوں کے ساتھ ان ملکوں میں آریہ حملہ آوروں کے ہاتھوں کیا میتی میتی۔

برہمن کی تاثیر اور ضرورت و اہمیت پر جو کتنا میں بھی گیئیں، انہیں بہترناک نام دیا گیا ہے۔ شاید آب و ہوا کے اثرات کے باعث یا برہمنیت اور اُس کی بلا سبب اجازہ دردی کے عقیدہ کے سبب سے آریہ سوسائٹی میں کس وقت اندر ہی اندر برہمن کے خلاف لاواہ بیل رہا ہو گا۔ آریہ فلاسفوں نے اس چیز کو جھاپ لیا۔ چونکہ ہندو و معاشرے کی بنداد ہی انسانی تفہیم پر مبنی اور انہیں سوسائٹی کی بنیادوں میں تزویز لظر آیا اور انہوں نے برہمن کی فرقیت و فضیلت کا از برہمن اظہار کرنے کے لئے یہ تن میں بھیں۔ ان میں فرمائی پڑتا زور دیا گیا ہے۔ سبب یہ کہ قربانی کی سب رسوم برہمن کے ہاتھوں اور اُسی کی زیر ہدایت انجام پاتی تھیں۔ نیز تتوں اور دیوتاؤں کے نام پر چڑھائے جانے والے چڑھاؤں اور نذر و نیاز پر بھی اسی کا حق مسلم تھا۔ یہ حقیقت تو کسی دلیل کی

متاخی ہیں کہ ہندو مذہب کی کوئی تاریخ نہیں، غالباً ہر شیار قسم کے لوگوں نے بعض خفیہ اغراض کے تحت اس مذہب کو تاریخ سے بے نیاز رکھا ہے ورنہ شاید ہمہنما کا زمانہ وہی ہو جب ہندوؤں میں اصلاحی آوازیں اٹھ رہی تھیں مساوات کا علم پلھہ ہو چکا تھا۔ ذات پات کے انسانیت سوز عقیدے کے کور تو کیا جارہا تھا اور انسانی احترام و فقار کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ جدھ مذہب اور جین مرت کی اصلاحی تحریکوں سے بھرا کرنے سے سے بہرہن کا سلطنت قائم کرنا مدنظر تھا لہذا وہ لڑپھرو جو دیں آیا جو تباش، قربانی اور برہن کی خصیات کے گرد گھومنا ہے۔ بہرہن کی اجاہرہ داری نے جادو، ٹونے ٹولکے، جھاڑپھونک، وہم و غرافات بجوت پرست جیسی خرافاتی چیزوں کو جنم دیا کیونکہ ان تمام چیزوں سے بہرہن کی اہمیت بڑھتی اور اس کی ضرورت دوچند ہوتی ہے۔

اپنہشدا اس لفظ کا لغوی معنی ہے، قربانی نہست۔ قاعدہ یہ تھا کہ گرد یا استاد شاگرد اس سے گرد حلقہ باندھ کر پیش کے اور اس کا وعظ یا لیکچر سننے کا جاتا ہے کہ اپنہشدا ویدوں کی تفسیر ہے۔ یہ بھی ویدوں کی طرح نامعلوم اشخاص کی تصنیف ہیں۔ عام طور پر انہیں ہندو فلسفی اور تصوف کی کتابیں مانا جاتا ہے۔ اندازہ ان کا زمانہ تصیف ۵۰۰ قبل میع سے کے گرد ۵ قبائل میع متین کیا جاتا ہے۔ بھی دو روید ک تعلیم کے زوال کی ابتداء اور ہر ہمنی سلطنتے چھٹکارا پانے کی تدابیر سوچنے اور بعض اصلاحی آوازوں کے بلند ہونے کا تھا۔ یہ کل ۱۵۸ ایکچھر ہیں۔ بعض ہندوؤں نے انہیں قرامت میں ویدوں سے بھی زیادہ اہمیتیا یا ہے۔ خود بعض اپنے بعد بھی اسی کے مدعا پیں۔ تعلیم ان کی بھی وید کی مانند متفاہ اور جوں چوں کام مرتبہ نظر آتی ہے۔ ہر قسم کے خیالات ان میں موجود ہیں۔ ان کی تعلیم میں وحدت الوجود، مراقبہ، گیان و صیان، تباش، سنجات حاصل کرنے کے طریقے، برہن کی خصیلت، آنمار درج پاروں (الاروں) اور برہن کا استھان یا اس مقام رکھتے ہیں۔ اپنہشدا کی روستے اعلیٰ مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو آنمار یا برہن (میں جذب ہونے کی بیانات پیش کر لیں) عمدہ عشرت قدر ہے وہ دیا میں فنا ہو جائے۔ یہی ہندو وحدت الوجود کا لظریح ہے جو عقیدہ توحید کے منافی اور رسول کی تعلیم کے بالکل بر عکس ہے۔

پرانا پر آن لڑکا مقصود بھی خالبا برہمن کی علیت و فضیلت کا از سر فرا جیسا رہتا ہے جو بُعدِ حالت اور جین مت وغیرہ کی طاقت را اور عوامی آوازوں سے قدر سے دب چکی تھی۔ کوئی بعض لوگوں نے ازراہ سازش پرانا کو اپنائی اور ویدے سے بھی قدیم تر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر جدید نظریہ یہ ہے کہ ان کی تصنیف اپنے خاندان کے دور میں ۵۰ یا ۶۰ میں ہوئی ہے۔ یہ رہماڑ بده مذہب کے عروج اور بہمنیت کے زوال کا تھا۔ لیکن جلدی ہی محاصلہ بر عکس ہو گیا اور متحده ہندوستان پھر بہمنیت کی گرفت میں آگیا پرانا کل ۱۸ ہیں۔ ان کی زبان عام نہیں ہے۔ ان میں تاریخی قصہ، دیواری دیوتاؤں کی دیوالانی MYTHOLOGICAL حکایات، وہم و خرافات۔ سہوت پرست اور کچھ مذہبی احکام بھی ہیں۔ دنیا کی عمر کے بارے میں بعض مفہومیت انساز سے عجیب تلسفیا اور پیغمبر انساز میں بیان کئے گئے ہیں۔ کائنات کی تخلیق کا کوئی مقصود نہیں جایا گیا مگر عرب اقوام تھیں۔ بیان ہوا ہے کہ بہمنیا۔ خانہ کائنات نے ایک اندھا دیا۔ اس میں سے ایک بچہ نکلا جو کائنات ہے۔ دنیا کے کئی دور ہیں۔ سر دور ایک نہزادہ ہمہ محبک کا ہے۔ ہر جہاں جگ ۳۰ لاکھ ہیں نہزادہ ہر س کا ہے۔ سرہ بہا جگ میں ہر جگ ہوتے ہیں۔ اس وقت آخری ہمہ محبک چل رہا ہے۔ جس کے تین جگ کختم ہے اور پوچھا جا رہی ہے۔ اس جگ کے چار لاکھ ۶ ہزار ۹۶۵ جگ ہر س ابھی باقی ہیں۔ اب کون عقلمند نہیں جانتا کہ یہ سارا حساب محض رسمی و خرافاتی ہے جس کی کوئی عقلی و نقلی اور سائنسی دلیل موجود نہیں! آریہ قوم جیسی عظیم قوم جس نے نہزادوں سال سیندو پاکستان ہندو قانونی لڑکا جیسے عظیم خلیط پر حکومت کی تھی، ظاہر ہے کہ کسی قیادے ضابطیہ یا قانون کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ قانون تو ہر انسانی معاشرے کی ایک ابتدائی اور اہم ضرورت ہے۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں میں صبحی قانونی لڑکا جر موجود ہے۔ جسے دھرم شری اور دھرم شاستر کہتے ہیں۔ دھرم شتر انفرادی و اجتماعی زندگی کے صرف مذہبی، اخلاقی اور صاحبہتری حصے سے بحث کرتا ہے جب کہ دھرم شاستر جرام اور ان کی سزاویں کا ذکر کرتا ہے۔ پس دوسری قسم خالص قانونی ہے۔ جب کہ پہلی قسم قانونی ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی و اخلاقی اور سیاسی و مذہبی اہمیت کی حامل بھی ہے۔ قانونی کتابوں میں منسوخی کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ منسوخ کو خل خاندان کا ایک حکمران تھا۔ اس کا بنا یا ہوا اور نافذ کردہ قانون ہندو مذہب

کی بہانہ ہے۔ منوکے ذات پات کی مظلوم اور سائنسک درجہ بندی کی ہے اور بہمین، کشتری
و پیش اور شودر کے حقوق و فرائض قانونی نقطہ نگاہ سے پیش کئے ہیں۔ بہمین برہنہای
کے نزد سے پیدا ہوا ہے لہذا امقدس اور لارق، احترام ہے۔ اور اکثر و بیشتر قانونی گرفت
سے بالاتر ہے۔ خاص طور پر اُس وقت کسی قانونی گرفت کا مستوجب نہیں جب وہ کسی
شوور (اچھوت)، پر مظلوم و مستم کرے، بلکہ اسے تقلیل نہ کر دے۔ بہمین سارے چہاں
کام لاتا ہے۔ اُسے آسمانی و خدا کی حقوق حاصل ہیں۔ وہ دید مقدس کو پڑھتا اور اُس
کی شرح و تفسیر کرتا ہے۔ کشتری کا فرض ہے کہ بہمین کے مشورے سے کار و بار
حکومت انجام دے۔ حکومت و سلطنت کا کار و بار چلانا، حرب و ضرب کے
مرکے اور نظم و ضبط کا قیام کشتری کا فرض ہے۔ وہ بہمین کی تقدیس و احترام
قاوم کرے گا۔ اور اس کے خلاف کی جانے والی سربات کا سخت توٹ سے گا۔ ویش
برہنہای کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ کشتری بازوؤں سے نکلا ہے جو قوت و
شجاعت کی علامت ہیں۔ تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کرنا اور معاشی
سرگرمیوں کو جاری رکھنا ویش کا فریضہ ہے۔ یہ یعنی ذرا بیش اریہ قوم سے چھین۔
چونکی ذات جو غیر اریوں کے مظلوم و متشدد سے بزوری میثے غلام بناتی کیوں وہ شودر ہے
جس کے کوئی انسانی حقوق نہیں۔ اس کا کام فقط غلامی اور خدمت ہے۔ اُس کی
جان و مال اور عزت و ناموس کا ماک بہمین ہے۔ کوئی نیکی یا اخلاقی شوور کی
ذلت کو گھٹایا جائیا نہیں سکتا جیسا کہ کوئی بہانی یا جرم بہمین کی عظمت و احترام کے
منافی نہیں۔ شوور کی پیدائش بہمین کے باوی کے نیچے سے ہوتی ہے لہذا وہ ہمیشہ
ہمیشہ ذمیل ولپست رہے گا۔

منوکے قانون نے بہمیت کا تسلیط قائم کر دیا۔ ہمیشہ کے لئے ذات پات کا
ایسا چکڑ چلایا جس سے لکھ کر ایک قوم کا فرد دوسری قوم میں داخل ہونے کا
مستحق نہیں رہتا۔ شادی بیاہ اور شہام معاشرتی معاملات میں یہ امتیاز ضروری
محضہ، غلامی کی آنحضرتی قسم قائم کی گئیں۔ جو سب ہر چھر کو غیر اریاؤں کے
گرد گھومتی ہیں۔ منوکے نزد یہ یہ لوگ غلام ہیں۔

۱۔ آریاؤں کے مفتوح لوگ۔

۲۔ خواراک کی شرط پر غلامی قبول کرنے والے۔

۳۔ کسی جرم کی سزا کے عوض غلامی قبول کرنے والے۔

- ۳۔ گھر کی خدمت کار دا سی کی اولاد رنوہ اُس کے خاوند سے ہوئی ہو یا لکھتے۔
- ۴۔ خریما ہوئا غلام۔
- ۵۔ مور دلی غلام، جو بیاپ دادا کی طرف سے وراشت میں ملے۔
- ۶۔ سُہ قسم کے غلاموں کی اولاد۔
- ۷۔ بھائت (غالباً) اپنی ذات کے ہندوؤں کا خدمت گزارہ ہے اور اپنی ذات کے حق سے عورت کو محروم رکھتا ہے۔ باپ کی وراشت صرف بڑا بیٹا ہے گا۔ وہ نہ تو تمیت کا باپ اور بھائی حقدار ہے۔ جو بچے اولاد میں اس کی وراشت صرف نام کا حق ہے۔ متو کے قافلوں میں مختلف جرام کی سزا یعنی یہ ع忿و تناصل کا طینا، پیٹ کا طینا، دونوں ہاتھ کا طینا، دونوں پاؤں کا طینا، دونوں کان کا طینا، دونوں آنکھیں پھوڑنا، ناک کا طینا، قتل کرنا، جان کا دادا املاک کی ضبطی بہمن اور وِدْوَان (عالم) ہر اکثر دبیشہ بہمن ہی ہوتا تھا؛ قتل کی سزا سے برہی ہے۔ سخت ضرورت کے وقت معقولی سزادی جائے یا علاحدہ بد کر دیا جائے۔ شود راگہ ایک ذہن میں زنا کے تواسے قتل کر دیا جائے یا بعض حالات میں جاندروجھیں کر آئے تناصل کاٹ دیا جائے۔ اعلیٰ ذات کے ہندو اپنے ہی دن کی ذات اپنی ہائی رضامندی سے زنا کریں تو معقولی سزادی جائے یا جرم ان کیا جائے۔ ویش اگر بہمن سے زنا کرے تو اس کی جان کا دضیط اور ایک سال قید۔ کشتہ کی واسی بحوم میں ایک ہزار روپیہ جرم ان اور گدھ کے پیش اب سے چار ابھر کا صفا یا کیا کام ہندو مذہب کی دورا صلاح و مریم کے تسلط اور ہندو محاشرے کی عدم مساوات نے اندر ہی اندر ایک نظرت کا طوفان بیا کر دیا۔ شود رپر جو مظاہم کئے جلتے تھے اور اسے حیوانیت سے بھی کم تر دیجئے پر جس طرح پہنچا دیا گیا تھا اس کے روی عمل کے طور پر ہندو مذہب میں پچھا اصلاحی تحریکیں بھی اعظیں۔ ان میں جنہیں اور جب خدمت قابل ذکر ہیں، ان دونوں نے ذات پات کی نفع کی اور انسانی مساوات کا انعروہ بلند کیا۔ گویا یہ غیر انسانی تقسیم کے خلاف ایک صدائے احتجاج بھی۔ پچھے دیر تک تو ہندو مذہب اور سماج کا اس بھرپور جھنڈی میں ہو گرہ گیا۔ مگر ہندو مذہبیت اور بہمنیت کو داد دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ اُس نے اصلاح کا رخ کسی اور طرف موڑ کر ان نئی تحریکوں کو ہٹرپ کر لیا۔ اور اپنے اندر ایسی کشش پیدا کر لیا کہ

یہ تحریکات ہند و مرت کا پچھے بھی نہ بگاڑ سکیں بلکہ اٹھا خود اُسی کا ایک حصہ بن کر رہ گئیں۔ آج ہندوستان کا ہر غیر مسلم۔ محدودے جنہوں کے سوا۔ ہندو کہلاتا ہے، چاہے وہ بُدھہ ہو یا یعنی یا شود ریا پچھے اور۔ حلاصلہ گفتگو یہ کہ برہنیت کا اثر دہا پھر از سر تو پھنس کارنے لگا اور اُس نے تمام اصلاحی آوازوں کا عملہ ختم کر دala۔

اس دو ریں ویدا نت کا فلسفہ ایجاد کیا گیا جس کی غرض وید مقدس اور برہن کا احترام از سر نو قائم کرنا تھا۔ اس فلسفے نے لوگوں کی توجہ مجرم سازی، بُت پرستی، اہنسا یعنی عدم تشدد و کی طرف موڑ دی۔ اہنسا کا اصول جیں یں اور بُھوں کی خوشنودی کے لئے واضح کیا گیا تھا جو جاندار کو ستانے اور گوشت خوری کے خلاف تھے۔ ہزار ہا سال تک ہندوؤں میں گوشت خوری اور جانداروں کی قربانی کا رواج رہا مگر جدید ہندو مذہب نے نئی احتجاجی آوازوں سے متاثر ہو کر اور انہیں خاموش کرنے کے لئے اسے بطور اصول داخل مذہب کر لیا قربانی۔ یعنی جاندار کی قربانی۔ موتوف کی گئی اور اس کی بسمائے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے پھل پھول، غلہ، شہد اور شراب وغیرہ کی نذر دینا زکار طبقہ جاری ہوا۔ گئے کی تقدیمیں کا قصویر پہانا ہے اور بعض قدیم تہذیب یہ ہوں مشکلایونا فی، مصری اور یمانی میں اس کا ثبوت ملتا ہے، مگر ہندوؤں نے اسے جو مجبود کا درجہ دیا ہے یہ جدید ہندو مرت کی ترمیم ہے، ویدوں کے دو ریں اس کا وجود نہیں ملتا۔

ہندو تسلیت جدید ہندو مذہب نے دیوتاؤں اور مجبودوں کی ایک تخلیت پیش کی ہے جس کا وجود قدیم ہندوؤں میں نہیں تھا۔ یہ تخلیت بہہما، وشنو اور شیتو پر مبنی ہے۔ اس تخلیت۔ یا گلام۔ کی کچھ تشریع یہ ہے:-

لقول ان کے خالق عالم ہے مگر پیدائش کے بعد کائنات کا اس سے ۱۔ **برہما** کوئی تعلق نہیں رہا۔ اب دنیا میں وشنو اور شیتو جی کا عمل داخل ہے۔ بعض ہندو فلسفوں کی رو سے برہما روح الارواح بھی ہے اور اُسی میں جذب ہو جانا مراجح النسائیت ہے۔ اعلیٰ درجے کی ارواح اُس میں جذب ہو کر اُس کا حصہ بن جاتی ہیں اور باقی جوں چکر دنیا سخ اداگون) میں پھنس کرنا معلوم ہے تک تکلیف اٹھاتی ہیں، تب کہیں جا کر انہیں از سر نو نیک اعمال کے باعث

بہرہجا میں جذب ہونے کا موقع تھا ہے۔ اس کا مجسمہ بڑا عجیب و غریب اور شنیدو
صنیفیں تھیں MYTHOLOGY کا شاہکار دکھائی دیتا ہے، اس کے چار سراوہر
چار ہاتھیں۔ ایک ہاتھ میں چھوڑ دوسرے میں لوٹا اور قربانی کا سامان، تیسرا
میں تیس اور چوتھے میں وید ہے۔ وہ راجہ ہنس پر سوار دکھایا جاتا ہے۔ اس کی
سرپاٹش کا مقام میر دینہ اڑاکھا ہے۔ اس کی بیوی سرسوئی دیوی ہے جو فنوں لطیفہ کی دیوی
ہے۔ ہندوؤں میں بہرہجا کی پوجا بہت کم ہوتی ہے۔ اور اُس کے نام کے مندر (مہد)
بھی بہت کم ہیں۔ ہندو چونکہ فطرۃ مادہ پرست اور بُزدل ہیں۔ اور ان کے حقیقتے
میں خلیقی کائنات کے بعد اُس کی نیکی بدھی دوسرے دیوتاؤں کے پردہ ہو جکی ہے۔
لہذا بہرہجا کی پوجا کا فائدہ بھی کیا ہے؟ کیوں نہ وشنو کی پوجا سے مال و دولت حاصل
کیا جائے اور شیو بھی کرپُرچ کر ان کے غنیظ و غضب سے بچا جائے؟

۷۔ وشنو: ہے۔ ہندو عقیقے میں سارے ہندو عقیقی پروردشکار آم چندر
اوڑ کرشن و بھیرہما اُسی کے اوتار (مظہر) تھے۔ وشنو انسانوں کے علاوہ کبھی نباتات
جیسا نبات تک میں ظہور گزتا ہے۔ کبھی عضلی کی شکل میں، کبھی کچھوٹے کی شکل میں، کبھی
سوئد کی شکل میں، کبھی فرستکھ کی صورت میں جو شیر اور انسان کی شکل سے مرکب ہے،
کبھی آدم کے درخت میں، کبھی رام چندر جی کی صورت میں، کبھی کرشن جی کی شکل ہیں،
کبھی مہاتما بُرھ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ بھی کافی اوتار ہاتھی ہے جو سوا چار لکھ
برس میں آئے گا۔ اس عقیدے کی رو سے مہاتما بُرھ کو ہندو مذهب میں سمودیا گی
اور بُرھوں کی ہمدردیاں حاصل کی گیں۔ وشنو مہاراج کی صورت یہ ہے کہ چار
ہاتھ ہیں، ایک میں سنتھ، دوسرے میں گروز، تیسرا میں چکر اور چوتھے میں کنول
کا چھوٹا اس کی سواری کا جا اور انسان اور پرندے کی مركب صورت میں ہے۔ اس
کی بیوی لکشمی ہے جو حسن و جمال اور مال و دولت کی دیوی ہے۔

وشنو مست ہندوؤں کا ایک خاص فرقہ ہے جس کا بانی رامائیخ سوامی جنوبی
ہند کا باشندہ تھا۔ اس فرقے کا دوسرا حصہ بنگال میں امٹا جس کا بانی کیا یا
نامی شخص تھا۔ اس نے رقص و سرود کو مرآقبہ کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ لوگ اسے
بھی وشنو کا اوتار کہ کرشن اور راقد ہاکی طرح پوچھتے ہیں۔ اس فرقے میں ذات پات
کی تمد نہیں، انسکارت کی بجائے مقامی زبانوں میں عبادت کرتے ہیں۔ جو

ہندو مانتے پر ترشول کی شکل سینہ صحتے بنائیں اور پھر چھڑ کے وہ وشنوت کا پیر دہنما ہے۔ ان دونوں وشنو فرتوں کے افادہ کے علاوہ بھی بے شمار ہندو وشنو کے پیغمباری ہیں، وشنو مندوں کی تعداد کافی ہے۔

3۔ شیو جی

اس کی پیشانی پر ایک تیسری آنکھ ہوتی ہے جسے ترلو چن کہا جاتا ہے۔ اس سے غنیظ و غضب کے شدید نکلتے ہیں، سکتے ہیں، عشق کا دیوتا کام ویسا اس کے غنیظ و غضب کا شکار ہو کر ایک مرتبہ جل گیا مقاوم اور پھر بڑی ہی مشکلات سے عالم وجود میں آسکا۔ شیو کی عملامت شید لنگ ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے۔ اسے سکتی پوجا رطاقت کی پوجا، کہا جاتا ہے۔ بعض مقامات سے پہاڑی عمارتوں یا گھنٹوں کی کھدائی کے وقت لنگ ہر آمد ہوا ہے۔ اس کی پیروی کا کام دیوبھی ہے جو پاکتی، اور آدمیوں کے کھلاتی ہے۔ ہمیں نام تین صفات کی بناء پڑتی ہیں۔ اے زندگی اور حوت کی دیوبھی کہا جاتا ہے۔ اس کی تصویر اور مجسم بڑا خوفناک ہے۔ زبان باہر کرنکلی ہوتی، رنگ کالا سیاہ، منہ کھلا ہوا، لگلے میں سانپوں اور کھوپڑیوں کا ہمار، انسانی لاشوں پر ناچھتی ہوئی دکھاتی ہاتی ہے۔ پچھاتیاں اور چہروں خون آلو دے ہے۔ افعا کی حیثیت ہیں وہ ایک رحلہ مان ہے۔ جس نے دونوں ہاتھ آٹھے کو چھپلا رکھے ہیں۔ درگا ایک غضب ناک حسین عورت ہے جو شیر پر سوار ہے۔ شید کے نام پر جھی کھی فرقے وجود میں آئے مثلاً پسون پار شیو سدھات، دنگاتی اور نثار۔ تیسرا جنوبی ہند میں اور چھھتا بگال میں پایا جاتا ہے۔ شیو جی کی اولاد بھی بتاتی ہاتی ہے۔ ایک بیٹے کا نام کارشکے ہے جو دیوتاؤں کے شکر کا پسر سالا رہے۔ دوسرا بھتیجی ہے جو ہاتھی اور انسان کا مرکب ہے۔

جدید ہندو مذہب — جو مقبول عام مذہب ہے اس میں ان تین دیوتاؤں کی مشیث کے علاوہ کچھ اور دیوتاؤں کی پوجا بھی ہوتی ہے، انہیں آپ شانوی دیوتا کا نام دے لیں مثلاً (۱) آلسپاریکس، جنت کی رقصاص عورتیں (۲) انسان اور بندے کا مجموعہ کتر دیوتا ہے آسمانی موسيقار رکھتے ہیں۔ (۳) ناگا یعنی سانپ (۴) وکرش دیوتا، درختوں کے حافظدار، یققش اور یکش، دولت کے دیوتاؤں، راکشس یعنی رہنمن اور بدمعاش مثلاً راؤں۔ علاوہ ازیں گھر، کھیت، تالاب، باغ، درخت، آبادی اور جنگل میں بھرے ہوئے بے شمار دیوتا میں جن کی کل تعداد ۷۰ کروڑ ہے!

لگائے کی پوچھا ویدوں کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ہزاروں سال تک اگائے پرستی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اتنا ضرور ہے کہ بعض لوگ جو یونانی اور مصری تہذیب و روایات یا الطوپھر سے روشناس ہوئے انہوں نے اس جانور کو مفہیم اور محبولاً سمجھ کر اس کی حفاظت کی۔ جدید ہندو مذہب میں لگائے پرستی کی شدت پائی جاتی ہے، اس سوال پر ہزاروں فضادات ہو چکے ہیں اور شاید لاکھوں جانشیں خدا ہو چکی ہیں۔ گاندھی جیسا پڑھا لکھا ہندو ولیم درجی کا گائے کا عظیم پیشاپ پی جاتے ہیں۔ بہر سورت بے شمار دیوتاؤں کی صفت میں گائے کا بھی اضافہ کریا گیا ہے۔ گائے پرستی ہر یا کسی اور حیوان، درخت، پتھر یا فرضی دیوتا کی پوچھا، اسلامی فقط نظر سے انسانی شرف و احترام کے خلاف ہے۔

ہندو مذہب کی ورن سسٹم یا ذات پات کی تقسیم | انسانوں کی مختلف طبقوں میں تقسیم فروسرے ممالک اور دوسری تہذیبوں میں بھی ٹلے گی مگر یہ تقسیم جن قواعد و ضوابط اور جن مقاصد کی مرہوں منت ہے، وہ ہندو سوسائٹی کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آتے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آریاؤں کے اس مملک میں فاتحاء و خلیل پرمتھی ای باوی کی طرف سے جس شدید مراحت کا سامنا ہوا اُس نے فاتحین کے لوں میں مفتلوں کے خلاف نفرت و حقارت اور عداوت کے شدید جذبات پیدا کر دیئے۔ حاکمت و سلطنت کی ذمہ داریاں بھلنے، اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھنے اور پیش آمدہ معاشرتی مسائل کے حل کی ضرورت کے پیش نظر بھی کچھ قواعد و ضوابط درکار تھے۔ ساہا سال کے تجویں کے بعد ہندو عالموں نے وہ فارمولہ ایجاد کیا ہے عرف عام میں (WORLD SYSTEM) کہا گیا ہے۔ اس سسٹم کی قانونی شرعاً منسوخ تھی میں ملتی ہے۔ آریاؤں کوئی طبقوں میں تقسیم کیا گیا؛ ہر ہمن، کشتیری اور دیش۔ ان تینوں کے حقوق و فرائض مقرر کئے گئے اور انہیں مذہبی سند سے سرفراز کرنے کے لئے ہر ہمن کو ہر ہماجی کے ہندسے، کشتیری کو بازوں سے اور دیش کو پیٹ سے پیدا شدہ بتایا گیا۔ مذہبی رسم کی ادائیگی بہ ہمیں کے سپرد ہوئی۔ حاکمت و سلطنت اور حرب و مذہب کے معاملات کشتیری کو سونپنے کے اور بھارت، صنعت و حرفت اور رعالت کے کاروبار کی ذمہ داری وکیل پڑا لی گئی۔ ظاہر ہے کہ تینوں طبقات کو جو کام دیئے گئے

تک دہ مہرزو محروم تھے اور ان کی خواہش و پسند کے مطابق۔ اب خدمت و چاکری اور غلامی کا محاصلہ باقی مظاہر ہی نہ آ ریا تو۔۔۔ شودر، اچھوت۔۔۔ کے پھر دہوآ۔۔۔ شودر کا لفظ یہی نظر ایگزی ہے جس سے حقارت ملپتی ہے۔ متوہجی کے مطابق شودر یہ چاہی کے پاؤں کے نیچے سے پیدا ہیتا ہے لہذا ہر قسم کے حق و ذمیل کام کرے گا۔ خدمت بجا لائے گا، غلط احتیاط احتیاط ہے گا، اور آریا ذؤں کی مسرت و راحت کے سامان۔۔۔ مہینا کرے گا۔ یہی اُس کی تھمت ہے جس پر اُسے شاکر رہنا چاہیے۔ اس کے سوادہ سی اور قسم کی زندگی کی آرزو کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کے لئے سخت سے سخت سزا یہی مقرر کی گئی، اس کی خودی کو مردہ کر دیا گیا تاکہ وہ کچھ اور سوچ ہی نہ سکے۔ شاید یہ انتہا ہے اس سے اس کنہا کا لیا گیا کہ اُس نے آریہ حلا ۲ دروں کی مراحت کیوں کی تھی؟

ذات پات کی تقسیم کا بندھن ہندوؤں میں ہنگامہ شدید ہے۔ بہت سے ہندو مکھی سرٹیخ کر رہے ہیں مگر اس بندھن کو توڑنہیں سکے۔ ہندو قوم صلحیں کی پوچاڑ بخشی کرتی ہے، انہیں ہمہ تما بھی محشرتی ہے اور خدا کی کادر جو دے کر ان کے بت بھی ستابی ہے۔ مگر مساوات کے سلسلے میں ان کی بات سننے کو ہرگز تیار نہیں ہوتی۔ ماٹی قریب میں گاندھی کی مشاہدہ سامنے ہے۔ اس شخص نے ہندو قوم کو پستی کے گروہ سے نکال کر سخت حکمرت پرلا بٹھایا، قوم نے اسے ہمہ اتنا، بالپا اور خدا جانے کیا ایسا احتجاب دیتے ہیں ان اس کی بات نہیں مانی اور آخر کار وہ ایک منصب ہندو نا مختار امام کی گولی کا شکار ہو گیا۔

ہندو مذہب کے فلسفیانہ نظام | چیز کو بنایا جاسکتا ہے، لیکن ہندو مذہب کے حوالے سے جب ہم فلسفہ کی بات کرتے ہیں تو ہم چیزیں خاص طور پر مد نظر رہتی ہیں، ۱۔ معاشرت، ۲۔ تصرف، ۳۔ خالص مذہبی مباحثت۔ ہندوؤں میں فلسفے کی بھروسہ ہے، اور اس کے بہت سے نظام و ضع کئے گئے ہیں۔ سبب اس کا یہ سمجھی میں آتا ہے کہ اس مذہب کا کوئی متعین عقیدہ، نظام حیات، متعین مذہبی عبادات و رسوم نہیں ہیں۔ لہذا بار بار تہذیبی و معاشرتی خلپا پیدا ہوتا رہا اور بار بار عوام کو کسی اور طرف لگانے، انہیں بہلانے، ان کی توجہ اصل مسائل سے پھرنسے کی ضرورت پیش آتی رہی۔ شاید یہی سبب ہے کہ ان فلسفیاءں نظاموں میں معروف محتوں میں اہمیات کا عنصر برائے نامہ ہے۔ دیوارالائی خرافات بہت ہیں

اور پیچیدگی بے حد و حساب پائی جاتی ہے۔ ان فلسفوں میں سے بعض میں مکمل اور بعض میں جزوی ممانعت بھی موجود ہے، مگر کوئی مرکزی عقیدہ اور مرکزی شخصیت نہ ہنسکے باعث جس کمی کو بھی موقع ملا اس نے ایک فلسفہ گھیر لیا اور اس کی اشاعت شروع کر دی۔ مندرجہ ذیل فلسفے زیادہ معروف ہیں۔

نیائے کا فلسفہ۔ نیائے کا لفظ معنی عدل وال صاف ہے۔ اس کا مقابلہ

۱۔ نیائے کا فلسفہ۔ نیائے (بے الشائی) ہے۔ اس فلسفے کا بانی گوتم نامی ایک شخص تھا۔ گوتم بودھ کے علاوہ۔ جس نے نیائے سوتو آنامی کتاب میں اس فلسفے کی شرح و تفصیل لکھی ہے۔ اس کی نیایا دہلی ہموم منطق واستدلال پر ہوتی ہے۔ لیکن بحث لائی جانے والی چیزوں میں عقل، نفس، جان، روح و راحت کو ہمیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اس کے مباحثہ ہیں: مادہ، مابعد الطیبیعات، تنازع اور زمان و مکان۔ یہ فلسفہ خدا کو خالق نہیں مانتا لیکن زندہ اور زندگی دیسے والا اور پھر موت لانے والا ضرور مانتا ہے۔

۲۔ روح کا فلسفہ۔ روح پر بحث ہوتی ہے، مادیات کو زیادہ تر بیان کیا جاتا ہے اور مابعد الطیبیعات کو کم۔ روح اور مادہ دونوں کو حقیقت مانتا ہے، دونوں ایک الگ ہیں مگر ان میں تعاون نہیں۔ زیادہ مباحثت نفس، جان، آسمان، ہمرا، پانی، منی روشنی اور زمان و مکان کے پائے جاتے ہیں۔

۳۔ سانکھیا۔ اس فلسفے کا مبنی اعظم کسیلایا کیسا گردھتا۔ اس کے نزدیک روح دو نوں میں سمجھوتہ ہے حیات ہے، جب دونوں جہاں ہو جائیں تو موت اور فنا ہے۔ مادے کا جو ہر چیز اکرتی یا پرکرتی ہے جو تین حصوں میں بٹ کر اس کو زندگی دیتی ہے، سُنہ بُن و تعلل کا۔ فلسفہ عملی نہیں مخفی خیالی و نظری ہے۔ اس میں خدا کوئی تصور لفیا یا اشبتاً نہیں پایا جاتا۔ روح اور مادہ ہر دو قدمی ہیں اور کائنات میں انہی کی فرمائروائی ہے۔

۴۔ یوگ کا فلسفہ۔ یہ فلسفہ عملی ہے جس میں اصول صحت، طریقہ ہائے ریاضت صفا آئی، نظر جانے کے مشق، سانس روکنے اور پھر نفس محکم دلائل و برائین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چلانے کی مشتی، دماغی و ذہنی ریاضت، سعادتی لگانا، برہم چاریہ (عفت و پاکہ منی) کے طریقے تباہے گئے ہیں۔ مشق و ریاضت سے جوگی اور رابطہ لوگ بھی بیک و غریب شعبدول کا انطباق رکھتے ہیں۔ اس فلسفے میں خدا کا تصویر موجود ہے، علاوه ازین حق بولنا (ستیہ) اور اہنا (عدم آشید) پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اس کی رو سے سعادتی لگانا کر دینا و مافہما سے غافل ہونا اور خدا میں مکن ہونا جانا ہی بڑا کمال ہے۔ جس سے آخر کار انسان کو بہت اونچا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ یوں کیسے کہ یہ فلسفہ رسانیت و ریاضت کی (SYSTEMATIC) تعلیم دیتا ہے۔ پتچلی نامی کسی ماہر سہند و فلاسفہ نے پتچلی سوترا نامی کتاب میں اس فلسفے کے مبادیات و مبادثت بیان کئے ہیں۔

۵۔ مہما سہ کا فلسفہ کسی دیدوں میں غالباً دیدوں کی گرفت سہند و معاشرے پرست طھیلی پڑتی نظر آتی ہو گی جو اس مستقل فلسفے کے قیام کا باعث بنی۔ اس میں دیدوں کی عظمت و تقدیس پر بحث کی گئی ہے۔ دیدا خود مقدس رہیں گے کی زبان سے ادا ہوتے تھے۔ ان کے اوامر و نواہی کا ماننا ہی مسرت و سنجات کا سبب ہے۔ اس فلسفے کی رو سے: ۱۔ خدا کوئی چیز نہیں۔ ۲۔ کائنات ایک زندہ حقیقت ہے۔ ۳۔ ادعا حقدم ہیں۔ ۴۔ دیدوں کی تعلیم برق ہے اور اس سے اذلی و اہدی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اس فلسفے کا بانی جسی نامی کوئی سہند و فلاسفہ تھا۔

۶۔ کرم کا فلسفہ کرم کا معنی عمل ہے اور مراد اس سے قربانی ہے۔ اس فلسفے کی رو سے جب تک اچھے عمل نہ کئے جائیں جو نی چکڑ رہا ہے کے عمل سے سنجات ممکن نہیں۔ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ گیان و صیان کی ضرورت ہے۔ صرف اسی طرح کوئی گروج برہنگار روح الارواح میں جذب ہونے کی قابلیت پیدا کر سکتی ہے۔

۷۔ دیدا نت کا فلسفہ اسے آپ سہند و تصوف کا نام دے سکتے ہیں۔ اپنے دیدوں کی تفہیر و تشریع ہے اور یہ فلسفہ اسی پر مبنی ہے۔ اس میں وحدت الوجود پر زور دیا گیا ہے۔ ”هر چیز میں خدا ہے لہذا اس کو بھی پُر جو دراصل تم خدا کے پھر اسی ہو۔“ دیدا نت کا فلسفہ دوسرے سب سہند و فلسفوں پر غالب آ گیا ہے۔ اور اس سے سہند و سوسائٹی کو جو فائدہ ملا دہ آن کا باہمی اتحاد ہے۔

۱۔ تناسخ ادوات۔ ۲۔ روح
ہندو مذہب کے بعض خاص امتیازی مسائل | کی قدامت۔ ۳۔ مادہ کی قدمت
 (۴) بہت پرستی۔ ۵۔ مخلوق پرستی۔ ۶۔ دہم و خرافات کی کثرت۔ ۷۔ ذات پات کا شدید
 اور جعلی خداوں کی کثرت۔ ۸۔ بہ عین کی تقدیم و فضیلت۔ ۹۔ ذات پات کا شدید
 بندھن۔ ۱۰۔ غیر اسلامیوں سے شدید نظرت و عداوت۔ ۱۱۔ کوئی متعین عقیدہ نہیں۔
 ۱۲۔ کوئی متعین رہنا نہیں۔ ۱۳۔ کوئی متعین عمل نہیں۔ ۱۴۔ بھوت پرست، جادا اور
 ٹھنے توکے پر اعتقاد۔ ۱۵۔ فرضی حکایات اور دیوارالائی اफزاروں کا مجموعہ ہے۔ ۱۶۔ وحدت
 محبود اور توحید کا کوئی تصور نہیں۔ ۱۷۔ کوئی متعین کتاب نہیں۔ ۱۸۔ جواہر و سنوارے
 اعمال کا کوئی واضح اور متعین عقیدہ نہیں۔ ۱۹۔ آریہ قوم اور ہندو مذہب کی کوئی ناسخ
 نہیں۔

ہندو مذہب میں اصلی تحریکات | پات کے ظالماء بندھن کے جو غیر
 فطری اور متشدد وانہ اصول پائے جاتے ہیں ان کے خلاف دیسے تو کتنی بار احتجاجی
 تحریکات اٹھیں گے اس سخت جان سوسائٹی کی داد دینی چاہیے کہ یا تو اس نے ان
 تحریکوں کو سرے سے منڈالا اور یا بھرا نہیں اپنا کر اپنے اندر جذب کر لیا۔ پہلی قسم
 کی تحریک کی مثال بُدھ مذہب ہے۔ ایک زمانے میں متعدد ہندوستان پر اس کی
 حکومت بھی رہ چکی ہے۔ لیکن آج ہج ہندوستان میں بُدھوں کی تعداد بہت کم ہے اور
 بُدھ ملت اپنے اصلی وطن نیپال اور بھوٹان وغیرہ میں سمشن پر بھروسہ ہو چکا ہے۔
 دوسری قسم کی تحریکیں دراصل متعدد ہندوستان میں مسلمانوں کے داخلے اور اسلام
 کی تیزی سے اشاعت کے بعد اٹھیں۔ ممکن ہے ان میں سے بعض تحریکیں واقعی ہندو
 سوسائٹی کی اصلاح چاہتی ہوں مگر بعض کاملاً نظر صرف یہ رہا ہے کہ ہندو مذہب
 کو اسلام کی زد سے بچایا جائے۔ اسلام ایک عام فہم اور سادہ دین کا نام ہے
 جو سہ شخص کی سمجھ میں فوراً آ جاتا ہے۔ اس کی توحید و مسادات کی تعلیم پر کشش
 ہے۔ علم و ستم کے تحت پسے ہوئے طبقے اس میں اپنی سنبھات تصور کرتے ہیں۔ آج
 پاکستان بزرگ دیش اور ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ لاکروں سے کمی طرح
 کم نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب لوگ باہر سے گرفتار ہے۔ یہیں کے باشندوں
 نے اسلام کی فطری تعلیم کو بخوبی قبول کیا اور یہ ملک ایک مشترک ملک کے بجائے

مسلم علاقہ کہلانے لگا۔ اسلام کی تیزی سے اشاعت کو دیکھ کر ہندوؤں کے پڑھے
لکھے بیٹھے۔ بالخصوص برہمن اور کشتھی۔ برکھلا گئے۔ انہوں نے ہندو و مذہب
میں اصلاح و ترمیم کونا گزیر سمجھا۔ بالخصوص نسلی تقصیب اور ذات پات کے غیر انسانی
افیاز کو مٹانا یا کماز کہ پالکا کرنا ضروری خیال کیا گیا۔ اگر یہ تمدابرا اختیار نہ کی جائیں
تو اچ تاریخ یقیناً مختلف ہوتی۔ خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ یہ اصلاحی تحریکات اسلام
کے سجاوی یا سلبی اثر کے پیش نظر برپا ہوئیں۔ ذیل میں ان تحریکات کا مختصر جائزہ پیش
کیا جاتا ہے۔

شیکر اچاریہ کی تحریک [شیکر اچاریہ کے آخریں پیدا ہوا۔ ہند کے ساحلی علاقے میں]
یہ ذات کا برہمن تھا۔ مالا بار کے ساحلی علاقے میں
اس وقت عرب تاجروں کی پکڑت آمد و رفت اور ساحلی علاقوں میں ان کی بعض
حکومتیں قائم ہو جانے کے باعث اسلام سے پوری طرح آشنا ہو چکے تھے۔ شیکر اچاریہ
ذہین برہمن تھا۔ اس کے سامنے دو رہن کھلی عقین۔ ایک یہ کہ اسلام کی پرکشش اور
سادہ تعلیم کو قبول کرے اور وسری یہ کہ اس تعلیم کے اخراجات جو تیزی سے ہندوؤں
اور بُڑھوں میں پھیل رہے تھے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے کہ بستہ ہو جائے۔ اس
نے دوسرا استراحتیار کیا اور ہندو دھرم کو اسلام کی بیخار سے بچانے کے لئے
اصلاح کا پیڑا اٹھایا۔ وہ سارے ملک میں گھومنا پھرا، ویسح علم و تجربہ حاصل کیا،
ہندو و مذہب کی کتابوں پر حلشیہ اور تفاسیر لکھیں۔ پھر ہند کے چاروں اطراف
میں چار خانقاہیں۔ منٹھے۔ قامیں کیں۔ گویا یہ چار موڑ پرے تھے جو اس نے
ہندو دھرم کی حفاظت کے لئے بنائے تھے۔ اس کی تعلیم میں توحید کا عنصر نہیاں
مختا جو واضح طور پر اسلامی اخراجات کا تیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے سامنے ساخت
وہ دنیا کر دیا۔ حرمن و دولت۔ کہتا تھا اور اس کی حقیقت کا نام برہمنا رکھتا
تھا۔ اس کے ہاں سب انسان اس حقیقت کے اجزائیں۔ گویا اس طرح وہ ہندو
وحدت آر جو دکا بھی قائل تھا۔ اس نے ہندوؤں کو ایک ویدک دھرم میں جمع ہونے
کی دعوت دی اور ترک دنیا کا درس دیا۔

سوامی رامانج [میں پیدا ہوا]، شیکر اچاریہ کے شاگردوں سے علم حاصل کیا مگر
آن سے اختلاف رائے کی بناء پر الگ ہو گیا۔ وہ مایا کے نظریے کا مخالف تھا۔

تو حیجید الہی کا شدت۔ سے قائل تھا اور خدا کو سب اپنی صفات کا حامل بتانا تھا، روح و مادہ کو مخلوق مکھڑتا تھا۔ اس کے سامنہ سامنہ ہند و مذہب کے اقتار کے عقیدے کا بھی قائل تھا اور ذاں پات کے نظریے کو مانع تھا مگر شورروں کے کچھ حقوق مثلاً حق عبادت کا بھی داعی تھا۔ اُس نے تو حیجید کے سامنہ رواہی، مساوات اور بست پرستی کی شدید مخالفت کو اپنامذہب قرار دیا۔ نجات کے لئے عبادت و ریاضت کو لازم مٹھرا دیا۔ اس کی تعلیمات میں تناسخ و یعنیہ ہند و عقائد کا ذکر نہیں ملتا۔

رمانند کی تحریک شکر اچاریہ اور رامنچ کی تحریکوں کا گہرہ مطالعہ کیا اور انہی کی طرز پر ذات پات کے خلاف تحریک چلائی۔ آلم ۲ باد کا رہنے والا تھا اس کا زمانہ ۱۸۹۶ء ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کے مشہور و معروف شاگردوں نے اس کی تحریک کو اسے بڑھایا۔ ان کے نام پیاریں، سور واس، شکری واس، بھگت کیر واس پیش دیجو اور نادا جی۔ یہ لوگ ملی تھسب کے علاوہ بست پرستی کے بھی خلاف تھے اور توحید کا درس دیتے تھے۔

بابا گرو نانک صلح لا ہگو میں تلوینی نامی گاؤں کے کام کھڑی کے ہاں پیدا ہوا۔ شروع سے صلح کی اور سادھو نمش تھا۔ اس کے استادوں میں مسلمان بھی شامل تھے۔ تعلیم یافتہ مذہما مگر فلاسفہ قسم کا درویش آدمی تھا۔ عمر بھر سیہ رو سیاحت اور مختلف ادیان و مذاہب کے بزرگوں کی ملاقات میں لگا رہا۔ اس کا عارفانہ کلام بہت پرمخترا اور جام جسے۔ اسی زمانے میں سید علی ہمچوئی، بابا فرید، سید جلال الدین بخاری جیسے مشہور صوفی بزرگ اس سر زمین پر موجود تھے۔ نانک نے ان سے ملاقاتیں کیں اور ان کی تاثیر سے ان کے خیالات اور کلام میں اسلامی اثر جھلکنے لگا۔ گرو نانک نے مسلم اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کی اور کجھ اللہ کا حج بھی کیا۔ ان کی زندگی ہی میں ہندو و مسلمان ہر دو اقوام بابا نانک بنا پانی اپنا حق جانتے لگی تھیں۔ گرنچھہ جو سکھ مذہب کی مقدس ترین کتاب ہے اس میں مسلمان بزرگوں میں شلا بابا فرید، حضرت میان میر وغیرہماں کے مخلفات بھی درج ہیں۔ بابا نانک نے ارکان اسلام کی تعریف و توصیف اور عقائد اسلام کی تصدیق میں بہت کچھ کہا ہے۔ بابا نانک اگر مسلمان نہیں تو کم از کم اسلامی عقائد و اعمال کے رہنمی میں رہنگے ہرئے ایک صلح کل درویش ضرور تھے اور ان کی تعلیم پر اسلام کی گہری چھاپ بالکل واضح ہے۔

ست نامی فرقہ اس فرقہ کا بانی ایک مشہور ہندو سادھو پیر شجاعی ممتاز جو مشرقی پنجاب میں سیدھا ہار میں پیدا ہوا۔ یہ ایک موحد شخص تھا اور اسلامی تعلیمات سے بہت متاثر فخر آتا ہے۔ ست نامی غیر متصحّب اور رذات پات کے پلکت سے آزاد ہیں۔ ان کی اصولی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان (۲) خوش اخلاقی اور زہد و پرہیز کاری (یہ) بد اخلاقیوں مشلاً جھوٹ، چوری، بد نظری اور بڑی سوچ سے گریز کرنا (۳) زبان کو لغو کلام سے اور کان کو فضول باتوں کے سُنْشَنَس سے بچانا (۴) حرص سے پرہیز کرنا (۵) ذات پات کے تھبب سے گریز کرنا (۶) ہمیشہ سفید لباس پہننا (۷) نش آور چیزوں سے محمل پرہیز کرنا (۸) قتل و غارت اور لڑت کھوسٹ سے پرہیز کرنا۔ (۹) شادی کرنا مگر صرف ایک بیوی پر اتفاق کرنا اور یہ کمر دعورت سے افضل ہے۔ (۱۰) ہمادہ زندگی بسر کرنا اور خود شانی، عز و راد مکبرے سے پرہیز (۱۱) جادو، لرنے مولکے، بد فکری اور دہم و خرافات سے گریز کرنا۔

موصل داس کرم چندر گاندھی متمدہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں گلہجی کا نام ہمیشہ مشہور رہے گا۔ اس شخص نے ہندو قوم کو باہم ترقی پر پہنچانے اور اسے آزادی دلاتے ہیں بے پناہ جدوجہد کی۔ گاندھی بھارت کا ٹھیڈ لالہی ۱۸۶۹ء میں پیدا ہئے تھے قانون میں بارائیٹ لارکرنے کے بعد نیم مذہبی نیم سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ہمیشہ ایک لگوٹی ٹھندا دھوٹی ہاندھتے رہے۔ عدم تشدید اور سنتیتی اس کے مشہور اصول سنتے۔ جنہیں انہوں نے سیاست میں بھی داخل کیا۔ ہم، دو قوم کی سر بلندی کے ساتھ ساتھ وہ آزادی و طن کے لئے ہندو و مسلم اتحاد کے بھی حامی تھے۔ ذات پات کے شدید مخالف تھے۔ ہندو قوم نے انہیں تھاما کیا، ان کی موت کی پوچش کی، انہیں باپو کا نام دیا مگر آخر کار ایک ہندو نا مختار امام کا ڈ سے نے ہی انہیں در مسلم دوستی کے جرم میں گولی کا نشانہ بنایا۔ آج ہندو قوم کو جو اقتدار اور حکومت کا حجت حاصل ہے اس میں گاندھی کی کوششوں کا بڑا حصہ رہا ہے۔

برباد موسماج اس فرقے کا بانی رام موحسن راستے بہت بڑا عالم و فاضل تھا۔ اس نے ہندی و سنسکرت کے علاوہ عربی و فارسی کی تعلیم بھی پائی تھی۔ ہندوستان کے صوبہ بہار میں ایک محزر بہمن خاندان میں پیدا ہوا۔

وہ شروع سے بت پرستی کا خالق ملت اور لوگوں سے ہی اس کا تذکرہ تاریخ متعالیٰ زبانوں کے علاوہ انگلی بزدی، فریج و لاطینی اور ہجری کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ اس پیدائش ۲۷۱ء اور سن وفات ۴۵۸ھ سے ہے۔ وہ مورقی پوچھا کا شدید خلاف اور توحید الہی کا قائل تھا۔ ذات پات کا شدید دشمن تھا۔ برہمن ہونے کے باوجود مساواتِ انسانی کا علم برداشت تھا۔ اسی کی کوششوں سے سنت جیسی خالماں اور عورت کے حقوق کی نفع کرنے والی رسم بندہ ہوئی۔ پڑھ لکھے ہندو رام موصن رائے کے خیالات و نظریات سے بہت متاثر تھے۔ وہ کثرت ازدواج اور بچپن کی شادی کا بھی خالق تھا۔ رام موصن رائے کی موت کے بعد وہ نذر نامنحہ میگر برہمن سماج کا سربراہ ہوا۔ اس سے نزدیک بت پرستی خلافِ عقل و فہم تھی۔ وہ ویدوں کو بھی خالی از نفس نہیں جانتا تھا۔ برہمن سماج والوں کو عبادت کا کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے کی آزادی تھی۔ بشر طیک عبادات فقط اللہ کی ہے۔ میگر کسے سماج کی خلاف کی قیادت میں کیش پندرہین کا بھی بڑا حصہ تھا۔ سین سماج کے دوسرا معرف نظریہ برہمن سماج کی اشاعت کے علاوہ بیڑاؤں کی شادی پر نور دیتا تھا۔ بت پرستی کا خالق اور توحید خداد نہی کا حامی تھا۔ اس نے مختلف ذائقہ بلکہ فرقوں کے درمیان شادی بیان کا اصول قائم کیا۔ بعد میں میگر کسے سماج اس کے کچھ اختلافات پر بُکھرے اور سماج و حضور میں بٹ گئی۔ سین سماج کے نظام اور عقاید کو مزید وسعت دی۔ اور ہر نذر سبب و ملت کے لوگوں پر اس کے دروازے کھول دیئے۔ مشترقِ عمالک کے علاوہ بعض مغربی عمالک بلکہ امریکہ میں بھی برہمن سماج کی شیخیت ہوئی اور سین نے خود مغربی عمالک کے دروازے کئے۔ برہمن سماج کی تحریک ایک آزاد خیال فلسفیہ نہ قسم کی تحریک تھی۔ اس میں توحید الہی پر نزدیکیا جاتا تھا۔

اس فرقے کا بانی سوامی دیانند سرسوتی ۱۸۲۴ء-۱۸۸۳ء بھارت کا ملیخا وارث کے آریہ سماج ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوا۔ بھین میں گھر سے نکل بجا گا اور نہ بھی تیلہم حاصل کی۔ کافی مطالعہ اور عور و فکر کے بعد بت پرستی کے خلاف اور اصلی وید ک، دھرم کو زندہ کرنے کے ارادے سے، آریہ سماج نامی تحریک جاری کی۔ سوامی دیانند کی سرگرمیوں، خیالات اور کتابوں سے پڑھتا ہے کہ وہ دوسرے نہ ایسے بانجھوں اسلام کے شدید خلاف تھے۔ انہوں نے مذاہبِ عالم کا تذکرہ ادا نہیں کیا ہے۔ ان کے زمانے میں متحده ہندوستان کی ہر آبادی میں فرقہ دارانہ اور منصبانہ نہ ہی مناطقے شروع ہوئے۔ ان کی تحریک کا انداز جارحانہ تھا۔ یتجمد یہ ہوا کہ اسلام اور رسول خدا اصلی اللہ ملی و سلم کو غلیظ گالیاں دی جانے لگیں۔ مسلمانوں میں شدید اشتھان پیدا ہوا۔ اور بعض جو شیئے نوجوانوں نے آریہ سماج کے بعض سرگرم اور بے لگام لیڈروں مثلاً شردہ بانشدہ، نیکسرا اور راجپھال کو دن دھاڑے ملکے مختلف مقامات

پر ملکانے لگا دیا۔ یہ انگریزی حکومت کا دو راستہ کام تھا۔ مقامی آبادی کی بھی کشمکش حکومت کے سختی میں جاتی تھی۔ اس سلطنتی حکومت نے ہوشیاری اور سیاست دانی کے تقاضوں کے پیش نظر اس مناقشت کی درپرده حکامت بلکہ سرپرستی کی۔ داشمند دل کا خیال ہے کہ سوائی دیانت سرسوتی اور مرزا غلام آحمد قادریانی ہر دو کو حکومت و وقت کی خوشنودی اور سرپرستی حاصل تھی۔ تاکہ وہ غیر ہی کھٹ پچٹ جاری رکھیں اور خیر ملک حکومت کی خبریوں مصبوط ہوں۔ سوائی دیانت کے ویدوں کی شرح لکھی اور ایک مشہور کتاب تیار تھا پر کاش میں تمام نہایت کا کھنڈن (درقا) کیا۔ اس کتاب کے چودھویں باب میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر بڑے رکیاں اور نار ول حلے کے لئے رسمتے۔ علماء نے اس کتاب کا مدلل اور متوازن جواب لکھا۔ اریہ سماج مرتفع چاروں دیدوں کو مانتی ہے۔ اور سوائی دیانت کے ویدوں کی منافی شرح و تفسیر کی ہے۔ جس پر انہیں بڑا اصرار بھی تھا۔ ذات بات کی قیمت سماج کے نزدیک غلط تھی۔ علم کے دروازے ہر شخص پر کھوئے گئے۔ بت پرستی، ولیوی دیوتا، اوتار وغیرہ خاص سینہ و مسائل کا رتو کیا۔ اور توحید کا اعلان کیا۔ تکریخ اکاپ مانند کے سماج سماحت وہ روح اور مادہ کی قدامت کی تھی قائل تھی۔ پس اگر روح اور مادہ ہر دو قید ہیں تو خلوق نہ ہو سکے۔ اس طرح ایک خدا کی توحید فائم نہ رہی۔ اور کم و بیش تین خدانا بات ہوئے۔ علاوه ازیں سماج تناسخ جیسے غیر عقلی نظریے کو صھی مانتی ہے۔

جنین مت جین مت آج کل ہندو مذہب کا حصہ شمار ہوتا ہے۔ جینوں کو بالعموم ہندو اسیں ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور مردم شماری میں وہ ہمیشہ ہندوؤں کے ساختگانے کے ہیں اس میں شاکنہیں کو نسبت ہر سفر کے لحاظ سے یہ ایک الگ مذہب تھا۔ مگر ہندو سوسائٹی کا اثر ہا جس طرح مختلف ادوار میں کئی مذاہب کو پڑپ کر جاتا رہا ہے۔ اور اب وہ اپنی الفرادیت مٹا کر ہندوؤں کا ایک جزو بن چکے ہیں۔ اس طرح جینی صہی اس اثر کا شکار ہوئے۔ اب ان کی الفرادیت اور امتیاز کو پہچانا مشکل ہے۔ جین مت سینہ وستان کے قدم مذاہب میں سے ہے۔ اس کے پیروؤں کے لفظ اس مذہب میں ۲۰۰۰ مقرر تھا۔ رہنماء ہوئے ہیں جن کی ہمیں قدیمت ادیانیات کے متعلق کئی مبالغہ امیز دیوالی مالی حکایات مشہور ہیں۔ آخری دو رہنماء پر سوانح اور ہمہ آور ہمہ مت صروف ہیں۔ ان سے پہلے کے رہنماؤں کے حالت پر نظمت دلگانی کے دینے پر دے پڑھے ہوئے ہیں۔ پرستونا تھا کاماندہ ویں صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ وہ بنارس کے ایک کشتھی راجہ کا بھی تھا۔ عیش و عشرت کی زندگی سے منور کرام نے رہیا نیت اختیا کی۔ کافی عرصہ ریاست اور سیاست کے بعد ہر روان پایا اور پھر عدم تشدد، صداقت اور خوبی۔ اخلاقی کامیابیں کو ظاہر ہو جاؤ۔

جینیوں کا سامنہ والی رہنمائی اور مہما ویرحتا۔ وہ منشیہ قبل مسیح میں سندھستان کے شہر پنڈ کے قریب ایک کشتی خاندان میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک بڑے قبیلہ کا سردار تھا۔ اور ماں کا نعلق جبی مگر دیش کے شاہی کشتی خاندان سے تھا۔ مہما ویرہ نے تین سال کی عمر میں رسایت اختیار کی اور بارہ سال کا باتل عربیاں لے رہا۔ پھر ایک دریا کے کنارے کے ۳۲ سال کی عمر میں سے صرفت اور گیان حاصل ہو گیا۔ اس نے خواہشاتِ دنیوی پر فتح حاصل کی تھی۔ اس نے جیفی (فارغ) کیا گیا اور سیہی نام اس کے پیروکاروں نے اپنایا۔ مہما ویرہ کے فلسفہ ہمیز زبان دو طرح سے حاصل ہر سکتا ہے۔ ایک طریقہ منی ہے اور دوسرا مشتبہ ہے منفی یہ کہ دھکہ کا منبع خواہشات ہیں۔ جب خواہشات کو مٹا دیں تو دھکہ مٹ جائے گا۔ اور دل صرفت سے ہر پڑھ پڑھ جائے گا۔ مشتبہ طریقہ یہ ہے کہ عقیدے، علم اور عمل کو درست کیا جائے۔ عمل کی درستی پاچخ باتوں سے ہوگی۔

۱۔ اہنسایا اہنسا د عدم تشدید کسی جاندار کو تکلیف نہ دینا، بلکہ نباتات تک کو تکلیف دینے سے گہریز کرنا۔

- ۲۔ سیاست بختی راست بازی، قول و فعل یہ صدق و راستی اختیار کرنا۔
- ۳۔ کسبِ حلال، رزق حاصل کرنے کے ناجائز طریقوں سے پر ہریز کرنا۔
- ۴۔ برہمنیاریا میں پاکی ایسا شر نہ گزارنا۔

۵۔ اپری گزارہ مادی لذتوں پر نبلد پانا اور حواسِ خس کو کنڑوں میں رکھنا۔

جیں مت کا لفڑی پھر بارہ کتابوں پر مشتمل ہے جنہیں انگلیس بکتے ہیں۔ پہلے پہل یہ مت بڑا سا وہ تھا۔ اس کی بنیاد عبادت و ریاضت پر نہیں بلکہ تزویہ نفس پر منی۔ بوئی عبادت کا ہمیں ہوتی منی۔ آجستہ آہستہ مندر اور مجدد تعمیر ہوئے۔ جس میں اپنے ہو رگوں اور رہنماؤں کے عجائب رکھے گئے۔ پھر ان کی پوچشا شروع ہو گئی۔ اور یہ مذہب بھی سندھ و دھرم کی ماں مورتی پوچھ کے پکر میں پھنس کر رہا گیا۔ جینیوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک تارک الدنیا سادھوا اور دوسرا سے دنیا دار کاروباری لوگ۔ سندھ و دوں کی ماں دنیو اور آغاون کے بھی فالی ہیں۔ لکھتی اشانتی اور قیوان کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی آغاون کے پکر سے چھوٹ جائے۔ پر صرف اچھے اعمال سے ہو سکتے ہے۔

جیں مت کا گہرا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں ایک طرف تو سندھ و دھرم سے کافی مشاہد پائی جاتی ہے مثلاً مندر و دوں میں مورتی پوچھا کرنا، آغاون پر یقین رکھنا اور دوسری طرف اس میں بُعدِ دھرم سے کافی مشاہد ہوتی ہے۔ مشکلاً عدم تشدید، سیہی خواہشات

کو مٹا کر یا ان پر غسل حاصل کر کے نزد ان سنجات - پانا - بُدھ مت اور جین مت کا نہاد بھی تقریباً ایک ہے۔ دونوں میں ذات پات کی تفہیق کی فنی پائی جاتی ہے۔ گیا دنوں برہنیت سے سنجات کے خواہاں تھے۔

بُدھ مذہب

بُدھ مذہب سب سے زیادہ طاقتور اور بلند آواز ہمارا تباہ بُدھ کی حقیقی۔ ہندو سوسائٹی کے خلاف فطرت اصول اور ہندو مذہب کے بیچ دریچ فلسفوں کے خلاف بُدھ سے پہلے بھی کئی آوازیں بلند ہوئیں مگر وہ وسیع و عریض ہندو غلبے کے گرد میں گوش کر خاموش ہو گیئیں۔ بقول جواہر محل نہر و ہندو مذہب کا ناپیدا کنار دریا سب اصلاحی آوازوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا رہا۔ مگر بُدھ کی آواز نے کافی عرصے تک ہندو سوسائٹی کے وسیع جنگل میں ہنکڑ چاٹے رکھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ مقدہ ہندوستان میں سپر طرف بُدھ ہی بُدھ نظر آتے تھے۔ بُدھوں کی حکومتیں قائم ہوئیں اور پچھرے تک دنیا نے برہنیت کے ظلم و ستم سے سنجات پاتے رکھی۔ مگر آہستہ آہستہ یہ اثر وہاں پھر نہیں مدد ہو شکی کیونکہ کیفیت سے ہو شایر ہوا اور بُدھ مذہب کو نہیں لگا۔ اب ہندوستان میں چند لاکھ بُدھوں نے سو اس مذہب کا انشان تکمیل ہیں ملکا اور یہ مذہب دُور دراز کے ہماکاں میں پناہ گوین ہونے پر مجبور ہو گیا۔

بُدھ مت کے ظہور سے قبل ہندوستان کے احوال موجودہ ہندو و معاشروں کا اگر ذرا تفصیلی

سمجھیں آجائی ہے کہ بُدھ مت کے ظہور سے پہلے ہندو سوسائٹی کا کیا نگ ہوا۔ اس سوسائٹی میں کثیر التعداد فرضی دیواری دیواریاں کی پوجا ہوتی تھی۔ ایک مقدس مذہبی گروہ برہنیت معاشرے کو پوری طرح گرفت میں سے چکا تھا۔ اسے تقدس و طہارت کی سند مذہبی کتابوں سے ہبھم پہنچ کی تھی۔ وہ خدا کے منزہ سے پیدا ہوتا تھا لہذا کوئی گناہ یا کوئی سکلم و ستم اسے ناپاک ہمیں کر سکتا تھا۔ اسے قانون اور حکومت کی پوری تاریخ قوت کی مدد کے علاوہ آریہ مسل کی اخلاقی و عملی تائید بھی حاصل تھی۔ پاکیزگی کے اس غیر انسانی اور غیر فطری تصور نے اسے بدکاری، قتل و خارات اور بداصلاق کا جستہ بنار کھاتا۔ اس کے ظلم و ستم کے خلاف کسی کوچھی کرنے کی بہت نہ تھی۔ مگر آمیاں نسلیں نیہم جوانی زندگی اگر اسے پر عبور نہیں۔ انہیں خدا نے پیدا ہی ذلت امتحانے اور

اعلیٰ ذات کے بہن ووں کی خدمت کرنے کے لئے کیا تھا۔ ان کے کوئی انسانی حقوق نہ سمجھے بہرہن خدا کے مقام پر فائز تھا۔ ساری دنیا اور اس کی تمام مادی و روحانی نعمتوں اُس کی طاقتیں میں تھیں۔ عورت کو حضرت واحترام اور برابری کا مقام حاصل نہ تھا۔ ویدک تعلیم اسے اعلیٰ، بہوغا اور منافع قرار دے چکی تھی۔ سنجات کی اجراء داری مذہبیوں طبقے کے لئے قسمی میں تھی۔ مدحیب پیغمبر مصطفیٰ رسم و رواج کا ایک خیص نظام میں چکا تھا۔ جب تک لاکھوں کروڑوں دیلوں دیتا توں کو خوش نہ رکھا جائے دینوی زندگی کی راحت و صرفت محال تھی۔ اور انہیں خوش کرنے کی کمی بہرہن کے قبضے میں تھی۔ معاشرے کو ایک بندھن میں جکڑے رکھنے کے لئے بھیب و غریب چیز دریج ناقابلِ فہم ظلمتے اپجاد کے لئے تھے۔ عام آدمی کو سچہ نہیں چل سکتا تھا کہ بہن و مذہب و راصل ہے کیا، اور اس کے اصول و مبادی کوں کون سے ہیں۔ شراب خوری اور جوئے بازی کو مذہبی سند حاصل تھی۔ فرضی قسمتے کہا بیان اور فرضی مجبود انسانی ذہن پر چاہے ہوئے تھے بہت سندھیں لوگ اس صورتِ احوال سے برگشتہ خاطر تھے۔ مگر پہنچ کی حرکت نہ رکھتے تھے۔ انسان فطری جذبات اندر گھٹ کر رہ جاتے تھے۔ نسل سادھوؤں اور بیکار مذہبی اجراء داروں کی فوج فخر مدرج بیچارے عنعت کش طبقوں اور غلاموں کی خون پیسے کی کمی کو بڑپ رکھاتی تھی، مکانے والے بھوکے رہتے تھے، وہ قہر آکو دلخواں سے اس صورتِ حالات کو دیکھتے مگر خون کے آنسو پی کر خاموش رہتے پر مجبور تھے۔ ہمارے نزدیک مہاتما بدھ کا عظیم ترین کارنامہ یہ تھا کہ اُنہوں نے مظلوم اور دُکھی لوگوں کی مظلومیت کو ایک زبان بخشی۔ ہم بدهم خدمت کو مذہب سے زیادہ بہنیت کی انسانیت سوز (DOMINATION) کے خلاف ایک موثر صدائے احتجاج سمجھتے ہیں۔ مہاتما بدھ کی اخلاقی تعلیمات اور مساوات انسانی کے لئے ایک طبیل عرصے کے لئے بہنیت کے نظام بُت کو پاش پاش کر دیا۔ اُن کی اصل تعلیمات کو۔ بعد کی آمیزشوں سے جدا کر کے دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اُنہوں نے شرک اور بُت پرستی پر پوچھتے لگائی ہے شمار لایفی اور پیغمبر مذہبی و معاشرتی رہنمہ و خرافات کا بطالی سے انسانوں کو آزاد کیا۔ بے شمار لایفی اور پیغمبر مذہبی اور بہنیت کے لئے تھا قابلِ فہم نہ رہیا زور قہاریوں کا عقیدہ توڑا، عورت کا احترام بحال کیا اور انسان کو بیکی، خوش اخلاقی، محبت اور مساوات کا نہاد ورس دیا۔ اس بروقت اور برمحل تعلیم نے بہن وستان کی مذہبی کا یا ملپٹ دی اور بہت جلد بہن و اقتدار کے بھائے بُدھہ مذہب کو سیاسی بالادستی حاصل ہو گئی۔

اس نہانے کا بہن وستان مذہبی انتشار، مظاہر پرستی، اخلاقی بدلے راہ روی ہشراپ خوری

جنسی آزادی، فراخش و عربانی کی کثرت، معاشرتی اور نجیب اور معاشری بلے النافی کے گھر سے سمندر میں ٹوپا ہوا تھا۔ مہاتما بدهکی بے لوث اور طاقتور آوانے اسے جھکھوڑا اور خوش طلقی عدل والنصاف اور احترام انسانیت کا پیغام دیا۔ انہوں نے خالما نہ ہندو قوایں کے تانے بالئے کوتار کر دیا اور معاشرے کی بنیاد عدل و احسان پر استوار کرنے کی جدوجہد کی۔ غرض ہندوستان کی تاریخ گوتم بدهکی کمتر کے کسی اور مصلح، فلاسفہ اور اخلاقی و مذہبی رہنماؤں کو پیش کرنے سے عاجز ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی

گوتم بدهکی کا اصل نام سدھارہ تھا۔ ساکھیان، گوتم بدهکی جیسے کہ بعد میں نے اپنے کام کا نام خندھودھن تھا۔ میپال کی راجہ حمال کپل و ستونیں جہاں ان کی خاندانی حکومت تھی، مہاتما بدهکی ۵۶۸ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ وہ باپ کے ول عہد بھی تھے۔ لہذا ان کی تربیت شاہزاد از میں ہوئی۔ وہ اپنے اسے بہت حساس، مذہبیں اور بیزوں خدا کے عادی تھے۔ گرد و پیش کے حالات نے ان کے خیالات پر گہرا اثر فراہم کیا۔ گوآن کی شادی نوجوانی میں ہو چکی تھی۔ اور وہ ایک پیچے کے باپ بھی بن چکے تھے۔ مگر اندر سے طبیعت بے چین رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ سیر و سیاحت میں ان کے سامنے چارائیے واقعات پیش آئے جنہوں نے ان کی زندگی کا دھارا۔ ایک سرپریل دیا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک بوڑھا دیکھا، کہ جکی ہوئی، چرس پر جھپٹاں، ہاتھوں میں رعشہ، لامپ کے سہارے لکھ رہا ہوا جا رہا تھا۔ خادم نے بتایا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے اور زیادہ بڑی عمر میں آدمی کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ گوتم بدهکی پر ہذا اثر سوچ کر حسن و جمال اور علاقت و جوانی کا یہ اختمام ہے؟ پھر ایک دفعہ ایک بیمار آدمی کو دیکھا جو مرض کی شدت سے نہ صال نہ تھا۔ اور کرب و بے چینی اس کے چرس سے عیال ہوئی۔ گوتنے سوچا کہ کہا صحت کا یہ مآل ہے۔ پھر ایک دن ایک لاش دیکھی ہے جو افسوس کے لئے جایا جا رہا تھا۔ اور پیچے پیچے سورتیں بیان کر رہی تھیں۔ گوتم بدهکی کو ایک دھکا ساگا۔ اس نے سوچا کہ زندگی کا یہ انجام ہے۔ وہ کھو رکھ رہا سا پریشان حال رہنے لگا۔ ایک دن اس نے ایک سادھو کو دیکھا جو گودڑی پیٹھے، کشکولی کھاتی ہا تھیں لئے جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بیشاستہ و اطمینان کے اشارہ تھے۔ اور انکھوں میں چمک ہتی۔ گوتم بدهکی اس سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ سکون و اطمینان پانے کے لئے تماج و شخت چھوڑ کر جنگل کی راہ لوں گا۔ اور نیروں ایصال کروں گا۔ وہ ایک دن چنکے سے رات کو دبے پاؤں بیوی پیچے کو سکون کی نیشنے میں پھوڑ کر عمل سے نکل گیا۔ اور رضیانیت اختیار کر لی۔ بیضی علماء مثلاً سردار احکام کر شفیع سائبی صدر جمہوریہ بھارت کے خیال کے مطابق یہ گوتم بدهکی کا تھائق دنیا سے

فرار خطا۔ وہ مایوسی کے عالم میں راحت و سکون حاصل کرنے کو سحر با چھوڑ کر نکل گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خیال کسی حد تک درست ہو مگر کوئی بدھ کی آئندہ زندگی اس خیال کی پوری تائید نہیں کر سکتی۔ وہ حصول نیوان کے بعد پھر دبارة دنیا میں داخل ہوا۔ وہی انسانیت کے دل کو درد میں شر کیسے ہوا۔ اور انہیں راحت و مسرت کا پیغام دیتا رہا۔ ہم کہ سختے ہیں کہ دنیا والہام کا کوئی متوازن پیغام ساختے نہ ہونے کے باعث کوئی پوچش قوت طویل راستہ اختیار کرنا پڑا۔ مگر اس کی حفظت و رفتہ سے انکار کرنا بہت مشکل ہے۔

کوئی بدھ اندر ونی سکون واطینیان کی تلاش میں پھرتا چڑتا مگدھ دلیش میں جا داخل ہوا۔ وہاں اس کی ملاقات چند غارٹشین سادھوؤں سے ہوئی۔ اس نے ان کی گفتگو شیں کر ریاضت اور نفس کشی شروع کر دی۔ چھ سال میں حال رہا۔ وہ سوکھ کر بیٹھیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔ مگر اس کا مطلب بردا آیا۔ اس پر یہو شی کے دورے پڑتے رہے۔ مگر دل کی دولت یہیں دلتی۔ اس نے از سر لوغدا کا استعمال شروع کر دیا۔ سماحتی اور مرید ساختہ چھوڑنے مگر وہ اپنی دھن میں مست رہا۔ یہ وقت بڑا نارک تھا۔ آخر کار فلکر و تدبیر کے عالم میں گیانا می شہر کے باہر ایک بڑے درخت کے نیچے اس کا دل روشن ہو گیا۔ اور اس پر سوت و حیات، مسرت و مضرت اور نفع و ضر کا راز کھل گیا۔ اب اسے نیوان حاصل ہو چکا تھا۔

وہ دلپس بنارس آیا اور جن سادھوؤں نے اس کا ساختہ چھوڑ دیا تھا ان سے بحث و مناظرہ کر کے انہیں قائل کر لیا کہ دکھ در دکار از کیا ہے۔ اور اس سے چھٹکارا یکسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بدھ کا یہ چھڑا وعظ تھا جس کا نام رکھا گیا ہے: راست بازنی کا چہیہ متھک کرنا۔ غالباً یہیں سے پہنچ بدھ مذہب کا شعار بننا اور آگے چل کر اس مذہب کے فرقوں کے نام میں بھی پہنچیہ داخل ہو گیا۔ اس کا دوسرا وعظ و آٹشیں و عظم، کے نام سے ہو سوم ہے جو ایک جنگل میں سادھوؤں کو مخاطب کر کے دیا گیا تھا۔ اس میں اس نے بتایا کہ جرس و ہوا غیظ و عفیب اور فریب و نفرت جلی اگ کی چتا ہے۔ اس اگ کو بجا دوں تو نیوان حاصل ہو جاتا ہے۔ چھر گوئم اپنے سادھو مریدوں سمیت مگدھ دلیش میں داخل ہوا۔ یہاں کے حاکم نے اس کا بڑا احترام کیا اور اس کا مرید بن گیا۔ جب شہرت کپیل و ستو میں پہنچا تو گوئم بدھ کا اس کے باپ کا دعوت نامہ ملا کہ وطن آؤ۔ گوئم کپیل و ستو پہنچا تو باپ نے اس کی فیقرانہ زندگی کو پسند نہیں کیا، نہ اس کی آدمیت کی اور نہ کھانا پوچھا۔ گوئم بدھ سادھوؤں کو لے کر شہر میں گھر تھیک مانگنے کو نکلا تو باپ کو بڑا دکھ ہوا۔ وہ اسے شاہی محل میں لے گیا۔ اور بہت عزت کی۔ وہ اپنی بیوی سے بھی ملنے کو خود گیا۔ وہ اس کی مرید ہو گئی اور شنگھہ رخانقاہی مسلم

کی نسوانی شاخ کا انتظام سن بھال لیا۔ اسی طرح اس کا اکٹوتا بیٹا رحل اور کئی رشتہ دار اس کے صلقوں ارادت میں داخل ہو گئے۔

کپل و ستو سے گوتم بدھ والپس مکدھ دلش کی راجدھانی کو رو انہ ہو گیا۔ راستے میں دعظت و تبلیغ کا سلسہ جاری رہا، اور اس کا جعلقہ ارادت و سیست تربیت نامہ ملا گیا۔ ایک بار وہ پھر دلن لوٹا۔ اس دفعہ اس کا باپ مر گیا جس کی آخری رسوم سے فارغ ہو کر وہ پھر بحالت کونکل گیا۔ جنگلکوں، بیانوں اور آبادیوں میں پھرنا اور اپنا پیغام سناتا رہا۔ اس کا عظیم برائی سادہ اور انسانی نعمیات سے قریب تر ہوتا تھا۔ آخر کار کم و بہیغ ۴۵ سال کی تبلیغی زندگی کے بعد یعنی ۶۰ سال گر کر کچور کے قریب کسی جنگل میں گوتم بدھ کی وفات واقع ہو گئی۔

ہمایت گو بدھ کی تعلیمات نے اصطلاحی مذہب کی صورت اختیار نہیں کی تھی۔ نہ انہوں نے کوئی کتاب پیش کی، نہ عبارت گاہ بیان، نہ عبادت و ریاضت کا کوئی خاص طریقہ بتایا یہ چیزیں ان کی موت کے کافی عرصہ بعد وجود میں آئیں۔ اب تو بدھ کی صاف اور سادہ تعلیم ہیں ہر ہلک و ملت کی رسوم و روایات کا انبار نظر آتا ہے۔ بدھ مذہب جہاں بھی گیا اس پر وہ ہی کی چھاپ لگ گئی۔ یہی سبب ہے کہ اس مذہب کے رو بڑے گروہوں میں بڑے بڑے اصولی اختلافات موجود ہیں۔ اور سرت پرستی دیوبندی تاریخ کا تصور اقصیر کشمکش، عجیب سازی، تسامح، جادو و منزوں وغیرہ، اس مذہب کے پرواروں میں عام ہے۔ مذہبی بنائے گئے۔ اور ان میں سہندو، گماویت، شستو مذہب اور کنیفیو شش کے مذہب، کی اکثر چیزیں اختیار کر لی گئی ہیں۔

بدھ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے: (۱) سب سے نیادہ زور نہ و آن۔ سمات پانے پر دیا کیا ہے۔ اور اس کے لئے ایک سارہ اور صاف طریقہ بتایا گیا ہے۔ اسے شہت پہلو طریقہ کہتے ہیں عقیدہ سے کی سچائی، ارادے کی سچائی، اقوال کی سچائی، افعال کی سچائی، حلال ذرائع سے کھانا، پختہ چیزوں توجہ کی سچائی اور تصویر کی سچائی۔ وہ ۷ شہادات و خواہشات کو ترک کر دینا۔ (۲) اس تعلیم میں نفیا یا اثباتاً خدا کا کوئی ذکر نہیں آتا، اسی لئے محققین بدھ صفت کو ایک اخلاقی خانقاہی نظام سمجھتے ہیں جس کا مقصد طہارت ہاطن اور ترقیہ نفس کے سوا کچھ اور زندھا مشہور فروع مشترق ہے۔ (۳) بان کا یہی چیخال ہے۔ اور وہ اسے اپنے بدھ صفت کے طبلیں اور دفینت مطالعہ کا پھوڑ جاتا ہے۔ (۴) مذہبی عقاید، رسوم عبادت اور قرآنی دعیوں کے ذکر سے بھی یہ تعلیم خالی نظر آتی ہے۔ (۵) اس میں جنت و دنرخ، آخرت کی زندگی اور عذاب و ثواب نیز تسامح کا بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ (۶) اس تعلیم نے زندگی کے معاشی و معاشرتی اور سیاسی پہلو پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ ان شعبوں

کے نظم و ضبط سے یہ تعلیم خالی ہے۔ اگر کہیں ان کا ذکر آیا ہے تو اخلاقیات کے مضمون میں آیا ہے۔ (۶) بنیادی طور پر یہ نفس کی اور اخلاقی قربیت کی تعلیم ہے۔ اسی کے نتیجے یہی نروانہ۔ سکون و اطمینان اور راحت و سرت کا حصول بتایا گیا ہے۔ (۷) نروان فنا کا نام تو ضرور ہے مگر فنا کے کامل کا نہیں۔ بلکہ فنا و بقا کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ (۸) بُدھ کی تعلیم حصول نروان کے لئے کسی بیر و فی سہارے مشکل اور سبی عقائد و اعمال، عبادات، قربانی، توہ و کفارہ کی قائل نہیں، بلکہ سمات کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اخلاقی رفتاد اور ترمیۃ باطن کے ذریعے سے ہی سمات ملتی ہے۔ سمات کے نقطے سے غلط فہمی نہ ہو۔ اس سے مراد عنذاب اخودی سے سمات نہیں بلکہ شہوات و خواہشات کے بکھریوں سے سمات ہے۔ (۹) نسلی امتیازات کی مکمل فنی اور انسانی مسادات کا اعلان (۱۰) حورت ذات کا احترام، جسے ویدیک تعلیم نہ متناق، احقر اور یوغا کے خطاب دیجئے تھے۔ اور سہند و اوسے مردہ خاؤند کے ساتھ جلا دیا کرتے تھے۔ (۱۱) مہاتما بادھنے کی روح، اوتھا اور دیوبھی دیوتاؤں میں لوگوں کو نہیں الجایا، شوهدت الوجود کا تجھیہ اور ناقابل فہم فلسفہ پیش کیا۔ ہندو فلسفی کی تمام موشکھیوں سے انہوں نے قلمی گریزی کیا اور ایک سادہ، واضح اور عوایی صنایع اخلاق پیش کرنے پر اکتفا کیا۔

بُدھ مت کی مقبولیت عامہ کاران آگے بڑھنے اور بُدھ مت کی اشاعت اور اس کے فرقوں وغیروں کے ذکر سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مہیں پر اس کی عام اشاعت اور مقبولیت پڑھنے بحث کری جائے۔ یہ مت بہت پیری سے پھیلا اور سہند و ستان، پاکستان، لندن، سیام، نیپال، کشمیر، وسط آسیا، تبت، ملائیشیا، افریقی شہنشاہی، فلپائن، برماء، چھوٹان اور جاپان وغیرہ تک جا پہنچا۔ مہاراجہ اشوک اور کنکاٹ جیسے فرمانرواؤں نے اس کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی سرگرمی و تحریکی۔ اس مت کی مقبولیت کے اسباب یہ تھے۔

۱۔ گوم بُدھ کے ذاتی احوال، ان کی شہزادگی اور ولی عہدی کے باوجود رہبائیت کو اختیار کرنا اور سخت ترین ریاضتوں کے بعد حصول نروان کا دھوپی۔ شاہی سے گدای، خدمتِ علم کا جذبہ، انسانیت سے محبت یہ سب چیزوں خاص و عام کے لئے باعثِ کشش تھیں۔ بانی مذہب اور داعی کا ذاتی کردار اس کے پیش کردہ مشن اور دعوت کو مقبول عام بناویتا ہے۔

۲۔ بہمنیت کے خلاف عمومی جذبات میں ایک گھٹنی تھی۔ وہ اندر ہی اندر بیچ و تاب کھا کر رہ جاتے تھے۔ مگر بہمن کے آہنی پتھر کی مجبوڑگرفت سے آزادی ہنایت مشکل

سبخت تھے۔ بُدھ نے ایک سادہ سی آواز بلند کر کے ان دلیل سے جذبات کو زبان بخش دی۔ ۴۔ محنت کا احترام اور اس کے مقام کی بلندی مہاتما بُدھ کے پیغام کا ایک عملی حصہ تھی۔ عورت صدیقوں سے ذلیل و حیرا اور مجبور و مقصود چلی آئی تھی، اس نئی آواز نے اسے ہمابہ کارو بھروسہ دیا اور یہ چیز بھی بُدھ کے پیغام کی کامیابی کا باعث بنتی۔

۵۔ مہاتما بُدھ کا پیغام چند سادہ اور فطری باتوں پر مشتمل تھا۔ لوگ پیغمبرہ فلسفوں، الائینی والبعد الطبيعیا تی بھٹوں، بیکار رسموم و مظاہر، چیز درجی عبادات، دلیل مالائی فرضی کہانیوں سے اتنا پچھلے تھے۔ یہ چیزوں ان کی روزمرہ کی زندگی سے غیر متعلق تھیں۔ لوگوں کے ذہن و دماغ مت نئے فلسفوں کے لمحاؤ سے بیزار تھے۔ مہاتما بُدھ کی سادہ تعلیم ان کی زندگی کے حالات و واقعات سے متعلق تھی لہذا وہ اس آنکھ کو شستہ ہی اس کی طرف پکھے اور سکون کا سامان لیا۔

۶۔ مہاتما بُدھ کا پیغام پیغمبریہ عبادات، بزرگوں لاکھوں دلیتوں کی پوجا اور ان کی خدمت میں فرمانیاں پیش کرنے سے قطعاً خالی تھا۔ اس کے برخلاف اپنی سے سادہ خوش اخلاقی اور تحریکیہ نفس پر زور دیا۔ یہ تبدیلی لوگوں کے لئے باعثِ اطمینان اور قریں عقل و فہم تھی۔

۷۔ وقت کے خکروں نے بھی مہاتما بُدھ کے ذاتی کردار اور رشا ہی سے گداں کی عملی مثال کے باعث اس پیغام کو قبول کیا۔ عوام میں اس مسلک کی تائید کا فطری رجحان ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ سیاسی طاقت اور حکومت کا زور ہو۔ اشوك اور کنٹک بھی عظیم راجاوں نے بُدھ ندیب کی اشاعت کو زندگی کا مشن بنانے کرکا۔ اس سبب سے بھی بُدھ مذہب بڑی تیزی سے کئی مکون کا مذہب بنا۔

بُدھ ندیب کی کتابوں کی تدوین پر تھا۔ مہاتما بُدھ نے کوئی لکھی ہوئی چیز پیش نہیں کی تھی۔ ان کی تخلیقات کی اشاعت زبانی روایات پر مبنی تھی۔ بُدھ کی وفات کے بعد کتابوں اور مذہبی نظام کی تنظیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقصد کے لئے وقتاً فرقتاً کم و بیش چار جاہلی شوری قائم ہوئی۔ پہلی مجلس مہاتما بُدھ کے فرآب بعد منعقد ہوئی۔ جس میں مہاتما بُدھ کے خیالات و موانع ذکری تدوین کا کام ان کے تین شاگردوں کے سپر کیا گیا۔ بُدھ کی دسوم و اخلاقی کی تدوین کا بیڑا بُدھ کے ایک خاص شاگرد اپنی نئے سپھالا۔ عطا یاد کے بارے میں بُدھ کے خیالات کو مرتب کرنا و سرے خاص شاگرد اپنے کے سپر ہوا۔ ایک

تیرسے شاگرد نے بُدھ کے لئے اس کے مانندے والوں کا ضابطہ زندگی مرتب کرنے کا ذمہ لیا۔ پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کام کتنے عرصے میں انجام پایا اور مرتب شدہ مواد کس کی تحریک میں رہا۔ لیکن یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ بُدھ کے پیروکاروں میں اس کے اصل خیالات و مفہومات کی جمع و ترتیب اور ان کی شرح و تفسیر میں خاصاً اختلاف پیدا ہو گیا اور مختلف انجیال لوگ اپنے اپنے طریقے سے بُدھ کے پیغام کی اشاعت اور شرح و تفسیر کرتے رہے۔ جب اختلاف اور تضاد حدسے گزرنے لگا تو مہاتما بدھ کے تقریباً سو سال بعد یہ اس مجلس میں تضاد کو رفع کرنے کے لئے دس متفقہ نکات مجھی طے پائے تھے۔ مگر اختلاف چھر بھی دور نہ ہوا۔ مہاراجہ آشوك کے دور حکومت میں ۲۷۳ ق م ایک تیسری مجلس شاہی انتظام اور سرپرستی میں منعقد ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس مجلس نے ۵۰ ہزار سادھوؤں — بھکشوؤں — کو خارج از مذہب قرار دیا۔ اور اس کے بعد تبلیغی کوششیں پڑھتے کر دی گئیں۔ بیرونی سپندوستان بھی مبلغ رواد کئے گئے۔ اب بظاہر اختلافات دب گئے تھے۔

مٹھے نہیں۔ پھر پہلی صدی میں پنجاب، کابل اور کشمیر کے مہاراجہ کشک کی زیر سرپرستی ایک چوتھی مجلس منعقد ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں مقنازعہ فیروز ممالک کا تصفید کیا گی۔ آشوك اور کشک کا کرواد بُدھ مذہب کے لئے اُسی قسم کا مددگار سہارا بنا جس طرح شاہِ روم قسطنطین اعظم کے قولی عیسائیت کے بعد اس کی تبلیغی سرگرمیاں اور حکومتی سرپرستی عیسائیت کے فروغ و ارتقاء کا سبب بھی تھی۔

بُدھ مذہب کی کتابیں اُجھ کل جو بُدھ مذہب ہمارے سامنے ہے اس کی کتابیں فرقوں کوئی ہو جس پر بُدھ مذہب کے دلوں فرقوں ہنلیاۓ اور مہایا نہ کا کامل اظہان پایا جاتا ہو۔ بالآخر اگر کوئی کتاب اس نوع کی مل جھی جائے تو اس کی شرح و تفسیر اور توضیح مطالب میں شدید اختلاف ہو گا۔ مناسب تر یہ ہے کہ دلوں فرقوں کی کتابوں کا ذکر ان کے عقاید و اعمال کے ضمن میں کیا جائے۔ ہنلیاۓ کامعی ہے چھوٹا ہمیشہ، یہ سادھوؤں را ہیوں اور تارک الدنیا درویشوں کا فرقہ ہے اگر کویا یہ ایک چھوٹا گھرائی ہے۔ جس پر سوار ہو کر کافی دریہ کے بعد صرف خواص ہی نروان حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ فرقہ مہاتما بدھ کی ابتدائی تعلیمات سے قریب تر ہے۔ اور لٹکا، بترنا اور سیام میں پایا جاتا ہے۔ جہا یا نہ کامعی ہے بڑا ہمیشہ، گویا یہ ایک بڑی گاڑی ہے جس میں سوار ہو کر عوام اور ہمہ شما بھی جلدی منزلِ مقصود تک

پہنچ سکتے ہیں۔ یہ فرقہ وسطِ ایشیا، بخت، منگولیا، کوریا، چین، جاپان، یپان، چین، اور انڈونیشیا میں پایا جاتا ہے۔ ہندو پاکستان میں بھی اسی دوسرے فرقہ کے لوگ ہیں جن کی تعداد چند لاکھ سے زائد ہے۔ بدھ مذہب کے پیروں کے بارے میں مبالغہ میں اعلاد و شام مشہور کے لئے ہیں جمیعین کے نزدیک اس مذہب کے دعویٰوں کی تعداد آج سے ترکیب برس پہلے سور کوڑ سے زیادہ نہ ہوتی۔ اگر آبادی یہاں اضافہ کر رفتار کر طمع نظر کھا جائے تو آج کل یہ تعداد بیس کروڑ تک بدل کل ہی ہو چکی ہوگی۔

اس فرقے میں جو بدھات لائیں
ھنپاٹر بُدھا مذہب اور اُس کے عقاید و کتب ہو گئی ہیں اگر انہیں نظر انداز کرونا جائے تو ہم کہ سکتے ہیں کہ یہ فرقہ مہاتما بدھ کی تعلیمات کے قریب نہ ہے۔ اس فرقے کے نزدیک بدھ کو الوصیت کا مقام حاصل ہے: تاہم وہ سبھے انسان ہی۔ یہ لوگ اب بے شمار دیلوی دیتا ہو کوہنستہ ہیں مگر امیاز کی خاطر ان کے نزدیک دیگر تمام دیوتا نقاش سے پاک نہیں بلکہ مہاتما بدھ کو دیلوی اور نقاش سے بہتر اور پاک ہے۔ دیگر تمام دیلوی دیوتا نقاش سے پہلے ہیں۔ بدھ عارف کامل اور لو رہے۔ سب دیوتا اُس کے عقیدت مند اور با جذار ہیں کیونکہ اس سے بڑی محنت و مشقت سے ڈکھا دھا کر نروان حاصل کیا اور تسلیم و اطمینان کی راہ دریافت کی حقیقی۔ اس فرقہ کے نزدیک خدا، دیجی، الہام، آخرت اور روح و عیون کو کی جیز نہیں۔ مستقل تھی کوئی چیز نہیں۔ زندگی عارضی اور قریب نظر ہے۔ نروان کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات کو مٹا کر سکون و اطمینان حاصل کیا جائے۔ نروان کے حصول کی خاطر خود اعتمادی اور محنت کی ضرورت ہے۔ کسی خارجی سہارے مें مطلقاً عبادت، توبہ و استغفار، کفارہ یا قربانی کی ضرورت نہیں۔ اس فرقے کے لوگ بدھ کے تبرکات و شمار کو بہت احیمت دیتے ہیں۔ اور بدھ کے طریق و عرضی بُت بناتے ہیں۔

اس فرقہ کی کتابیں ترپتا کا ذیلی (ٹوکرے) کہلاتی ہیں۔ ۱۔ وہی تپا کا یعنی بدھ مکبشوں کے لئے بدھ کے بنائے ہوئے اصول و قواعد۔ ۲۔ مستاپتا کا یعنی مہاتما بدھ کے مواطن و مخلفات ج۔ ابھی وہ ملپتا کا یعنی بدھ کا فلسفہ اور نظریات۔ ۳۔ کتابیں پالی زبان میں ہیں۔ اس سے قابل فہم اور زبانی آسان ہیں۔

مہا یا ن بُدھا مذہب اور اُس کے عقاید و کتب پہنچتے ہیں اس میں سور ہو کر بہت سے لوگ بیک وقت جلدی نروان کے حصول کی منزل تک جا پہنچتے ہیں۔ اس فرقہ کے نزدیک

بُجھے خود خدا تعالیٰ کا مقام رکھتا ہے۔ وہ انسان کی شکل میں آپا تھا تاکہ نروان کے حصول کا طریقہ بنائے۔ وہ ازلی فاہدی حقاً جو بُدھی اور علم کے نور سے خاہر ہوا تھا۔ وہ انسان سے بالاتر تھا۔ بُدھی تین صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ (۱) دھرم کایا یعنی فانی دعارضی دینا کے پیچے ایک دائمی حقیقت ہے۔ جو کسی وقت کسی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ (۲) دلے نہ مان کایا (ح)، سمجھو کر کایا یعنی جسمی روح جو بُدھ کے ذریعے اس کے پیر و وُوں پر سایہ نگاہ ہے۔ ظہور کی یہ صورتیں بُدھی سیکھو ہیں۔ یعنی ایک شخص خود کامل اور سنبات یافتہ ہے۔ مگر دوسروں کی خاطر اسے قبول نہ کرے اور ان کی رہنمائی کرنے کو دکھا مٹھائے۔ بُدھی سیتو اباد بار ظہور کرتا ہے۔ کبھی بُدھی میں اور کبھی کسی اور طرح۔ بُدھ سے قبل بھی بُدھی سیتو ہوئے ہیں۔ اور بعد میں بھی ہوں گے۔ یہ عقیدہ ہندو دوکوں کے عقیدہ اوتار جیسا ہونے کی بناء پر ہندو دوکوں کے لئے باعثِ کشش تھا۔ اس کی وجہ سے بے شمار دلیلی دلیل تا اور اوتار بُدھ مذہب میں آداخلل ہوئے۔ اور وہ بھی ہندو مذہب سے متاثر ہو کر ایک چیستان بن گیا۔ اس عقیدے کے باعث بُدھ مذہب کی الفرازیت و امتیاز جلد ہی زوال پذیر ہو گیا۔ مہایا نہ فرقہ کے لوگ تین بُدھی سیتو پر جستہ ہیں۔ (۳) میرزا یعنی رحم کا بُدھی سیتو (ح)، مہنوسری یعنی عقل و تدبیر کا مجسمہ (ح)، اول گھڑ سوار اہماب سے بچانے والے بُدھوں میں اس کی پوجا سب سے زیادہ ہے۔ جیسے ہندو دوکوں میں شیتو کی پوجا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں اسے دلائل الامر کا نام دیا گیا ہے۔

اس فرقے کی کتابیں کہیں۔ جو سنکریت میں ہیں۔ اور ان کا ترجمہ چینی، جاپانی اور تبتی نبانوں میں کیا گیا ہے۔ نام یہ ہیں۔ دی منڈ سُسترا، نکاو اترا سُسترا، قافون کامل کا پدم، سورا نگما سُسترا، سوکھاوتی یوکا اسُسترا، بیداری ایمان کا سُسترا۔

بُدھ مذہب کی تبلیغ و اشاعت نظام تھا۔ مہاتما بُدھ نے خود اس نظام کی ابتداء کی تھی مرید بنتے اور خانقاہی سلسلے میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے یہ حلف لیا جاتا تھا؛ میں بُدھ ہیں پناہ لیتا ہوں، میں دھرم ہیں پناہ لیتا ہوں میں خانقاہی سلسلے ہیں پناہ لیتا ہوں۔ ان اشخاص کو داخل نہیں ملتا تھا، فوجی، مقرر، غلام، تپ دق، امری، کوڑھ، برص جیسے امراض کا مریض، میس سال سے کم عمر کا شخص، ماں باپ کی اجازت کے بغیر اسے طلا۔ سلسلے میں داخل ہو جانے کے بعد اس پر دس اخلاقی احکام کی پابندی لازم تھی۔ قتل، چوری، ہٹھوت پرستی، دغافری، اور لذتی اشیاء سے پر بہرہ، اون چڑھے سے کھانا کھانا، ذمیت و آرائش سے گریز، زین پر چنانی مذال کر سونا، ناج رنگ سے پر بیز، سونے چاندی کے استعمال اور انہیں پاس رکھنے

سے پرہیز۔

سلسلے میں داخل ہستے کے بعد درویشوں کو مجرورہ پڑتا تھا۔ وہ زرد لباس پہنچتے اور گھر جا کر جیک مانگتے تھے۔ جس کا طریقہ یہ تھا کہ کشکوں لگائی لے کر یا بھولی پھیل کر گھر کے آئے کھڑے رہتے تھے۔ الگ کوئی پیڑی ڈال دی جاتی تو بہتر ورنہ بھی آسے بڑھ جاتے۔ یہ لوگ اپنی زندگی مراقبہ و مطالعہ میں گزارتے تھے۔ خانقاہ کی صفائی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ انہیں شب و روز کے پروگرام پر عمل پڑا ہوتا پڑتا تھا۔ پہلے عورتیں سنگھ میں داخل نہ ہیں۔ سوتیلی ماں کے اصرار پر گوتم نے داخلکے کی اجازت دے دی۔ اور ان کا انظام اپنی یوں جسمودھر کے پرداز کر دیا۔

گوتم بدھ کے بعد ساقوین صدی عبسوی تک بدھ مت کا عروج رہا لگہ پھر زوال تروج ہو گیا۔ اس میں جادو منز، ٹونے ٹوٹکے، دہم و خرافات، دیو مالا فی اوہم و خرافات، بُت سازی اور بست پرستی، دلپی دلپتاوں پر عقیدہ اور دوسرا بدھی رسم و رسم داخل ہو گیا۔ وہ ہر صافتے اور ہر قوم کے الگ الگ ساپنگوں میں داخل گیا۔ ہبہا راجد اشوك اس مذہب کا پیشوں حامی و مبلغ تھا۔ اس کی چیخت بدھ مت میں ایسی بی بے جیسی کہ شاهزادہ روم قسطنطین کی عیاشت کے باب میں۔ اس زمانے کی کامیابی کو ہمہ ہنایات بدھ مت کی کامیابی کہہ سکتے ہیں۔ گوئے مذہب مہاتما بدھ کے زمانے والانہ مقام اگر اس کے قریب فرو رخنا۔

مہماں یا نفر تک اس وجہ سے تیزی سے پھیلنے اور عروج پانے کا موقع ملا کہ اس میں بندو عقاید و اعمال اور فلسفہ کی بہت کچھ آمیزش ہو گئی تھی۔ اس طرح یہ کامیابی خالص بدھ مذہب کی نہیں بلکہ ملاؤں بدھ مت کی تھی۔ جلد ہی اس کی صورت منسح ہو گئی اور مندرجہ ذیل بندوں و اندھیات اس میں داخل ہو گئے۔ ظہور عالم کی طبقت ایک اعلیٰ اور بلند تر تحقیقت مطہر ائمہ اگئی۔

گوتم بدھ کا اس اعلیٰ معینت کا دنیوی اور عارضی مظہر حصہ ریا گیا۔ بعض نے اسے نشریت سے ماوراء قرار دیا۔ عرفان کامل یا نروان کا حصول بہت لوگوں کے لئے ضروری نہ رہ بلکہ جو اس مقام پر فائز نہ ہو سکیں وہ خدمت خلق، رحمتی اور جانداروں کو ادازت نہ دیئے کوئی اپنا مقصد ہیات بنالیں تو ان کے لئے یہی کافی ہے۔ اسی دور میں جنت و دوسرخ، عذاب و ثواب اور دوسرا زندگی کا تصور قائم کیا گیا۔ اب بدھ کے پیروؤں کے لئے رخصیابت، دنیا سے فرار اور ماہر سی ضروری نہ رہی بلکہ گوتم بدھ پر ایمان لانا ہی نروان کے لئے کافی طاقتور وسیله مظہر۔ اب بُت گری، محشر سازی، تصویر کشی اور پسکرھوں کی پوچا عام ہو گئی۔ یوں یہ سادہ سا اخلاقی ضابط اور مشک کی آمیزش سے پاک مذہب شرک و بست پرستی کا اکھاڑا بن گیا۔

بعض بھروس نے ایک فرضی "رحم کی دلیوی، کو وہی مددوارانہ حیثیت دے دی جو عیسائیوں میں مریم عنیاء حاصل ہے۔

مہما یا شد بُدھ مت کے ذیلی فرقے مہما یا نہ فرقہ کچھ اور زیلی و صنی فرقوں میں بھی تقسیم ہوا۔ ان فرقوں کے عقائد و اعمال میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ (۱) ایک فرق صرف فکر و مراقبہ کو اصل مذہب جانتا ہے۔ ان کے نزدیک معرفت علم و مطالعہ اور مشاہدہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ جس کسی کے مقتدریں ہوا سے کسی وقت اچانک مل جاتی ہے۔ دوسرے فرقے کے نزدیک معرفت — نروان — کا حصول دشوار بلکہ عذراً تقریباً ناممکن ہے۔ لہذا صرف بُدھ کی بُنگڑی و عظمت پر ایمان لانا کافی ہے۔ (۲) ان میں ایک باطنی فرق بھی ہے جو اپنے تمام مذہبی امور کو پر وہ اختوار میں رکھتا ہے۔ یہ بہت اور منگولیا کے لاماؤں کا مذہب ہے۔ ان کے افراد و خاندان میں مُرانا کی گیفت پائی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک نروان حاصل کرنے کے لئے صرف ایمان اور فکر و مراقبہ کا فی نہیں بلکہ مذہبی اعمال کی تجارت اور یہ بھی ضروری ہے۔

بُدھ مت کے چار اصولی حقائق اور نظامِ تربیت و تزیینہ صرف ان چار چیزوں کے گرد گھومتا ہے۔ وہ ہیں کہ یہ حقائق خود گوئی بُدھ کے قول سے ماحوذ ہیں۔ (۱) دنیوی مصیبت کی جرداری، دنیوی مصیبت کا علم ہونا (۲) اس جیبست کے علم کا طریقہ + بھارت کے ایک سابق صدر اور پہندہ مذہب کے عظیم مفسر و اکٹر رادھا کرشن کا قول ہے کہ گوتم میں انسانی ماہوسی پائی جاتی تھی۔ اور وہ انسان تقریباً یقین کے زوال سے شدید تاثر ہوا تھا۔ پھر وجد ہے کہ وہ ترک و فیکان اسودگی میں راحت و اطمینان — نروان — کی تلاش کرتا پڑا۔ (۳) مہما بُدھ مت اپنے ابتدائی مریدوں کے لئے جو نظام خانقاہی پیر و ایں بُدھ مت کی تقسیم — سنکھ — قائم کیا تھا اور دوسرا سے دنیا وال لوگوں کو جس طرح کام کاچ میں مدد و دیت کی بنا پر تھا۔ اس کے پیش نظر بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ بُدھ مت کے پیر و دو حصتوں میں منقسم تھے۔ (۴) تارک الدنیا را صب و درویش۔ (۵) بُدھ مت کے عام پیر و کار۔ پہلی قسم کے لوگوں کے لئے ترک دنیا اور رصبانیت اختیار کرنا لازم تھا۔ ان کے قواعد و ضوابط اور پر بیان ہو چکے ہیں۔ دوسری قسم دلوں کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ (۶) نیک کی زندگی اختیار کریں (۷) راجبوں کو دنیا میں رجی اپنے اسلام کی پرستش کریں۔ (۸) ہر ماہ میں چار روزے رکھیں (۹) عمر بھر مذہبی احکام کی پائندھی کریں اور یہ عہد کریں کہ

ہر کسی جاندار کی جان نہ لیں گے، جو خود بخوبی شدے اس سے پچھنے لیں گے، جھوٹ نہ لیں گے، زنا نہ کریں گے، مخفیات سے مکمل پر بیرون کریں گے۔

اتنی سرعت سے پھیلئے والا مذہب جب شاہی سرپرنس سے خود بددھ مدت کا زوال ہوا تو بہت جلدی زوال کا شکار ہو گیا۔ اس کے زوال کا دوسرا سبب یہ مقام اسلام پر جیسے مخطوط، متوازن اور حامِ دین کے ساتھ اس کی تکمیل ہو گئی۔ پر قصارِ مُحَمَّدؐ بن قاسم کے حلقے سے شروع ہوا اور فتح کے ساتھ ساتھ اس کی شدت و دوستی میں ترقی ہوتی گئی۔ اسلام کی سادہ، متعین، صھوں اور فطری تعلیم یہی بہت کشش پائی جاتی تھی۔ اس وقت بددھ مدت ہیں ہندو و بدھ عات کی کافی ملاوٹ ہو چکی تھی۔ اسلام کا ریال اس ملاوٹی زوال پر بذیر مذہب کو بہا لے گیا۔ مسلم فاتحین کے ذاتی اخلاق اور عمل و مسادات کے عظیم تصور نے تبلیغ اسلام کا راستہ کھوؤں دیا۔ زوال کا تیسرا سبب یہ تھا کہ بددھ مذہب ایک ڈھیلہ ڈھالا اخلاقی تربیت کا نظام تھا، معروف مجنون میں دین و مذہب نہ تھا۔ چنانچہ جہاں جھیل گیا وہاں کے مقامی مذہب سے صلح کریں اور انہی میں غلوط ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ چین میں ما و موت اور کنیفشو شنز مکے ساتھ، جاپان میں فوشٹ مذہب کے ساتھ اور لیکا و برما میں برمیت کے ساتھ گھٹ مہ ہو گیا۔ اس میں شرک و بہت پرستی کی آمیزش ہو گئی۔ جلد ہی مہاتما بددھ کی مورتی اور بہت سے اور بہت پڑھے جانشیک۔ بے شمار دیوبی دیوتاؤں کو شامل عقیدہ کر لیا گیا۔ ہندو و علم الاصنام اس سادو سے اخلاقی ضابطے کو چاروں طرف سے گیر کر پڑا کر گیا۔ اب یہ مذہب ہر طبق کی رسوم و ریایات کا ملخواہ بن گیا اور ہر جگہ کا بددھ مذہب دوسری جگہ کے مذہب سے جدا ہو گیا۔ زوال کا چوچھا سبب یہ تھا کہ بددھوں کے دو بڑے فرقوں ہنایاہ اور ہنایاہ میں خود بددھ کی شخصیت اور ان کا مقام متنازعہ فیصلہ بن گیا۔ یہ اختلاف کبھی رفع نہیں ہو سکا۔ چھر فرقہ در فرقہ کی نوبت آئی۔ یہ لوگ ہر دو قوت ان مسائل میں بحث و مناظر و کرنے رہتے جو بددھ نے کبھی نہ پھیر لے سکتے، بلکہ ان میں خور و خوض کو ناپسند کیا تھا۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ ہندو و مذہب نے بددھ مدت کی پیلغار سے متاثر ہو کر اپنے اندر پچھ پیدا کر لی۔ بددھوں کو خوش کرنے کی خاطر یا نیک یتی سے دیکھنا بہت پرست کئے۔ ایک سو یا ایک ہزار بہت بڑے جنے سے کوئی فرز واقع نہیں ہوتا، بلکہ کو و شفودیوتا کا اوتار مان لیا اور یوں بددھ مدت کو اپنے اندر فرم کرنے کی راہ نکال کر اس پر فتح پالی۔ ذات پات کی شدت میں بھی کچھ کمی آگئی اور ہندو ایک حد تک روادار ہن گئے۔ دنیا بھر میں بددھوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۱۸ اور ۲۰ کروڑ کے درمیان ہے۔ اس سلسلے میں جو مبالغہ آمیز بیان دیتے چلتے ہیں وہ غالباً ایسا سی مقاصد کے حامل ہیں۔ واللہ اعلم

زرتاشت کا مذہب

دین زرتاشت کو الہامی مذاہب کی فہرست میں بلکہ نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس کے متعلق کتاب دستت کی وائش ہدایت یا صراحت مفقود ہے: تاہم اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے دوسرے نیچرا الہامی مذاہب سے یہ مذہب اپنی ابتدائی تعلیمات کی رو سے بالکل مختلف ہے۔ بعد کے دین زرتاشت — موجودہ پارسیں کا مذہب — کو اگر نظر انداز کرو یا جائے تو اس میں خالص توحید، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، دھی والہام، آخرت کی زندگی کا نکار و دریگ بہتری عقاید — جو ہمیشہ انہیں اہم سلسلے پیش کئے تھے — صاف نظر آتے ہیں۔ پس اس مذہب کو ہم بدد مرست، ہند مرست، جہیں مرست، ٹاؤ ازم اور رکنیتو شناسی کے زمرے میں شامل نہیں کر سکتے۔ لازم مقام افسوس ہے کہ اچ جناب زرتاشت کی صحیح تعلیمات بھی دھنڈ لاچکی ہیں۔ اور ان کے نام پر مشہور ہمینوالا مذہب آش پرستی اور مجوہیت بن کر رہا گیا ہے۔

زرتاشت کی شخصیت، نام، علاقت اور کام میں شدید اختلاف ہوا ہے۔ اسی بنا پر بعض ماہرین مذاہب اسے ایک انسانی وجود قرار دیتے ہیں۔ لیکن تاریخ کی قوی شہادتوں کے پیش نظر یہ خیال غلط ہے۔ ان کا نام زرتاشت باز روشنست یا زرتاشت یا زردشت تھا۔ مرور زمان سے اشنا عن کی شخصیت یا نام وغیرہ میں اختلاف کا پیدا ہو جانا قرین قیاس ہے۔ بعض مورخین نے انہیں جادوگر قرار دیا ہے۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ وہ مجوہی قوم میں پیدا ہوئے تھے جو جادوگری، منتر جنت، فال بگری، مستقبل کی پیش گوئی اور لوئے ٹوٹے کے ماہر تصور کے جلتے تھے۔ قدیم ایران میں یہ طبقہ وہی شخصیت اختیار کر چکا تھا جو ہندوستان میں بر عین کو حاصل تھا۔ لفظ مجوہی کی تحقیق میں بعض لوگوں نے MAGIC لاذ کر بھی کیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زرتاشت بھی جادوگر ہو گا۔ زرتاشت کی شخصیت ایک تاریخی وجود رکھتی ہے۔ اس کا تعلق آریائی نسل سے تھا، یعنی آریاؤں کا وہ طبقہ جو ایران میں منتظر ہو چکا تھا، اسی طبقہ کے ایک خاص اگر وہ مجوہی میں زرتاشت کی پیدائش ہوئی۔ آبائی پیشے کے لحاظ سے وہ زمیندار اور کاشت کار تھا۔ شخصیت کی طرح اس کے وطن اور زمانے میں بھی کافی اختلاف ہے۔ بعض نے چھٹی صدی قبل مسیح اور بعض نے ایک ہزار بلکہ دو ہزار برس قبل مسیح ایک ملک کہا ہے۔ وطن میزدھ ایران یا فارسیں بتایا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلا قریں قیاس ہے۔ جہاں تک اس کے زمانے کا تعلق ہے وہ غالباً نویں صدی قبل مسیح ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ زرتاشت نام اصل

ایرانی لفظ را تغیر ہے جس کا معنی ہے پادری۔ ان کے خیال کے مطابق وہ اپنے خاندان اور برادری کے آبائی پیشے کے باعث اس نام سے موسوم ہوا اور بعد میں یہی نام مشہور ہو گیا اصل نام دب کر رہ گیا۔ خاندانی پیشہ وہی مذہبی رسم کی ادا یعنی۔ محروسیت۔ مقام۔ محوسی طبق کسی زمانے میں سیاسی اقتدار کا مالک ہی رہ چکا مقام۔ مگر بعد میں ان کے پاس صرف مذہبی پیشوائی رہ ہمیشہ، رہ گئی۔ مگر وہ اس پیشوائی کی بدولت بہت محروم و معزز تھے۔ عوام کے علاوہ بادشاہ ہی ان کے عمل و فضل، جنرل منٹر اور ڈائٹریٹر کے دفعے دیگر کے باعث اکثر ان کے دست مگر رہتے تھے۔ حکام اور بادشاہ غیر معلوم زمانے سے بخوبی و سحر پر عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں۔ شاہی دہاروں میں شہیروں اور فال گیروں کا بڑا اثر و سرخ چلا آیا ہے۔ بعض حکام تو ان سے پوچھے لیجئ کوئی کام نہ رنجا ہمی نہیں دیتے تھے۔ شاہی کو جھارت میں اب تک ہر ہننوں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ اس سبب سے جو کس کو شاہی درباروں میں عمل و عمل حاصل ملتا ہے۔ بادشاہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ اپنے دعاوں اور بعض عمليات سے بہاؤ کو دفعہ کرتے ہیں۔ جو کسی قدر آریاؤں کی مانند سوچ رہ اور آگ کی پوچھا کرتے تھے۔ وہ تجیر خواب اور لئنگ شناسی کے بھی ماہر خیال کئے جاتے تھے۔ دیسے تو سورج پرستی اور آتش پرستی وغیرہ دنیا کی کئی عوامی قوموں میں بطور قدر مشترک جاری رہی ہے، لیکن ممکن ہے کہ یہ محیبت ایران اور ہندوستان میں آریاؤں کے اصل وطن دستی ایشیا سے ان کے ساتھ آئی ہے۔

ایران قبل از زر قشت | زر قشت کے طہور سے قبل ایران میں مظاہر قدرت کا پوچھا عام تھی سورج، چاند، آگ، پانی ہوا لونڈ میں کی پوچھا ہوئی تھی۔ کئی بلگہ درستتوں کو بھی پوچھا جاتا تھا۔ دیگر اور پیشکی کے درخت کا لقہ س بالا موجودیت ہند و ملہب ہے میں بھی رہی ہے، بلکہ اب تک موجود ہے، اسی طرح اسلام پرستی بھی عام تھی۔ بزرگوں کی احوال کو خوش کرنے اور انہیں راحت پہنچانے کے لئے کئی رسم ادا کیا جاتیں۔ ان کے نام کے بہت بندے جاتے۔ انہیں عبادات گاہوں میں سجا�ا جاتا اور ان کے سلسلے رسم پرستش بجالی جاتی تھیں۔ مرور ایام کے سامنے کام ایک خاص طبقاً بحاجم دینے لگا۔ غالباً یہی مذہبی طبقہ کے چل کر جوں کہلایا۔ چہراس لفظ کے معنی اور استعمال میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور جو کسی ایک مذہب کہلائے۔ ایسا یہوں کے موجودوں میں کئی فرضی دیوتا بھی شامل تھے۔ ان کے لئے قربانیات دی جاتیں، ان کے ہیکل اور مسجدیں تیار کئے جاتے تھے۔ بعض دیوتا خاندانی ہوتے تھے۔ اور بعض عوامی۔ مثلًا مفتراء ایک عوامی دیوتا تھا۔ مفتراء کی پوچھا کا وجود ہندوستان میں بھی ملتا ہے۔ اور مفتراء نامی شہر غالباً اسی کے نام پر موسوم ہوا ہے۔ ہندوستانی اور ایرانی آریاؤں کے موجود اور دیوتاؤں میں

بہت کچھ مٹا بہت بھی باقی جاتی تھی۔ سبب یہ مختاکر یہ دونوں طبقے اپنے اصل وطن و سلطابیشاً یہیں ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ دہبیں سے دیوتا پرستی ان کے ساتھ آئی اور جہاں جہاں یہ لوگ پہنچے ان فرضی خداوں کو بھی ساختہ لے گئے تھے ایران میں سائنسوں اور بعض مواد دلیلیں کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ زرتشت نے اس صورتِحوال کے خلاف سخت احتیاج کیا اور کافی جد و چہد کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تہی اسرائیل کے بیرون عالمیں اور سیاحاں کا ہم عصر مختا جوانپی قوم کو شرک و خرافات کی دلدل سے نکالنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ عین مکان ہے کہ زرتشت پرانی انبیاء کی تعلیم تو حید کا اثر پڑا ہے اور رہنمی کی مانند اس نے ایران میں توحید الٰہی کا پرچم بلند کیا ہے۔ واللہ اعلم

زرتشت کی پیدائش صیغہ ترویجت کی بناء پر مناسک قبل صبح میں اور نیفات
حالاتِ زندگی ۳۵۵ قبل صبح میں واقع ہوئی مولودہ و مشارع صفری ایران کا شہر ہے مختا۔ والد کا نام پورا شا اسپ بختا۔ پارسیوں (موجودہ لرستانیوں) کی رواست کے مطابق گوموستیوں کو اپنے علم بخوبم کے حساب سے معلوم ہو گیا مختا کی بیچارہ زندہ رہ گیا تو مستقبل میں ان کے مذہب کو بر بادی کا باعث ہو گا۔ اس بناء پر اپنوں نے اسے آگ میں ڈال دیا تگروہ نہ جلا اور صبح و سلامت الاؤ سے باہر ہے گیا۔ اس بناء پر اگستے شیخ ابراہیم عسکری کہا گیا ہے۔ اہل ایمان کو آگ میں جلاسے کے واقعات از متعدد بار پیش آئے ہیں۔ مگر الاؤ سے زندہ و سلامت باہر نکل آئے کا ذکر قرآن میں حضرت ابراہیم کے سوا کسی اور کے متعلق نہیں آیا۔ نار منع نے ایک عظیم یعنی تابیخ ابو حازم (قصیر) میں سعدہ ہر کے متعلق مھی بتایا ہے کہ اسے جھٹے بنی اسود علیسی اپنے اوپر ایمان نہ لاسکے جبکہ میں پسرو آٹھ کیا مختا۔ مگر وہ صحرا از طور پر نجی نکلا اور اس تو نے اپنی بیوی کی حدود سے نکلا و ریختا۔ ابو حازم مدیرہ میں آلبے سنتے اور وحاج کی روایات ان سے مروی ہیں۔ وہ بالعموم سہل بن سراجون الصاری سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابن القیۃ البیانی ہیں ابو حازم کے واقعات درج کئے ہیں۔ یہ امر حیرت ناک ہے کہ بعض دیگر اقوام میں بھی اس سے ملتے جلتے و افتات کا چرچا موجود ہے۔ مثلاً ہندوؤں میں سنت پر ملاد کا اور پارسیوں میں زرتشت کا۔ زرتشت کی زندگی کے حالات بالعموم پر وہ خطا میں ہیں، بالخصوص ابتدا ای حالات۔ بعض روایات کے مطابق اس نے اپنے وقت کے ایک عظیم فلاسفہ استاد بن اکرزا سے مذہب اور طب وغیرہ کی تعلیم پائی۔ وہ شروع سے ہی سوچ بسوار کا عادی اور خادمِ ملک نہ تھا۔ میں سال کی عمر میں پہنچاڑوں پر گورنر فرشتنی اختیار کر لی اور وہیں پر ہم سے عزماں نیا اہم حاصل ہوا تھا۔ اب وہ تو حید الٰہی کی منادی میں مصروف ہو گیا۔ قوم بت پرستی، وہم و خرافات پرستی اور دیوتا پرستی

کی عادی تھی۔ لہذا ایک چپا زاد بھائی کے سوا کسی نے اس کا پیغام قبول نہ کیا۔ زرتشت غیر مری محدود کی دعوت دیتا تھا۔ جب کوئی پیغمبر موسیٰ کے خواجہ تھے، عوام سے مایوس ہو کر آخر وہ شاہ بیٹھنے لگتا تھا۔ اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی۔ شاہ نے پہلے تو خود اس سے بحث و مناظرہ کیا اور پھر درباری علماء اور علاحدات کے فضلاء سے اس کی لفظگاری۔ اس بحث و مذاکرہ میں زرتشت کی فتح ہوتی۔ درباریوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ زرتشت کا مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہے تو انہیں خدشہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں ہمیں یہ نیا مذہب قبول کرنا پڑے گا۔ دربار ازدواجی اور امارت وزارت سے باقاعدہ حصولاً ہو گا۔ جسمے دربار میں مذہبی علماء کے ۵۵ سوالات کے جواب زرتشت پہلے ہی دے چکا تھا۔ اب سازش کر کے بادشاہ کے کام پر مدد کریں۔ کیونکہ جادو گرا اور شجدہ ہاں ہے۔ درباری سلطنتیں اور علاقائی اکاٹیچا پھال بڑی خوفناک چیز ہے۔ بادشاہ نے زرتشت کو گرفتار کر کے جیل میں ملوڑ دیا۔اتفاق سے انہی دلوں میں بادشاہ کا نہایت محروم گھوڑا شدید بیمار ہو گی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی جیسا کافی لہی تھیں سکول کا پیٹ کے ساتھ چھٹ گیتی۔ بادشاہ ہبہت پر پیشان ہو گا۔ کوئی علاج کا رکھنا مست زیر زرتشت نے شاہ کو پیغام بھجوایا کہ اگر وہ میری چار شرطیں قبول کرے تو میں گھوڑے کا رو عالی علاج کر کے اسے تند رست کر دوں گا۔ بادشاہ کو وہ شرطیں قبول کرنے پڑیں۔ وہ شرطیں یہ تھیں۔ پہلی مانگ کی درستی پر بادشاہ مجھ پر ایمان لے آئے، دوسروی کی درستی پر اس کا بیٹھا اسفندیار بھی ایمان لائے۔ اور اس کے مذہب کی حاشت کا وفہرہ کرے۔ تیسروی مانگ کے پر عاصہ ہونے پر ملک بھی ایمان لائے اور چوتھی مانگ کی درستی پر اُن سازشیوں کے نام ظاہر کئے جائیں جو اس کی گرفتاری میں طور پر۔ زرتشت نامہ۔ پارسیوں کی کتاب۔ کا بیان ہے کہ گھوڑا تو زرتشت کی دعا سے تند رست ہو گیا مگر بادشاہ نے بھی اس سے چار مطلبیت کئے۔ پہلا یہ کہ شاہ کے انجام کا حال بتایا جائے۔ دوسرا یہ کہ آخرت میں اس کا مقام اسے دکھایا جائے۔ تیسرا یہ کہ اسے حاضر و نائب کا علم دلایا جائے۔ اور چوتھا یہ کہ قیامت سے قبل اس کی جان نہ نکلے۔ لکھا یہ کہ زرتشت اپنی فورانی چک دیکھ کے ساتھ شاہی دربار میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر شاہ اور درباری گورنگے مگر تو زمین سے آواز آئی کہ ڈونے کی ضرورت نہیں۔ ہم صرف بخچے یہ حکم دیئے آئے ہیں کہ زرتشت کا دین قبول کر لو کیونکہ وہ سچا ہے۔ اس پر شاہ بیٹھنے لگتا تھا اور درباریوں نے زرتشت مذہب کی قبولیت کا اعلان کر دیا۔ جہاں تک اس افسانے کی حقیقت کا سوال ہے اس کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر تاریخ یہ مزور تباہی ہے کہ شاہ بیٹھ زرتشت کا پہنچا اور حامی ہیں گیا تھا۔ شاہی سرپرستی میں دین زرتشت نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ بادشاہ نے

اس نہ ہب کی اشاعت میں ذاتی دلچسپی لی اور حکومت کے ذمہ بخ دوسائیں اس مقدمہ میں لگا دیئے۔ شرقی تبلیغیں شاہ فرید آن میں بھی بھی نہ ہب چھیلنا چاہا۔ — معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ایران اور قوہ آن دو الگ الگ ملکیتیں تھیں، پھر شاہ قوہ آن کے انکار پر جنگ ہو گئی۔ یہ جنگ زرتشت کے سکھ جان لیوا ناہست ہوئی، ایک قوہ آنی فوجی نے جو کسی طرح قتل کی نیت سے اس کے پاس آئی تھا، خبر سے اسے ہلاک کر دیا۔

زرتشت کی تعلیمات ہمارے پاس جس قدر تاریخی دلائل و وسائل موجود ہیں، بعد میں پیدا ہوئے والی بدعات و اختراعات کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو ان کی روشنی میں پہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زرتشت کی تعلیم توحید خداوندی کی بنیاد پر قائم تھی۔ اس نے منظاہر فطرت کی پرستش، بت پرسنی، ارواح و اشجار کی پوجا، پلوی دیانتاؤں پر عقیدہ، الگ کی پرستش چیوان پرستی اور شام مراسم شرک کی سختی سے تردید کی تھی۔ شریعت — دو خداوں کا اعتقاد — بھی اس کی تعلیم کا حصہ نہ تھی۔ بلکہ اسے دین زرتشت ہیں آتش پرست گویوں نے داخل کر دیا۔ اسی طرح آج پاریوں کو آتش پرست مانا جاتا ہے۔ اور اسلامی لٹرچر اور تاریخ میں بھی ان لوگوں کو مجوس ہی کا نام دیا گیا ہے۔ مگر یہ لوگ زرتشت کے بعد ہی اس نویں — قدیم جموی — شرک کو دین زرتشت کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو سکے۔ زرتشت کے مان اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی ذات و صفات کا واضح تصور، آثرت کی زندگی، جنت و دونخ، فرشتوں پر ایمان غرض تمام وہ بنیادی عقاید جو شروع سے انبیاء کی تعلیم کی بنیاد رہے ہیں، یہیں صراحت سے ملتے ہیں۔ وہ بیرونی قوت کے ساتھ شرک کی قوت اور شیطان کا قابلٰ تو ضرور ہے مگر شرک کی الوصیت و محدودیت کا قابل نہیں۔ قوت بیرونی کا قوت شر پر بالآخر غالب آئندہ کا تصور خود بتاتا ہے کہ پہلی قوت الہی ہے۔ اور دوسری شیطانی، لہذا محدود برحق صرف ایک ہے۔ شیطانی قوت اپنے اندر کو کی خدا تھی یا محدودیت نہیں رکھتی۔ یہ انسان کی کتنا ہی علم و فلکر ہے کہ وہ اسے بھی محدودیت کا مقام دے دے۔

پہ بات واضح افسوسناک ہے کہ دنیا کی بھی دوسری علیم شعفیتوں کی طرح زرتشت کے کوئی بھی دیوالائی حکایات اور دہم درخواست کے انبار لگادیئے گئے، جو کی وجہ سے اس کی شعفیت اور تعلیمات کی اصلاحیت کو پھیلانا دخوار ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب و سنت کی صراحت ووضاحت کی عدم موجودگی کے باعث ہم دین زرتشت کو الہامی نہ ہب و ادیان کے زمرے میں شمار کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن یہ کہنا سراسر بے انصافی اور کوتاہی علم پر مبنی ہو گا کہ دین زرتشت شریعت یا آتش پرستی کا مذہب تھا۔ اس کے برخلاف اس کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کیا جائے

تر صاف نہ کرنا ہے کہ یہ دعوت خالص توحید اور اسلامی تعلیمات کی دعوت ملتی۔ زرتشت کے نام و نسب اور قبیلہ و طیل کی مانند اس کی تعلیمات میں اختلاف کا باعث ہمارے خیال میں یہ ہوا کہ شنویت دوسرے تمام ایمانی مذاہب مثلاً جوسی مذہب، ماننی مذہب اور قدیم آرمیانی مذہب میں ایک قدر مشترک کے طور پر چاری و ساری رہی ہے۔ دینی زرتشت میں داخل ہونے والوں نے وہ اس مذہب کا بھی جزو بنایا اور اب یہ مذہب بھی فنویت سے ہی پہنچا جائے گا۔ دوسرے سبب وہ اظہار نشیب فراز ہیجن سے زرتشت کے مذہب کو گورنا پڑا۔ بھی شاہی پرستی حاصل ہو گئی اور اسے سلطنت کا سرکاری مذہب بنایا گیا۔ بھی اس کے مخالفین کا علمبرہ ہوا تو انہوں نے بزرگی مذہب کے سلطنت کا سرکاری مذہب بنایا گیا۔ مذہب کو شش کی نیجگہ فرکلا کر اصل تعلیمات یا رؤغت رپود ہو گیئیں یا ان میں تحریف اور تجوہ و تبدل واقع ہو گیا۔ قیاسیب یہ ہوا کہ اس مذہب کے نشوتوں اور کشت و صیحت میں تعلیم و عقاید اور اعمال و عبادات کے باب میں اضافہ پایا جاتا ہے۔ انہیں پڑھ کر تشویش ہوتی ہے اور بعض لوگ اس مذہب کو شرک و کفر اور آتش پرستی کا دین ہٹھرا دیتے ہیں۔

ان اسیاب میں سے جہاں تک پہنچے کا تعلق ہے، ایمانی مذاہب میں شنویت کا وجود اس ہات کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کہ دینی زرتشت کو بھی انہی کی صفت میں کھلا کر دیا جائے۔ عقلی و نقلی دلائل اس کے خلاف موجود ہیں تما منع ہمیں بتائی ہے کہ زرتشت کے زمانے میں جو تھی اس کے خلاف رہے تھے۔ بلکہ انہوں نے تراویک روایت کے مطابق زرتشت کو اگر میں جلا دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ اگر زرتشت عقیدہ شنویت میں ان کا ہم نہ رہنا تو وہ کامی کو ایسا کرست؟ بعض اہل تحقیقہ کا خیال ہے کہ جو تھی شنویت اور زرتشت کی شنویت میں ایک واضح فرق پایا جاتا ہے۔ جو تھی اور ما لوگی مذاہب تو صریحًا و غداوں کے قابل ہیں۔ خالقی خیر اور خالق شر۔ پیروان و اہل کر کان کی قویں مساوی ہیں۔ اور دونوں متواتری لائنوں پر کائنات کے نظام میں کار فراہم ہیں۔ لیکن زرتشت جس شنویت کا قائل ہے وہ صرف اس حد تک ہے۔ کہ خالقی خیر اور سے اور خالق شر اور۔ اہمود مردا اور انگر امینو۔ اب وہ دونوں کائنات میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں مگر چون کہ خیر بالآخر شر پر غالب آئے گی لہذا اعبادت کے لائق صرف خالقی خیر۔ یہ زمانہ اہمود زمانہ ہے۔ مذکور خالق شر۔ آہمین، انگر امینو۔ لیکن اگر ہم ان حضرات کی تحقیق کو مان لیں تو ہم مرزا قار و مطلق زردا، صرف جمادات کی حد تک تو وہ خدا سے برحی ہو گا مگر مطلق کی حد تک اُسی کی پہنچ کا ایک دوسرا خدا ہمیں موجود ہو گا۔ یہ بات زرتشت کی توحیدی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسی لئے ہم سمجھتے ہیں کہ عقیدہ شنویت رچا ہے وہ کسی شکل میں ہو اور کسی حد تک ہو، زرتشت

کی تعلیم کا حصہ نہ تھا بلکہ بعد کا اضافہ ہے۔

اب رہا و سارے سبب تو یہ واقعی ایک محفوظ سبب ہے۔ مگر اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ نہوں نیت تعلیمات زرنشست کا حصہ یا بنیادی ہی ہے۔ انقلابات و ہر نئے قریب و ہدایت و نظریت جن کا اصل نام اندو ستر قران صرف اسلام تھا۔ یہ نام بھی بعد کی پیداوار ہیں۔ مذاہب میں تحریف اور ترمیم و اضافو کے شرک و مخلصت اور الوصیت و ابتدیت انبیاء کے عقائد ان میں داخل گردی ہے۔ مذہب زرنشست جیسی گلہ انقلابات و ہر کاشکار ہو کر بدل گیا ہو تو لاائق تعب نہیں۔ اور دشیر یا بکان کے دو حکومت میں زرنشتی صاف و کتب کا جعل دیا جانا اور اس مذہب سے کچھ پریروگوں پر مصائب و خلاف کا نزول ایک تاریخی حقیقت ہے جو یہی سماں میں ہب پھر سرکاری سرپرستی اس مذہب کو حاصل ہوئی تو اس سرپرستی دسایر و کتب کو دون کیا گیا۔ اب زرنشست کا زمانہ کچھ بجید ہو چکا تھا۔ جو یہی خود اس مذہب میں داخل ہوتے اور اس پر جو نیت کی چھاپ لگادی۔ ان کتابوں میں جو تعداد پا جاتا ہے اس کا باہم تباہی گروپ دو اس اور جو یہی سازش کر جی قرار دیا جانا قریبی قیاس ہے۔ تحریف و تخریج ایسا ہمی کتابوں۔ تورات و زیبدہ اور انجلیل۔ میں بھی رہا پاچکی ہے اور خود یہودی و نصرانی اہل علم اس کا کھلا اعزاز کر رکھے ہیں۔ پھر ایک ایسا نہ ہب جس میں توحید کی تعلیم ہوئے کے باوجود یہم اسے بدیں سبب الہامی نہیں مٹھرا سکتے۔ کہ اس کا کوئی صورت اور یقینی ثبوت نہیں ہے، اس میں الگ تحریف اور ترمیم و اضافے کے پالی ہو تو لاائق تعب نہیں۔

بہر حال ہم لوگ غالب کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں کہ زرنشست کا نہ ہب اصل میں ترجید کا دین تھا۔ نہوں نیت اور آتش پرستی، بلکہ دلوی و لینہ ناؤں ہاں کی پرستش اس میں بعد میں داخل ہو گئی۔ خیر و شر کی قدر کا مقابل ہونا اور ابتلاء سے ان کا مقابلہ نہیں ماننا، فقط اتنا مانند سے نہوں نیت لاد نہیں آتی۔ زرنشست کی موجودہ تعلیمات کی کتابوں مثلاً دسائیں، کامیابی اور زندگانی اور دنداشت و عیونہ کے سے اتنا ضرور پڑھ جاتا ہے کہ وہ خیر کے خلیل پرانے کی اگرید رکھتا ہے اور شر کو بھیت محدود کے نہیں بلکہ ایک قوت کے طور پر مانتا ہے۔ اسلام نے بھی، نیز یہودیت نے، شر کو شیطان۔ الیس۔ کی طرف پنسرب کیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اسلام شیطان کی شخصیت کا قائل ہے۔ جو منیش شرارت و خاد ہے۔ خلق اُنہیں۔ اور زرنشست اسے ایک قوت مٹھرا تھا ہے۔ لیکن صرف اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا جس کی بنیاد پر اسے نہوں نیت کا معتقد قرار دیا جاتے۔ پس زرنشست کا مودع ہونا اور خدا کی ذات و صفات کا قائل ہونا ایک ایسا امر ہے جو اس کی تعلیم سے خارج ہے۔

زرنشست نے خدا کو آہر مزدا کہا ہے جس کا معنی ہے: خداوند نور۔ قرآن کہتا ہے:

اللَّهُمَّ تُوْرِّ اسْتِهْنَوْتَ وَالْأَدْعُونَ زر نشست نے خدا کی جو صفات بیان کی ہیں وہ یہ ہیں، (۱) خالق کائنات (جح)، الزلی (وابدی) (جح)، سب سے اعلیٰ (وہ تردد) (غیر متحقیر) (۵)، رحیم (۶) پاکیزہ ترین (۶)، ملیح طہارت و نقاوت (۷)، خود مختار (۸)، مالک کل (۹)، عاقل ترین، عقل کل (۱۰)، پرچیز کو جانشی والا (۱۱)، سب کچھ دیکھنے والا (۱۲)، رازوں کا جانشی والا (۱۳)، واحد ذاتی نہ کر ہرچیز کو جانشی والا (۱۴)، سب کا ہم سرو ہمتا نہیں (۱۵)، بے مثل و بے نظیر (۱۶)، حواس کی گرفت سے باہر حد دی (۱۷)، اس کا ہم سرو ہمتا نہیں (۱۸)، بے مثل و بے نظیر (۱۹)، مہربان و بخشنده (۲۰)، غیر فافی (۲۱)، منصف (۲۲)، ہم سے ہماری ذات سے بھی قریب تر (۲۳)، مہربان و بخشنده (۲۴)، غیر فافی (۲۵)، منصف (۲۶)، فعادل (جح)، حافظ و نگران (جح)، ہرچیز سے قوی تر۔

ان صفات کو پڑھ کر اندازہ لیجئے کہ کیا یہ وہی صفات نہیں جنہیں انبیاء نے اللہ تعالیٰ سے منسوب کیا ہے؟ اور ان صفات کا مانسنه والائی کیا نیشت کا قائل ہو سکتا ہے؟ زر نشست کے مذہبی نوشتہ دس اپنے میں فرشتوں کے لئے سوش اور فرشتہ کے الفاظ موجود ہیں۔ اور ان کی بعض صفات کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ بحث بعد الموت، آخرت کی زندگی اور ثواب و عقاب، جنت و دوزخ کا بھی قابل ہے۔ یہ تخلیقات بالکل اسلام کی تبلیغ کے مطابق ہیں۔ اگر ان کتابوں میں ان عطاہ کی تفصیلات کے سلسلے میں کوئی فرق و امیاز ہو تو ہمارے گزشتہ بیان کے مطابق وہ بالکل قریبی قیاس ہے۔

زر نشست کی اخلاقی تعلیمات | بازی، ظاہری و باطنی صفاتی، دوسروں کی مالی و اخلاقی احاداد و نیشت جیسے اخلاقی فضائل و شکایل کا ذکر کرتا ہے۔ ہر دویں و مذہب اور ہر قوم و ملت کے مذہبی سرپریاہ اور مصلح یہی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ زر نشست نے رہبا نیت کی شدید محاذ کی جو۔ وہ عالمی زندگی گزارنے اور معاشرتی صلاح و فلاح کا دامی تھا۔ اس کی تعلیمات میں محنت و مشقت کرنے اور ہاتھ سے نوزی کرنے کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ مگر یہ امر طب افسوسناک ہے کہ اس کے پاہ موجوہ مذہبی کتب و دساتیر کی رو سے۔ محنت سے نکاح جائز تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شنی بھی بعد میں بڑھائی گئی تھی۔ یکونکہ جو توں اور دیگر ای انی مذاہب میں ایسے نکاح کا عام رواج تھا۔

قد، سب، زر نشست کا ارتقاء | جیسا کہ بیان ہو چکا زر نشست کے ذمہ نہیں مٹا و بلکہ گلستان پر دمبلنے لی گیا۔ اس کی حدود جسم سے یہ مذہب نہ صرف ایمان میں بلکہ اس سے باہر بھی اشاعت پذیر ہوا۔ اس مذہب کا دوسرا سرپرست اور سرگرم داعی سا سرس (ٹورش)، مقاجو جدید ترین

تحقیقات کے مطابق ذوالقریبین کے نام سے قرآن عظیم میں سراہا گیا ہے۔ سورہ الحکیم میں اس کا حال پڑھ کر داشت ہو جاتا ہے کہ یہ واقعات، یہ کروار و افعال اور یہ اقوال و افکار ایک بندہ مومن کے ہی ہو سکتے ہیں۔ سکندر مقدونی تاریخ کی محترم شہادتوں کے پیش نظر مشرک دبت پرست تھا ہند جن لوگوں نے اسے ذوالقریبین بتایا ہے وہ عکٹی پڑیں۔ مذہب زرتشت کا تیرسا سرپرست ہادر شاہ دا فا این گرشا سپ ہوا ہے۔ یہ گشتا سپ غالباً اور بیان شدہ شاویخ کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہے۔ ا) چھٹی صدی قبل مسیح میں ایرانی حدود کے اندر اور ہر چھٹی مذہب زرتشت عروج پر رہا۔ تاریخی شہادت کرتی ہیں کہ مذہب یونان ملک چیل گیا تھا۔ زرتشت کے پڑھ سو سال بعد سکندر اعظم کا حملہ ہوا۔ ایران پر فتح کرنے کے بعد اس نے سارا راستہ لے لیا مذہب کا نہیں کردا ہے۔ اب جو کتب و صحف موجود ہیں یہ اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد زبانی یاد داشتوں اور ذہنی کدو کا داش کی بناء پر موجود میں آئیں۔ تیسرا صدی عیسوی میں ساسانی خاندان کا دور دورہ تھا۔ اس زمانے میں مذہب زرتشت کا ازسر یعنی عروج حاصل ہوا مگر عروج اس پہلے یعنی مبدل مذہب کا نہیں بلکہ جدید مدون شدہ عرف مذہب کا تھا۔ اسلامی فتوحات کے زمانے تک ہی حالت فائم رہی۔ جب اسلام کا زیارتیاں ایمان کی طرف بڑھا تو اس کی سادہ تخلیمات بے اوث عنینہ تو یوحیہ، مساوات انسانی کے نظریتی اور اصل زرتشتی مذہب سے بہت کچھ ملتی جلوی تخلیم کیا گیا۔ ایل ایران، درھما و حضرت اسلام سے ائمہ اور ائمہ ایمان، سہن و ستان اور پاکستان میں صرف چند لاکھ تک محدود ہے۔ یہ لوگ آتش پرست ہیں اور دین زرتشت میں بہت سی بدعتات کو داخل کر رکھے ہیں۔

زرتشتی مذہب کی کتابیں یہ تو ایک مستقل تاریخی حقیقت ہے کہ اس مذہب کی کتابیں ایک کی بناء پر لمحی گئیں لہذا تحریف اور ترمیم و اضافہ سے پاک نہیں رہ سکیں۔ اس بات میں یہی کوئی شک و شر نہیں کہ مذہبی کتابوں کو فوک زبان خونکرنے کا روایج مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم میں نہیں رہا۔ لہذا نہیں کہا جاسکتا کہ زرتشت مذہب کی تکون کون سی کتاب میں کتنی اور کہاں کہاں تحریف ہوئی ہے۔ اور کون کون سا حصہ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ جناب زرتشت کی اصل تعلیمات کے پیش نظر ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ان کتابوں میں جہاں جہاں شرک و بت پرستی آتش پرستی، شمرتیت اور دلپی ریتاوں کی تعلیم و تکریم کا بیان ہے وہ سختے ضرور المحتقی ہیں۔ جو یہیوں نے اپنے خاص مقاصد کی خاطر اور اپنے قدر یہ مذہب کی حماست میں بے شمار و ہم و خرافات اور دیوالائی افسانے تراشئے ہوں گے جو آج کل مذہب زرتشت کی کتابوں کی نیت

پیں۔ بہرہ صورت ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) دسائیں تھرڈ روچ (دسا تیر کلائن (۳)) ماؤنٹ اسٹا خارڈ (روچ) باوسٹا کلائن۔ ماؤنٹ اسٹا پائیچے حصوں پر مشتمل ہے۔ اور بہرہ حصہ کا نام الگ الگ ہے۔ ان میں سے ایک حصہ زندگی اور ایک پا زندگی ہے۔ ایک حصہ کا نام گاتھا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ خود زنشت کی خوبی ہے۔ گاتھا میں شرک کی آئینہ شکم ہونے ہے۔ محدود سرے حصہ دیویا دیویتاوں کی مرح و شنا سے بُریزیں ہیں۔ یہ حصہ ضرور مجسیتوں کی سازش کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے آگ کی پوچھا، زین، باول اور روشنی کے دلوتا و بنروکی پوچھا۔ یہی اس مذہب کی کتابوں میں داخل کر دی ہے۔ موجودہ پارسیتوں میں بھی مذہب رائج ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی لطیحیزیں انہیں مجوس کا نام دیا گیا ہے۔ اس لفظ کا عام معنی آتش پرست ہی سمجھا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں جنابِ زنشت کے اصل عقیدہ آخوت کو تباخ اور رجعت سے بدل دیا گیا۔ رجعت کے عقیدے کی رو سے لوگ ایک بار پھر اس دنیا آئیں گے۔ بعض مسلمان فرقے یہی عقیدہ آخوت سے متنازع ہوئے اور دھرمیت سے اپنی کتابوں میں اس کا اظہار کیا۔ مذہبِ زنشت میں جنت و دوونخ کا نقشہ بالکل ڈرامائی اور دلیل مالائی انداز میں کھینچی گیا ہے۔ اور بیان شدہ اوس تاریخ میں دو ایک اوس تاریخ میں دیویی دلیوتاوں کی غلط اور مرح و شنا کا بیان ہوا ہے۔ زنشت کا بیان کردہ آہورہ مردا اس میں معبود کی جیشیت سے نہیں بلکہ عرض ایک فرضی دلوتا کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ اسے فرشتوں کی عبادات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ صفاتِ خداوندی کو فرشتے ہمہ را یا گی اور پھر ان میں خداونی صفات دکھدی گئی ہیں۔ اس کتاب نے قدیم ایرانی آریاوں کے دلوتا مतھر اور کمی اور دلیوتاوں نیز مظاہر قدرت کی پوچھا کو داخل مذاہب کر دیا۔ اب وہ تمام چیزیں جن کی شرک زنشت نے موقوف کر دی تھی، از سر نہ مذہب کا جزو بنا دی گئی۔ جادو، منتر، توئے گوئے پھر مذہب کا حصہ قرار پاے۔ جس طرح مہاتما بُندھ کے بعد خود اسی کو محبود بنالیا گیا تھا اسی طرح زنشت کو بھی پچار یوں کا سردار اور سنجات دہنده تصور کیا جانے لگا۔ زنشت کے مذہب نوجیہ کا یہ خوفناک اور اضوتاں کی انجام انسانوں کی شرک پسندی اور ادھام پرستی پر ایک واضح بُرهان کی جیشیت رکھتا ہے۔

مذہبِ زنشت کا زوال ایک زمانہ میں پورا ایران، وسط ایشیا اور قفقازی عمارک اخوات عراق اور یوآن سماں پہنچ گئے تھے۔ لیکن بانی مذہب کی وفات کے بعد جلدی ہی پر خرک زوال پڑی ہو گئی۔ جو سیاست کی قوت کا اعتراف کئے بغیر جارہ نہیں جو اس نے مذہب کو یوں

کھا گئی جیسے برہنیت نے بدھ مذہب کو ہڑپ کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ گاتھا زرنشت کی خود زرشت کتاب تھی۔ یہ هنا جاتِ الہی کی فلمون کا بھروسہ ہے۔ یہ مقدس عہد بھی تحریف سے نجی سکا جہاں تک اس کی شرح و تفسیر کا تعلق ہے، مجوسیوں نے کسی نہیں تا ان کو اس سے منوریت، مظاہر پرستی، دلتوپرستی، آتش پرستی اور بُجت پرستی سے ملا دیا۔ زرشت کی کامیابی کے زمانے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خاصو شخص سے کسی مناسب موقع کی خلاف میں رہے۔ جو ہمیں موقع ملا انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور توحید و خدا پرستی کے ایک سیدھے سادے مذہب کو شرک اور تخلیق پرستی کا احکام اتنا کر رکھ دیا۔ زرشت نے آہوڑ مزدا کو قادرِ مطلق، خالقِ لمبیلاد و محبو و الحمد بتایا تھا مگر بعد میں وہ ”خدا نے خدا نگان“ بن کر رہ گیا۔ اس کے تحت اور اس کے جلو میں بے شمار دوسرے خداوں کی پوجا پاٹ کارواج ہو گیا۔ مذہبی رسوم و عبادات میں شرک آگئا۔ زرشت سے پہلے مرجوں کی لاشوں کو آبار یوں سے باہر بچا کر رکھ دیتے تھے تاکہ انہیں جنگی درندے اور فضائے پرندے کھا جائیں۔ زرشت نے یہ رسم موقوف کر کے مردے دنائے کا سلسلہ شروع کر دیا مگر اس کے بعد بھروسی پہلی دوست ناک رسماں شروع ہو گئی۔ سارے اس اور اسلام کے خاندان کی سر پرستی میں یہ مذہب پھلا پھلا لیکن سکندر اعظم کے ہاتھ نے اس کا حال بہت تباہ کر دیا۔ جب اسلام کے ساتھ اس مذہب کا تصادم ہوا تو یہ ایران سے ہٹیش کے لئے رخصت ہو گیا۔ اس کے پیرو آج کل ہندو پاکستان کے ساحل شہروں میں پائی جاتی ہے۔ اور کچھ ایران میں بھی۔ ایران میں ان کی تعداد کا اندازہ دل پسند رہ بڑا اور پاکستان و پسند میں تقریباً بارہ بڑا ہے۔ یہ لوگ تاجر ہیں اور بالعموم بڑے شہروں مثلاً کراچی، ممبئی، ہسپوڑا اور احمد آباد میں بنتے ہیں۔ آتش پرستی کے باعث انہیں آتشت پرست کہا جاتا ہے۔ اور خود یہ پارستی کہلاتے ہیں۔ واللہ غالب علی

امرہ

کنیفیو شمس کا مذہب

اس مذہب کو مانتے والوں کی ایک معقول تعداد کو جاپاں میں بھی موجود ہے مگر اصلًا یہ چین کا ملتی می اور قدیم تریپی مذہب ہے۔ نئے سو شل انقلاب کے بعد کا حال ابھی واضح نہیں ہو سکا مگر اس سے قبل کے زمانے میں چین کے اندر بدھ مذہب کے علاوہ دو بڑے مقامی مذاہب کا عمل و خل رہا ہے۔ ایک ناؤ ازم اور دوسرا کنیفیو شنسنگی۔ مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء و خیالات کا پیچہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی تا حال پوری طرح معلوم نہیں ہے۔ کیونکہ انقلاب کے بعد ان کا چین میں کیا حال ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک بڑے صوبے سنیا ہاں

غایباً چینی ہرگستان — میں مسلمانوں کی اکثریت رہی ہے۔ پھر اخبارات میں یہ خبریں آتی رہیں کہ یہ صوبہ زیادہ ترقیاتی انقلاب کی زدیں رہا ہے۔ سال ہاسال تک اس صوبہ کو ترقیاتی انقلاب کی آمادگاہ بناتے رکھا گیا ہے۔ سو شش تک پورٹ اسٹبل ہائیٹ کو سمجھنے والوں کا جیاں ہے کہ اب صوبہ سکیا نگ میں مسلمانوں کی اکثریت نہیں رہی۔ چین سے بھاگ کر قریبی علاج کے یا عرب علاج کے میں پناہ لیتے والے چینی مسلمانوں کے بیانات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

چین کے قدیم مذاہب مقامی ہاب میں سے ٹاؤ ازم قدیم تر ہے۔ اس کے بعد قدامت میں کنفیو شس کے مذہب کا نظر آتا ہے۔ لیکن اس اصریحی کو الجھاو موجود ہے، کیونکہ بتایا گیا ہے کہ لا و رزے، لا و رزے یا لا و رزے جو ٹاؤ ازم کا باقی تھا۔ وہ کنفیو شس کا ہم عصر مقامی نے اس سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ یہ دلوں مذہب کئی امور میں مشترک ہی ہیں۔ مثلًا مقامی روایات اور قومی و موروثی اور اہم و خرافات کی دلوں میں پہنچاں بھر جا رہو ہی ہے۔ ماڈ کا لفظی معنی ہے طرزِ عمل، روزیہ، دلیرو یا طریقہ۔ پھر یہ لفظ قابوں قدرت یا انسانیت کی فطری رفتار کے معنی میں استعمال ہوا۔ مگر بعد میں مذہب کا ہم معنی بن گیا۔ ٹاؤ ازم نہیاہی طور پر ایک تعلیمی، اخلاقی اور سیاسی ضابطہِ عمل ہے۔ اس ضابطہ پر مقامی روایات، موروثی رسوم اور قدامت کی چاپ لگی ہوئی ہے۔ چینی قدامت پرست ہونے کے باعث اسے بہت عزیز رکھتے ہیں ٹاؤ ازم کا باقی کنفیو شس کی مانند اپنے فلسفیات افکار اور حکیماز جیالات کے باعث بہت مشہور اور مقبول عوام رہا ہے۔ اس کے فلسفیات افکار کے ساتھ۔ فلاسفہ یوآن کی مانند — دلیوی دلیوانوں، چینی دلیوانوں، چینی ارواح اور بزرگوں کی پرستش کوشانی کر کے ایک مذہب تیار کیا گیا جو امنت اکڑ باند کے ساتھ ٹاؤ ازم کے نام سے معروف ہو گیا۔

جہاں تک حکیم کنفیو شس کا معاملہ ہے، وہ بھی ایک داشمندہ فلسفی، سیاست دان اور مختلم اخلاق کی حیثیت رکھتا ہے۔ فلاسفہ یوآن کی مانند اس نے مقامی دلیوی دلیوانوں، رسم و رواج، معاشرتی آداب اور بُرستی کو نہیں چھیرا۔ بد مقامی روایات سے تحریک کیا، بلکہ جہاں تک ہو سکا ان کے ساتھ مصالحتی اور ویہ اختیار کیا اور انہیں اپنی اخلاقی و سیاسی افکار و تعلیمات کے ساتھ خلط ملا کر دیا۔ شاید یہ اس لئے کیا کہ توگ بدک در جائیں اور اس کے اصل کام میں رکاوٹ نہ پڑے۔ پھر جس طرح ہمیشہ ہوتے ہے اسے چل کر یہ فلسفہ اور داشمند از افکار ایک مستقبل مذہب کی حیثیت اختیار کر سکتا۔ جس طرح ٹاؤ ازم چین کا قدیم ترین مذہب ہے۔ ایسا ہے کہا گیا ہے کہ وہ لا و رزے سے سے بھی ہزاروں سال

پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ اُس نے صرف اُسے مرتب و مددوں کرنے کا کام انجام دیا، اسی طرح کنفیوشنس ہو جدہ سو شل انقلاب سے قبل بک دہان کا عظیم ترین مدھب شمار ہوتا تھا۔ کنفیوشنس کا نام مغرب سے درآمد ہوا ہے۔ اصل نام ٹنک چیویٹی تیکھات کنفیوشن ہے۔ اسے چیویشنڈ بھی کہتے ہیں۔ یعنی ملکہ کی تنظیم۔ اس گروہ کی تاریخ کا سارا غیر 25 صدی قبل سے لگایا جاتا ہے۔ اور کم و بیش دو ہزار برس تک چین پر اس کی حکومت بھی دے چکی ہے۔ لہذا ہر آنے والی حکومت اس کی پیرو ہونے کی تدبیحی سمجھی۔

حکیم کنفیوشن 1551ء قبل مسیح ہے جس نے دنیا کو جہا تباہ کر دیا (پہند وستان میں) درستہت دایران میں اور کنفیوشن (چین میں) جیسے عظیم مطلع، فلاسفہ اور باشیاں تباہب دیتے۔ کنفیوشن چین کے ایک ضلعی حاکم شیزیان کے ہاں اس کے بڑھاپے میں پیدا ہوتا۔ یہیں سال کی عمر تھی کرباپ کا سایہ سر سے اُنمہ گیا۔ 15 سال کی عمر میں تعلیم کی طرف متوجہ ہوئا۔ 19 سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ اور اولاد بھی۔ فرآ بعد وہ مرکاری ملازمت میں لے لیا گیا۔ بھیثیت اہل کار اس کا کروار بہت سخیاں رہا۔ اس نے خود کی خدمت کی اور ان کے دل مورہ لئے۔ چھ سال کی عمر میں ملازمت کی مصروفیت کے ساتھ ساختہ اس نے فوجوں کو آداب حکومت اور صحیح اجتماعی و سیاسی کرواد کی قربت دیتے کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ بہت سے لوگ اس کے شاگرد بن گئے جن میں شاہی خاندان کے بیض فوجوں بھی سننے مزید مطالعہ اور تحقیق کی خاطر دہ دلائل پہنچا اور شاہی کتب خانے سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اس وقت فن موسیقی شاہی سرپنچ میں ترقی پذیر تھا۔ کنفیوشن نے اس فن میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ اسی وجہ اس کی ملاقاتات ملاؤ ہزم کے بانی لاوتے سے ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے کے مذاہش کنفیوشن نے اس سے بہت بچھے حاصل کیا اور عمر جبراں سے متأثر ہو۔ اتفاق سے اسی سال حکومت میں انقلاب آگیا۔ وہ پہلی حکومت کا زبردست حامی تھا۔

حکومت تک کرکے گوشہ نشین ہو گیا۔ نہیں کہا جاسکتا کہ اس زمانے میں اس کے مشاغل کیا رہے ہوں گے، ایکونڈاں کی زندگی کا یہ حصہ پر دھخانیں مستور ہے۔ چھ 5 سال کی عمر میں اسے دوبارہ ملازمت میں جس سے اپنی ذراشت و دیانت کے سبل پر ترقی کر کے وزیرِ عدالت کے عہدہ حاکم جائی چکا۔ اس نے جرام کو ختم کرنے کے لئے دن رات محنت کی اور بہت کامیاب رہا۔ الفاظ کو عام کیا، ارشت ستافی اور سفارش کا تفعیل قیح کیا۔ لوگ اس کے گردیدہ ہو گئے۔ اس کے اثر درستن اور سروں عورت وہ کے باعث بادشاہ اس سے مختلف رہنے لگا۔ اور اس سے بے قریبی کا روایہ اختیار کر لیا۔ کنفیوشن

با اصول ہونے کے ساتھ ساتھ قانون پسند پر امن شہری تھا، جب اس نے شاہی روئیہ بدلنا ہوا دیکھا تو سب کو بھاپ لیا۔ حلازونت ترک کر دی اور سیر و سیاحت کے لئے اُنکے کھڑا ہوا حالات موافق ہوئے تو پھر و ملن واپس لوٹا اور تعلیم فرمہ بست کا سلسہ شروع کر دیا۔ ۱۷۶۴ یا ۱۷۶۵ قبل مسیح میں اس کی وفات واقع ہو گئی۔

حکیم کنفیوشن کی تعلیمات حکیم کنفیوشن کی تعلیمات میں ہمیں قدرت، آسمان اور شکل و فیروز کے الفاظ تو ضرور طے ہیں مگر نہ سب، خدا، وجی والہام، آخرت عذاب و تواب، آخرت کی زندگی اور حیات و ممات کی حقیقت پر اس نے کچھ نہیں کیا۔ اس حقیقت کے پیش نظر ماہرین مذاہب کا خیال ہے کہ وہ مذہبی مقتدی اور نہیں تھا البتہ معاشرتی و اجتماعی اور سیاسی مصلح و رہنمای ضرور تھا زندگی کے اجتماعی شبھوں، باہمی ہمدردی، انصاف پھی حکومت، بہتر حاکم جیسے موضوعات پر اس کے ان بہت کچھ پایا جاتا ہے چونکہ اقتدار کے زمانے میں اس نے خود ایک مثالی نور پیش کی تھا۔ اور لوگوں کو طرزِ جیانی اور آداب و روزگار حکومت سکھانے میں بڑی دلچسپی لی تھی۔ اس نے آگے چل کر وہ ”بانیِ مذہب“ مشہور ہو گیا۔ اب چین کے احوال پر گھری نظر اپنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین و مذہب کے باپ میں بھروسے آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ ان میں مذہبی اختیب نہیں پایا جاتا۔ انہوں نے اپنی اجتماعی زندگی کے مسائل میں حکیم کنفیوشن کی تعلیمات کو جیشہ اعلیٰ مقام ریا ہے۔ کنفیوشن کی عموم میں دلچسپی و روسوم دردیات کو مثالاً نہیں چاہتا تھا بلکہ ان کی ایسی اصلاح کرنا چاہتا تھا کہ وہ اجتماعی نزدگی میں دوسروں کے لئے مفید اور کارآمد شاہت ہو سکیں۔ اس کی تعلیمات مابعد الطیعیاتی مسئلہ کے تحلیق خاموش ہیں۔ وہ رعایا سے زیادہ حاکم کی اصلاح کا فائدہ تھا۔ اس کے خیال میں ایک نیک اور مثالی حاکم رعایا کی اصلاح کر کے اُسے مثالی بناسکتا ہے۔ اس کا قول ہے کہ ”حاکم کو اپنے نام کی لائج رکھنی لازم ہے“ اس کا یہ بھی قول ہے کہ اپنی حکومت وہ ہے جس میں بادشاہ بادشاہ ہو، وزیر وزیر ہو، باپ باپ ہو، بیٹا بیٹا ہو۔ معاشر اس کے نزدیک ایک حکیم خداوندی ہے جس کی تکریب پائیج رشتہوں سے ہوتی ہے؛ و بادشاہ اور رعایا اب، شور بر اور یوری روح اب اور بیٹا وہ بیٹا بھائی اور جھوٹا بھائی ہو جو دوست اور دوست۔ اس کے نزدیک یوری نو ہشات انتشار و اضطراب کا باعث ہے ہیں۔ مگر فطرت انسانی پر اعتماد رکھنا ضروری ہے۔ جب بھی انسانیت بیدار ہو گی لاخالو نیت رخصت ہو جائے گی

کنفیوشن کی جماعت جماعت سے بھاری مرادیہ نہیں کر معروف محترمین میں اقتدار حاصل کرنے یا سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے اس نے کوئی

پار گئی بساتی تھی۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنے شاگردوں یا محتسبوں کا ایک حلقہ قائم کیا تھا۔ اس جماعت کو وہ رمود را شتمندی، اسرارِ اخلاق و سیاست اور آداب زندگی سکھاتا تھا۔ ان کی تعداد میں ہزار تک بتائی گئی ہے۔ جن میں سے ۶۵، ۵۵ کو وہ خود غیر معمولی قابلیت کے علاوہ کہتا تھا۔ یہ لوگ ہر وقت اس کے پاس حاضر رہتے تھے۔ اس کی زندگی اور اقوال و افعال کا گزینہ اس طالع کرتے تھے۔ سچتے ہیں کہ اپنے حقیقی فرزند کی موت پر اس نے رنج و غم کا انطباع نہیں کیا لیکن عربی شاگردوں کی موت اس کے لئے جان لپوٹ اثابت ہوئی۔ اس کی موت پر شاگردوں نے ہر سے رنج و غم کا انطباع کیا، بعض قبر کے نزدیک جھوٹ پیا تو ان کو کتنی سال تک دیں پڑے رہے۔ اس کی قبر کے قریب سلسلہ مردم کا کتبہ نصب کیا گیا ہے جبکہ یہ الفاظ کندہ ہیں:

”بہترین حکیم اور قدیم معلم۔“

کنفیو شس اسٹریچر اس عظیم و انش مند و حکیم کا اہل چین پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اس نے معرفت کنفیو شس اسٹریچر مصنفوں میں کوئی دین و مذہب پیش نہیں کیا بلکہ ایک اخلاقی و معاشرتی اور نیم سیاسی صلب اعلیٰ پیش کیا تھا۔ وہ مودوئی رسم اور صدیوں سے راجح شدہ مذہبی اعمال پر جبی عمل کرتا رہا، مثلاً ارواح پرستی اور آبام پرستی۔ اہل چین ارواح جیش کے بڑے قائل ہیں اور ان سے خائف رہتے ہیں۔ اسی سبب سے وہ ارواح کی پرستش کرتے ہیں۔ علیحدہ الفیہ ان میں فطرت کی پہچان بھی رواج چلا آیا ہے کنفیو شس نے ان کے عقاید یا مراسم عبادت کا کوئی رد نہیں کیا۔ ان کے ہائی شاگردی نامی ایک فرضی موجود یا خدا کی پرستش ہوتی ہے۔ اور اس کے گرد بے شمار ایام و خرافات کا بال رہا۔ اس شنویت کے مطابق ہر ہیں چینیوں میں ایک قسم کی شنویت کا عقیدہ ہیج موجود ہے۔ وہ ہے کہ ہر کوئی بھی پوچھا جاتا ہے۔ چینیوں میں ایک قسم کی شنویت کا عقیدہ ہیج موجود ہے۔ وہ ہے کہ ہر چینی میں شنویت ہے مثلاً نور و نلکتی، آسمان و زمین اس شنویت کے مطابق ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک شنویت کے مخالف منظاہر یا دجھوڑے مخالف ہوتے کہ ہم آپنگ ہیں۔ ہمی فوت۔ مثلاً روشنی اور آسمان یا ہنگ YANG کہلاتی ہے۔ اس قوت کی صفات ہیں۔ کہ وہ ہشتہ ہے، مددگار ہے، سعید ہے، گرام ہے، حلوچ ہے اور متھک ہے۔ دوسری قسم کی قوت ہیں N/AZ کہلاتی ہے جو پہلی کے مقابلہ: منقی ہے، موٹھ ہے، دسیا ہے، سردار ہے، نرم ہے اور غیر متحقک ہے۔ یا ہنگ تو آگ اور درھوب کا جو ہر ہے اور آپ سایہ اور پانی کا جو ہر۔ ہر دونوں قوتوں بعض حالات میں باہم تبدیل بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً لکڑی ہیں ہے مگر آگ میں ڈالنے سے پاہنگ ہو جاتی ہے جبکہ ان دونوں قوتوں کو تبدیل ایک دائرے میں ظاہر رہتے ہیں، یا ہنگ کو سعید اور بن

کو سیاہ، دلوں نصف نصف تکار اطراف میں ہم آنحضرت۔

کنیتو شنس کے شاگردوں نے اس کی تقریب و اور مقالات کو جمع کیا تھا جبکہ ہمیں کہ تاریخی دستاویزات کی ایک کتاب پر کنیتو شنس نے ایک مقدمہ لکھا تھا۔ علاوہ ازیں بہار و خزان پر ایک نظم بھی لکھی تھی جو غیر مکمل رہ گئی۔

حکیماتہ اقوال [۱] اعلیٰ آدمی جو چیز اپنے اندر تلاش کرتا ہے اونے اسے دوسروں میں ڈھوندتا ہے (جھ) تفکر کے بغیر علم ایک بیکار محنت ہے اور علم کے بغیر تفکر خطرناک ہے۔ (۲) مختار آدمی سے فاش نکلنے نہیں ہوتی۔ (۴) آدمی اصولوں پر غالب آسکتا ہے مگر اصول آدمی پر غالب نہیں آسکتا۔

کنیتو شنس کے خصائص [۱] وہ مشترق بعید کا قدیم ترین مذہب ہے (جھ) یہ دراصل حکمرانوں نے اثر مضید جانا اور اس پر عملدرآمد کیا ہے۔ (۲) چین کے سو شل انصاب نے اسے طاقت سے محروم کر دیا ہے۔ مگر وہ عوام کے دلوں سے ابھی تک محرومیں ہو سکا۔ (۴) اس کی تعلیم عام فہم، سادہ اور بچکدار ہے۔ اس کے ساتھ ذریعی بھی ہے۔ (۵) چین کے علاوہ جاپان میں بھی اس مذہب کا کافی اثر پایا جاتا ہے۔ کردوں جاپانی اس کے معتقد ہیں۔ (۶) یہ مسروف معتنوں میں مذہب نہیں اس لئے اس کی کوئی مستحقین بنیاد نہیں۔ (۷) اس قدر بچکدار، ملشاد اور صلح پرست ہے کہ بچھوڑہ بھبھکے ساتھ خاطل بلط ہو گیا۔ بعد میں جب اسلام اور عیسیٰ مسیح نے چین کی سر زمین پر قدم رکھا تو بسانی انبیاء و بیان جگہ مل گئی۔ مقامی راجح مذاہب کے ساتھ ان کا کوئی واشگاٹ لقادم نہیں ہوا۔ چینی لوگ رواڑا اور غیر منصب ہیں۔ ہر مذہب کی رسوم و عقاید کو بسانی قبول کر لیتے ہیں۔ آباد پرستی ذریعہ، مظاہر ذریعہ، وہم و غرفات اور دلیلی دریوں کا تصور ہر چیز ان میں آن گھٹی ہے۔ کئی لوگ بیک وقت کنیتو شنس، ٹاؤ آزم اور بدھ مت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ بعض عبارت گاہیں متصل بلکہ مشترک ہیں۔ ایک مذہب کے مطابق عبادات سے فارغ ہو کر ایک دروازے سے باہر نکلے اور دوسرے دروازے سے دوسری عبادات گاہ میں پہنچنے۔ وہاں جا کر دوسرے مذہب کے مطابق عبادات کر لی۔ «اللہ اللہ خیر صلوات بر ایک اس مذہب میں روحانی تسلیم و اطمینان کا کوئی سامان نہیں لہذا اسے ماذی مذہب کہا جاتا ہے۔ غالباً اسی لئے چین میں کبیز زم کا عمل دخل نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے کوئی "مذہبی عبارت" یا "مال عبد الطبیعتی فلسفہ و عقیدہ" نہیں پایا جاتا۔ (۹) سیاسی اتار چڑھاو

اور حکمرانوں کے لئے بھی میں یہ مذہب ہمیشہ اقدامات کی زد میں رہا ہے۔ اس کی کتابوں کو ایک دوسری جلد بیان کیا تھا اور اس کے پیر ووں پر آشنا دبھی ہوا، مگر جب دوسری حکومت آئی تو اس نے موافقت کا انٹھار کیا تو اس سرکار نہ ہو گیا۔ پھر حالات کا رونگ پلٹا تو خاپ غفلت کا شکار ہو گیا۔ (۱۵) اس وقت تو معلوم نہیں کہ اس مذہب کا جتنی میں کیا حال ہے۔ مگر سو شلخت انصاب سے پہنچنے والے یہ دہان کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب تھا۔ اس سے قبل دوسرے اس سکاری مذہب کا سرکاری مذہب بھروسہ چکا ہے۔ اتنی بڑی مدید تہ بک کے لئے سکاری سرپرستی تاریخ عالم کا ایک عجیب و اغصہ کھلا سکتا ہے۔ اگر انقلاب کے نتائج کو — جو نامعلوم ہیں — ذہن سے خارج کر دیا جائے تو اس مذہب کے پیر ووں کی تعداد شاید کہا کر دیتے کہ نہ ہو گی۔ **واللہ اعلم**

ہبودیت

تعارف یہودیت دنیا کے قیم مذاہب میں سے ہے۔ یہودیوں کے خیال میں اس مذہب کی تاریخ کی ابتداء ابراہیم سے ہوتی ہے، مگر قرآن نے یہ کہہ کر ان کا قول رد کر دیا ہے کہ: **مَا كَانَ أَبْرَاهِيمَ بَهُودِيًّا وَلَا دَجْنَانِيًّا وَلِكُنْ كَانَ حَنِيفًا مُشْلِمًا لَدُقَنَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ه**

ابراہیم نہ یہودی تھا بلکہ وہ تمودع مسلمان تھا اور مشرکوں میں سے بھی نہ تھا! اس مضمون پر مفصل بحث کا موضوع "اسلام" ہے۔ جہاں رشتہ اللہ مدلل طور پر ثابت کیا جائے گا کہ تمام یہودیان بہت اسلام کے پیر اور داعی تھے۔ دوسرے نام اور مذاہب بعد کی پیداواریں۔ دراصل بنو اسرائیل۔ فرزندان اسرائیل۔ کا تصویر یعقوب سے شروع ہوتا ہے۔ جن کا لقب اسرائیل۔ عبد اللہ۔ تھا۔ ان کی اولاد بنو اسرائیل یا اساؤ کہہ لائی۔ یہ مگر بالآخر اس بساط۔ قبائل۔ تھے۔ اسے چل کر یہودیوں نے اپنا نام اور اپنے مذہب کا (نام) یہودی رکھ لیا ہو یعقوب کے پوتے فرزند یہودا کی طرف منتسب تھا۔ وجدیہ تھی کہ اس بساطی اسرائیل میں اس سبط۔ خاندان یا قبیلہ۔ کو بڑا فروع حاصل ہوا۔ اسی کے نام پر یہودی نامی سلطنت قائم ہوئی۔ یہودوں کی دوسری حکومت۔ شمالی سلطنت۔ اسرائیل کے نام پر تھی۔ شمالی سلطنت صفت گئی اور یہودیوں کے دوسرے سب خاندان یا ترمذ کے یا القوی

تابید ہو گئے۔ پہلی سلطنت۔ یہودیہ۔ نبی از پادہ دیر قائم رہی۔ اور یہودا کا خاندان چھلا پھوڑا۔ اس نہ مانے میں سارے اسرائیلی یہودی کہلانے لگے اور ان کا مذہب یہودیت کہلنا۔ جنوبی سلطنت یہودیہ کے اندر پیر و شیخ واقع تھا۔ جس میں بیت المقدس تھا۔ اس مقدس عبارت گاؤں کی نسبت سے یہودیہ کو مرکزیت کا مقام حاصل رہا اور قوم و مذہب ہر دو کا انتساب اسی نام کی طرف ہو گیا۔

ماہرین مذاہب نے یہودی مذہب کی کم ترقیں لکھی ہیں۔ صحیح ترین تعریف یہ ہے: یہودیت دہ مذہب ہے جس میں ایک خدا پر ایمان کے ساتھ ساتھ ایک نسل کی برتری اور فضیلت و عظمت کا عقیدہ بھی داخل دین ہے؛ پہلی سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہودی کوئی تبلیغی مذہب نہیں بلکہ مذہبی مذہب ہے۔ خود یہودی کسی کو اس مذہب کی دعوت نہیں دیتے، نہ آسانی سے غیر یہودی کو داخل مذہب کرتے ہیں۔ غالباً یہی سبب ہے، کہ یہودیوں کی تعداد ہمیشہ بہت کم رہی ہے۔ آج کل جب کہ دنیا کی آبادی میں سلس اضافہ ایک پریشان کی مسکن بی چکا ہے۔ یہود کی تعداد سوا کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ قوم اپنی سازشوں، بیوفایتوں، مکروہ ریب اور رسولوں کی نافرمانیوں کے باعث ہمیشہ مغضوب رہی ہے، یہودی کا لفظ انہی نفرت و تحارت کا نشان بن چکا ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ہی شاید ایسا ہو جس میں سے یہ اپنی کمر توں کے باعث جلا وطن نہ کر سکے ہوں۔ ان کی آبادی کا زیادہ تر حصہ آج بھی۔ جب کہ اسرائیل نامی سلطنت کا ناسور عرب دنیا اور مسلم عالماں کے سامنے ایک لا علاج بیماری کی چیزیت اختیار کر چکا ہے۔ مختلف عالماں مشکلاً امکھ، برطانیہ اور روس وغیرہ میں سکونت پذیر ہے۔

ویسے تو کئی مذاہب کے متعلق قدامت کا دعویٰ کیا گیا ہے، مثلاً ہندو مذہب، هماویزم، شیعہ مت، کنیفیت، بہادریت اور زشتت کا مذہب۔ جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے اس کی نہ کوئی تاریخ ہے نہ کوئی متین عقیدہ و عمل، ایک قوم کی ہزار ہزار سال تہذیب و ثقافت کے نشیب و فراز میں جواد یام و رسول پیدا ہو گئیں وہ سب مل کر ہندو مذہب کہلانے۔ دوسرے نہ کوہہ مذاہب یہیں دلچسپی قدمی ہیں۔ بہادریت مذہب، چینی مذہب اور زشتت کا مذہب چینی ساتریں صدی قبل مسیح کی پیداوار ہیں۔ مگر یہودیت کی قدامت واخی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ بلکہ یعنی ملنک ہے کہ مشرق بعید کے مذاہب کو چھوڑ کر یہودیت دنیا بھر کے مذاہب ہیں۔ سے قدیم تر ہے، تینوں الہامی مذاہب۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔ میں سے بھی

یہودیت کو ہی تقدم حاصل ہے۔ ان میںوں لوسامی مذاہب بھی ہوتے ہیں۔

یہودیت کی تاریخ | تاریخ اس ایک ناصل نسل کی تاریخ سے جدا نہیں کی جا سکتی۔

اسلام کے علاوہ دنیا میں کے مذاہب میں سے یہودیت کی تاریخ میں تسلسل پایا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو ہودی نے گردے شمارا ہی بتاہی روایات سے خلائق کو رکھا ہے۔ مگر اس حقیقت کے انکار کی کج� نش نہیں کہ انہوں نے اپنے مذہب و ثقافت اور تنہی سب کو زندہ و پاغدہ رکھنے کے پیشہ کیا ہے۔ یہودیوں کے طبیب چور کے علاوہ ان کی تاریخ کا ایک بڑا حقد فرقہ قرآن مجید میں بھی محفوظ ہے۔ صرف ہی حقد ترمیم و اصناف اور ادام و خرافات کی طادری سے ملوث نہیں ہو سکا۔ اس کا سبب واضح ہے کہ قرآن دنیا کی واحد محفوظ و غیر مبتل کتاب ہے۔ ہم یہود کی تاریخ کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا حصہ حضرت یعقوب سے شروع ہو کر یوشیہ بن نون کے شام میں فتح حادثہ تک نئے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس حصے کے مرٹے مولے واقعات قرآن مجید نے سورہ البقروہ وغیرہ میں بیان کئے ہیں۔ اور تفاصیل خود یہودی طبیب چور میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرا حصہ شام کی فتح سے کراب تک کے واقعات پر مصیلا ہوتے ہیں۔ کتاب و مصنفات میں اس حصے کے کچھ اجزاء موجود ہیں۔ اور بعض دوسرے واقعات و احوال کی طرف صرف اشادات پائے جاتے ہیں۔ اس حصے کی تاریخ کے سینہ زیادہ تر یہودی روایات باشیں اور تاریکہ یہودی سرکار پر طابت ہے۔ ان کتابوں میں بے شمار مبالغہ، ادام و خرافات، غلط بیانیاں اور واقعات کا قوڑ سروڑ موجود ہے، جیسا کہ ہم یہودی طبیب چور یہ گفتگو کے دروازے میں ان کی طرف اشاعت کرنے لگے، الشام اللہ تعالیٰ۔

یہودیت مدینہ کے بعد یہودیت اور اسلام کے نفلات کی تبلیغ میں جو واقعات پیش آئے وہ اسلامی کتبہ اور تاریخ میں محفوظ ہیں۔ یہودیوں نے لوگوں کو اسلام سے روکنے اور اس کی ترقی کی رفتار میں رکاویں ڈالنے کی از جد زیادہ کوششیں کیں۔ الشامی اتنے ان کی تاریخ کے آئینے میں خود ان کو اور دوسروں کو بھی دکھایا کہ اس قوم کی تاریخ ابینیاء و رسول کی مخالفت اور احکام اہلی سے بغاوت سے پر ہے۔ چنانچہ ہم مغلی سروتوں میں بالعموم اور البقروہ میں بالخصوص اس قوم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم کی تاریخ بغاوت و سرکشی اور نافرمانی و ہیونخانی کی تاریخ ہے۔ ان کی ان مشہور صفات پر خدا نبی کے بنی اسرائیل یا یهودیہ، بالیجاہ اور خرقیل و دنیاں انسو بہارتے اور دوسرے کرتے نظر ہوتے ہیں۔ چنانچہ باشیں کے

مکرے میں انبیاء کی طرف منسوب جو کتابیں موجود ہیں ان کے مطابق سے یہ حقیقت اخیرتی الحین ہو جاتی ہے۔ جس تناسب سے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات بنتے ہوئے جو حقیقت اُسی نسبت سے ان کی بیوفا سیاں اور نافرا نیاں جیسی شمار و قطار سے باہر ہیں۔ انبیاء نے بنی اسرائیل کی زبان سے داور بعض جگہ خدا کے تعالیٰ کی طرف نہت کرتے ہوئے، ان لوگوں کے لئے باغی قوم، سرکش قبیلہ بیوفا گھرنا اور احسان فرمادیں جو وہ کے الفاظ ادا ہوئے ہیں جو صفات انبیاء کی زندگی میں ہیں۔ اور ہر وقت دیکھے جاسکتے ہیں۔

قرآن کی روشنی سے — اور تاریخ کی تصدیق و تائید سے — آدم کے بعد فوح اور ان کے بعد ابراہیم مشہور و معروف عالی و آفاقتی پیغمبر ہے۔ ان کی نسل کی دو شاخیں میں ہیں: یا چڑھے کے فرزند اسحاقیں کہ شاخ جو کہ میں سکونت پذیر ہوئی، اور سارہ کے فرزند اسحاق کی شاخ جو شام و فلسطین میں متواتر ہوئی۔ اسحاق کے بیٹے یعقوب ہے۔ جو اسرائیل کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اور ان کی اولاد بھی اسرائیل کہلانی۔ یعقوب کے ایک بیٹے یوسف تھے جنہیں سوتیے جہاں ہوئے ازدواج حسد و عداوت پہلے کنوں میں چیلک کر باب سے جدا کیا اور پھر مقرر جانے والے ایک شجارتی خانہ کے ہاتھ چند سکونت کے عوض یعنی کمران سے گلوخا می کر لے چاہی۔ یوسف کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت کا اقتدار بخشنا اور راہبوں نے اپنے شام خاندان کو کھنان۔ فلسطین سے مفتریں بلوایا۔ یہ تقویاً دو بڑے رسائل قبل میخ مکا و اقدھے۔ جدید حقیقات کے مطابق مفتریں اس وقت قبلى فرعون کی نہیں بلکہ چڑھا ہے بادشاہوں کی حکومت تھی جو کچھ عرصہ قبل صحوتے عرب و شام سے اکرم مصطفیٰ قابل ہو گئے تھے۔ انہیں ہم دلخی کی بنا پر یوسف اور ان کے خاندان سے فطری ہمدردی تھی۔ چنانچہ جب ملک یہ حکومت قائم رہی بھی اسرائیل ٹپتی عزت و احترام اور اقتدار و قوافر کی نیڈگی بس کر دے رہے۔ اور سر زمین مصر میں خوب پھیلے چھوٹے۔ الفربا پاٹھ سو بر سر کے بعد صفا می قبلي قمیت کے نیز مسلم انقلاب آگیا۔ اور فراغت کی حکومت کا دور شروع ہوا۔ پہلا شاہی طبقہ۔ حماۃ الشہادہ مصفر سے یہ دخل بلکہ جلا وطن ہو گیا۔ اس وقت سے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم اور ان کی تذمیل و تغیر کا دور شروع ہو گیا۔ فرعون کے حملہ سے بنی اسرائیل کا زرد گھنٹا نے اور راہبوں بے دست و پابنانے کی رکھنے کی عاطروں مر جاؤں کی نسل بُشی کی گئی۔ ایک مرتبہ بعثتِ موسمی سے قبل، اور اسی زمانے میں موئی کی پیدائش ہوئی۔ اور دوسری مرتبہ بعثتِ موسمی کے بعد جب کفرعون کو موئی بیٹے لیڈر سے خطروں لاحق ہو چکا تھا۔

بُنی اسرائیل در اشتو چشمی حقیقت مگر مفترکی طویل را اش کے زمانے میں ان میں مصری دیتا وہ جیوانات اور دوسرے جعلی خداوں کی پرستش کا مرض پیدا ہو گیا۔ پھر یہ جہاں کہیں سکھن مقامی نو گوں کے شرک سے ہتھا شر ہو گئے۔ باشبل کی کتنا میں اس پر گواہ ہیں۔ بُنی اسرائیل میں ہزار ہا بُنی معموٹ ہوئے۔ ان سب سے توحید کا درس دیا مگر یہ بگڑا ہوئی ہوئی قوم صبغیں نہ سکی پیغمبروں کا اثران پر دیر پا نہیں ہوتا تھا۔ بُنیمیوں کی نافرمانی اور ان کا انتہاز ان کا شیرہ تھا۔ بعض پیغمبروں کو انہوں نے بڑا یہ دھنالی سے قفل بھی کر دیا اور اس پر فخر کرتے رہے۔ نکریا و بیجی ہر دو کو قتل کیا اور عیسیٰ دھدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کمی بار سازش کی۔ عیسیٰ کے متعلق تو انہوں نے بڑے فخر ہے جسے میں کہا کہ: ”ہم نے اللہ کے رسول مسیح بن مریم کو قتل کر دیا ہے“ مگر قرآن نے اس کی شد و مد سے تردید کر دی۔ کامے پرستی کا مرض پیغمبروں کو مصر سے دکا تھا۔ سامرا تھی موسیٰ کی عارضی غیر عمازی کے زمانے میں دھنات کا سہری بچھڑا بنا یا اور بُنی اسرائیل نے علی الاعلان و حضرت سے اس کی پرستش کی۔ کامے کی معبودیت و تقدیم کا تصویر موسیٰ نے بڑے جتنوں سے ان سے ایک گائے ذبح کر کے ان کے اذہان و قلب سے محو کیا۔

موجودہ باشبل میں خدا سے واحد کا عقیدہ تو موجود ہے مگر واضح اور خالص نہیں، کافی حد تک دھنل دیا ہوا اور ادام و خرافات سے دھنکا ہوتا ہے۔ مشکلا خدا کا یعقوب سے کشتم لڑنا، بُنی اسرائیل کے قاتل اگے آگے چلتا، پہاڑ میں انہیں آگ میں نظر آنا۔ بُنی کی چک اور گرج سے ٹھوکر کرنا، کبھی جھاڑیوں میں سے شعلہ بن کر دھانی دینا، عہد کے صندوق میں ہموڑ رخدا کا رہنا اور جنگ کے موقع پر ان کے ساتھ رہ کر قتل دینا وغیرہ۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ موسیٰ کے بعد بُنی اسرائیل نے ہمروہ رخدا کو دوسری مشرک قوموں کی طرح سب سے ہٹا خدا۔ الٰ الصلوٰیا اپنے عظیم ترین فرمی معبود کا درجہ دے دیا تھا۔ نہیں سے باشبل کی ان آیات کا مطلب واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خداوند خدا، بُنی اسرائیل کا خدا، پیرا اور یہ سے بزرگوں کا خدا، کہہ کر پیش کیا گیا ہے۔ غالباً اسی سے ان کے لئے تفاوت اور بڑھیا نسل کا راز کمل جاتا ہے۔ ہموڑ کے معنی میں بڑا اختلاف ہے۔ باشبل میں: ”ایں جو ہوں ہیں“ وہ جو ہے، ”لکھا ہے۔“

الغرض فرعون کی یہ پالیسی کہ بُنی اسرائیل کو زندہ تو رکھا جائے مگر بے دست و پا اور مغلوب پناک، غیر قبیطیوں سے نفرت و عداوت پر بُنی عتی۔ وہ بُنی اسرائیل کی تعداد اور ساخت۔

اقتدار سے بھی خائف تھے۔ لہذا صرف غلام بن اکرم مزدوری کرنے، ایسٹیشن بنوائے، گاڑا بنانے کی کندگی اٹھاتے اور بوجھ اٹھوانے کی خاطر ان کی کچھ تعداد کو زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ عورتوں کو اس سے زندہ رکھا جاتا کہ ان سے قبلي اولاد پیدا کی جائے۔ اپنی خوفناک حالات میں مردی بیں عمران پیدا ہوتے۔ ان کی ماں۔ یوکا بہر۔ نے بالہام خداوندی اپنیں صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کے ملازموں نے صندوق کپڑا لیا۔ اور وہ شاہی محل میں نے جایا گیا۔ آگے کا قصہ مشہور ہے اور اس کے بعض مزدور ہے اور اس نے بھی بیان کئے ہیں۔ ہوش سنبھالنے پر اپنیں اصل صورت احوال کا پہنچا۔ انہوں نے نوجوانی کے عالم میں بھی اسی طریقے پر برسر عام منظاہم ہوتے دریجے اور مظلوموں کی مدد کرنے لگے۔ ایک قبطی نظام اتفاق سے ان کے ہاتھ سے مارا گیا تودہ بھاگ کر ملکہ ملک میریں جا پہنچے۔ وہاں ایک بوڑھے بزرگ شیخ یا پیر و حسب رواستہ باہل کی دس سال خدمت کی۔ اسی کی بھی سے نکاح کیا اور مدحت نلاز میں ختم کر کے مع اہل دعیاں مصر کو واپس لوٹے۔ راستے میں طور پر اپنی بیوت میں اور ادھر مفتر میں ان کے بڑے بھائی ایساہن کو بہوت سے سرفراز کیا گیا۔ بادلوں بھائی مل کر باصم خداوندی فرعون کے دربار میں گئے اور اس سے خدا کا پیغام پہنچا یا۔ اس پیشام کے درستھے تھے: پہلا یہ کہ فرعون خودا سماں لائے، بصورتِ دیگر بھی اسرائیل کو غلامی سے رہا کرے تا کہ موسیٰ باذنِ الہی اپنیں واپس ملک شام کرے جائیں۔ فرعون نے دو قسم مطابیے ملکہ ادیسے اور ان سے بڑھی ترشد وی اور تنہ خوبی سے پیش آیا۔ پھر جادوگروں سے ان کا مقابلہ کرایا جس میں فتحِ موسیٰ کی ہوئی۔ عصائی موسیٰ جادوگروں کے جعلی سپاہیوں کو نسلکی اور جادوگر خدائے واحد پر ایمان لا کر ستر بجود ہو گئے۔ فرعون اس واقعہ سے بڑا جھلکا یا اور بھی اسرائیل کی شل کشی اور ان پر مظاہم توڑنے کا تباہی دوڑھو ہوا۔ آخر کار موسیٰ بھی اسرائیل کو بھرا گھر کی راہ سے مفتر نکلنے اور دریا پار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فرعون لا متشکر سمیت غرق ہو گیا۔ مگر اہم کی لاش محفوظ رہی جو آج بھی مصری عجائب گھر کی زینت ہے۔

اب بھی اسرائیل کی قومی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ فرعون سے بیجانات پاتے ہی انہوں نے موسیٰ سے ایک حصہ اس خدا کا مطالبہ کر دیا۔ وادی سینا میں بھرا گھر سے بھٹکے کر شام کی سرحد تک بھی اسرائیل کی نشیب و فزار سے گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپسے انعامات کی بارش ان صورتوں میں فرمائی: (۱) فرعون جیسے دشمن سے بیجانات اور اس کا ان کی آنکھوں کے سلسلے غرقی سمندر ہونا۔ (۲) راستے میں بادلوں کا سایہ کیا جانا (۳) متن و سلطنتی

نہ دل تک کھانا تیار کرنے کی زحمتوں سے بچے رہیں۔ (۴) صحرائیں پانی مدد تو ایک چٹاں سے بادہ چشوں کا نکلا ناکر ہر قبیل ایک ایک چٹے پر قبضہ کر کے کام جلاستے۔ ان انعاماتِ الہی کے بالغابل یہود کاروپر یہ تھا (۵) ناشکری (۶) نافرمانی (۷) بخات (۸) بات بات پر مومنی کے لئے شکر کے کاس شعف نے ہمیں بدلائے مصائب کیا ہے (۹) موسیٰ دہاروں سے شکر و الشہر کے کاروپر (۱۰) گوسالہ پرستی (۱۱) نہ دل تورات کے بعد اس پر عمل کرنے سے گیریز (۱۲) خدا کو در بر دیجئے کا مطالبہ (۱۳) من و سلوانی کے بھائے ساختہ کی کپی ہر قی شہری خدا یعنی اور چٹ پتھی چھپی طلب کرنا (۱۴) گائے ذبح کرنے کے حکم پر تسلیم ہیں پس و پیش کرنا (۱۵) سے کو بالمساح کی فتح اور بازنِ الہی احتکھڑہ شکر کے بھائے قشیر و اسہرام کاروپر (۱۶) بیت المقدس میں داخلے کا حکم اور یہود کی بُرداری۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہود پر چالیس سالہ بیان قدری سلط کی۔ اسی دوران میں ہارون و موسیٰ کی وفات واقع ہو گئی۔ مقصود ہیں پلی ہوئی بُرداری نسل مرکب گئی اور صراحتی آب و ہوا میں پلی بُرداری کرایک جدید نسل تیار ہوئی جس نسل پر عرشِ بنون کی سرچاہی میں بیت المقدس را اس زمانے کا بُردار شیلہم بفتح کیا۔ اس فتح کے ساختہ ہی تاریخ بُرداری اسرائیل کا دوسرا بڑا اور شروع ہرداد جیسا کہ ہمہ ابتداء میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

فلسطین اس زمانے میں مختلف قوموں کا ملک تھا۔ باہل کی کتابیں میں ان قوموں کے ہنام آئے ہیں۔ حقیقت، امورتی، کھالی، ذریتی، حرمی پشمکھی اور فلسفتی۔ یہ اقوام بت پرست یعنی سب سے بُرداری نسل کے مشاہد تھا۔ اس کی بیرونی عشیرہ ملتی۔ دو نزوں کی نسل میں ستر کے قریب دیوتا اور دیوبیان عقیل جو سب معمور یعنی مشہور جعل خدا یعنی بھی ایک کی اولاد سے بتایا جاتا تھا۔ اور ساتھ بارش، سبزی ترکاری اور زینت آسمان کا ملک ما ناجاتا تھا۔ اس کی بیرونی اُنات پا عسراوات کہلاتی تھی۔ یہ دونوں دیوبیان عشق و محبت اور جیسا ایک کی دیوبیان کہلاتی یعنی غرض جتنے منہ اتنی بائیں، جتنا انسان اُتنے خدا اور خدا نیا۔ خدا نے واحد کی خدا تی کو ان سب میں پاٹھ دیا گیا تھا۔ زنا کاری کو نہ بھی سند حاصل تھی۔ اور حبادت گاہیں بد کاری کے اُو سے بن گئے تھے۔ بنی اسرائیل حب اور شرک قوموں سے گھٹ مل گئے۔ جو صریحًا حکم تورات کے خلاف تھا۔ قوانین میں شرک درست ہے تھی اور اخلاقی گراؤٹ کی تمام بیماریاں گھس آیں۔ بنی اسرائیل یہ قبائلی اختلاف بھی پسداں گیا۔ تیجھی یہ نکلا کر نکلا کی وہ آبادی جو ابھی غیر ملکوں خلیقی اس نے گئے جوڑ کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین کے ایک بڑے حصے سے نکال دیا۔ مقامی فلاحیں بنی اسرائیل

سے عہد کا صندوق تابوت سکینہ۔ بھی چیزیں لے گئے۔ وقت کے پیغمبر مسیح نے یہود کے مطابق پر طاوت کا ساروں۔ کوان کا حاکم مقرر کیا اور اس نے بنی اسرائیل کو منظیر کر کے دوبارہ فتح یافت۔ تابوت سکینہ بھی والپس مل گیا۔

ابن بنی اسرائیل کی اس منبر سلطنت پر طاوت، داؤڑ اور سیمان خنے کے بعد دیگرے حکومت کی۔ یہ حکومت ۵۰۸-۵۰۷ ق.ھ سے کر ۹۲۶ ق.ھ تک قائم رہی۔ طاوت کا اسال داؤڑ ۷۵ سال اور سیمان ۴۹ سال، اس عرصے میں نظام سلطنت اور محاشرہ درست رہا۔ سیمان اسکے بعد خود غرفی اور دنیا پرستی کے سبب سلطنت کے دو مکارے ہو گئے۔

اسرائیل اور یہودیہ، چہلی کا حلقة اشتمال کا ملک اور بشمول شرقی اور دنیا اور دوسرا کا جنوبی علاقہ بشمول اورم۔ پہلی کا پایہ سخت سامریہ اور دوسرا کا یروشلم تھا۔ دونوں میں شہر عالمہ و رقاہت ہے۔ پہلے اسرائیل میں شرک و بُجت پرستی پھیلی اور پیغمبر و بن الیاس و ملکیت کی بھی نہ قسمی گئی۔ بلکہ الیاس کو جلا دیا۔ ان حالات میں اشوری حکومت اور شروع ہوئے۔ حاموئی بنی اور ہیریون نے بھی ناماہی کا مندرجہ کیا۔ عاموش کو قر سلطنت سے ہری نکل جانے کا حکم مل گیا۔ آخر کار ۷۲۱ ق.ھ میں سارے گورن نامی ارشوریہ باادشاہ نے سامریہ کی ایسٹ بحادری اور یہود کو آشوریہ علاقوں میں بکھر دیا۔

یہودیہ میں بھی شرک اور ملسم گفر و بُت پرستی پھیلی۔ ارشوریہ کے مددگار سلطنت کچھ دیر پاٹاہت ہوئی۔ بیمات اور یہ میاہ بیسوں نے بہتری اور لگائیا مگر یہود اپنی کرتلوں سے بازد آئے۔ اور آخ کار ۵۹۸ ق.ھ میں سخت نصر ایلکھ بیت المقدس ریو شیلہ سمیت ساری سلطنت یہودیہ پر قبضہ کر لیا۔ یہود سے کچھ مدت بعد بغاوت کی توابہ کی باری ہنسٹ شہر اور میدہ کی ایسٹ سے ایسٹ بحادری۔ اور بے شمار ہیوں کو علام اور قیدی بناء کر عراق لے گیا۔

ہیکل سیمانی کو ہوند خاک نہیا اور تورات کے نئے کو بھی جلا دیا۔ آخر کار ۵۳۹ ق.ھ میں ایلانی قاتع سامرس (خورس، خرس و یا گورش) نے بابل فتح کیا اور بنی اسرائیل کو خلامی سے چھڑایا۔ بیت المقدس کو حج ۵۲۶ ق.ھ کواز سر نو تعمیر کیا گی۔ بگرانی کا کام مچنی اور زکر کیا ہی نہ کیا۔ ۴۵۸ ق.ھ میں عزیزی سے یہودیہ کتب بشمول تورات کی کتبہ خسرو نو ترمیب دیں۔ ۴۴۵ ق.ھ میں نجیبہا نے باذن شاہ ایران یروشلم کی فصیل بنانی شما فلسطین را اسرائیل، والوں نے کوہ جزریم پر اپنا معبد تعمیر کر لیا۔ اس سے دونوں فریقین میں عداوت اور بڑھ گئی۔ ۴۹۶ ق.ھ میں ایشور کس شالش شاہ و الطکا کیہے نے فلسطین پر قبضہ کر لیا اور

یہودیوں کو یوتانی تہذیب و تمدن اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اندر کے غداروں کے اسی کا ساتھ دیا۔ ۱۶۵-۸ میں ایلوکس چہارم نے بیت المقدس میں بست رکھوا کر یہودیوں سے بت پرسی کرائی۔ اسی زمانے میں مکاہی تحریک اٹھی اور اس نے سارا فلسطین یونانیوں سے آزاد کر کے ایک بڑی سلطنت قائم کر لی جو بہلی دنیوں پر مشتمل تھی اور کچھ مزید علاقے بھی اس میں شامل تھے یہ سلطنت ۷۶ ق م تک قائم رہی۔

یہودیں پھر اختلاف و شفاق پیدا ہوا اور انہوں نے رومنیوں کو خود فلسطین پر حکم کی دعوت دی۔ ۷۴ ق م میں پتپہنچ نے فلسطینی پر حملہ کر کے اسے رومی سلطنت کا جزو بنایا مگر علاج حکومت مظاہر لوگوں کو دے کر ملکہن رہا۔ ۷۵-۷۶ ق م کے ۴۴ میں تک فلسطین پر یہودیوں کے ذریعے سے رومی حکومت کرتے رہے۔ ہیرودرومیوں کا تابع حملہ ادا کی تہذیب و ترقافت کو فرض دیتا رہا۔ یہود کی مذہبی و اخلاقی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی اور وہ نہال کی آخری حد تک پہنچ گئے۔ اسی زمانے میں یکی دلیلی علیہما السلام مجبور ہوئے۔ یکی گاہ تواریخ انجام ہوا کہان کے وقت کے یہودی بادشاہ (ہیرودانی پیاس) نے اپنی ایک ناخدا مجبور کی فرمائش پر۔ جس کے باعث بھیتی نے بادشاہ کو احکام اپنی سے روگردانی پر مزکرات کی تھی۔ انہیں پہلے مجبوس کیا اور پھر سر کاٹ کر ایک عقالی میں رکھ کر اس کپھنی کو پیش کر دیا۔ عیشی کو اس ہجڑم کی پاداش میں دبر جنم یہود و انصار اپنی قتل و صلب کی منزلوں سے گزنا پڑے اک انہوں نے یہودیوں کی طاہری پرستی اور شدید ریاست و فجور پر جلا نہ تنقید کی تھی۔ یہود نے کہا کہ یہ کنواری مان کی ناجائز اولاد و معاذ اللہ اسی لائق مقام کا۔ کہ اسے صلیب کی کلکڑی پر یعنی موت مار کر اس کی نبوت کا مفعونگ خاطر ثابت کیا جائے۔ اسی طرح انہوں نے رکھیا کہ بھی ایک جھٹپٹا اوران لگا کر میں بیت المقدس کے اندر رہنگ سار کیا۔ یہود کی ان بدکاریوں اور بد اعمالیوں کے باعث پھلے تو ایک دفعہ چہر ان کی سلطنت کے تین ملکوں پر ہوئے اور پھر یہودیوں اور رومنیوں کی ملی مہماں کی تیجے میں شہادت میں رومی بادشاہ ماتکش نے ان کی سلطنت کر ایک سر سے دوسرے سر سے تک رومند رہا۔ پر خلیم کو فتح کر کے یہود کا قتل عام کیا۔ سوا الکھ سے زیادہ یہودی مارے گئے۔ جو بھی گئے انہیں غلام بنایا گیا۔ اور ان سے نہائت ذمیل کام لئے گئے۔ بعض کو رندوں سے پھڑوا رہا گیا۔ سورتوں کی کھلی بے حرمتی کی لگی بیت المقدس کو پونہ خاک کر دیا گیا اور وہ ہزاروں سال کے سلسلہ دنیا کے تحفے سے ناپسید ہو گیا۔

یہود کے کردار کا ایک نہایت تاریک پہلو | دنیا کے ہر دین و مذہب کے مانند رہنمائی کے متعلق ہر ہی نہیں سکتے جب تک اس کی اخلاقی برتری اور فضیلت کردار کا پختہ یقین نہ ہو۔ لیکن یہودی قوم کا مقابلہ بالکل جدا گا نہ ہے۔ وہ ایک طرف جن لوگوں کو بنی و رسول اور فرشادہ الہی مانتے ہیں دوسری طرف ان کے اخلاق و کردار پر ایسے ایسے شرمناک الامم لگاتے ہیں جن کا تصور بھی ترکی کسی منوری شریف انسان کے متعلق بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دراصل یہودیوں کہ جب اسی مضمون پر قوم کے عوام و خواص، علماء و مشائخ اور ہر طبقہ اور ہر شعبد زندگی کے لوگ اخلاقی زعال کی انتہائی پیشیوں میں گزگزتے تو انہی اصلاح کرنے کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے انہوں نے بزرگان دین، اولیاء اللہ اور انہیار و رسول نمک کو ہر قسم کی بدعلی کا مر جنگ بھرا دیا تا کہ انہی بذکاریوں کے لئے وہ جزا نکالی جاسکے۔ اس سلسلہ میں کوئی قوم اگر یہودیوں کی ہم سرو ہم فواہر سکتی ہے۔ تو وہ مہنہ و قوم ہے۔ انہوں نے بھی اپنے رہنماؤں بلکہ دیلوں ہی دیلوں اُن نمک کو اپنی بداعمیوں میں طوٹ کر کے دھکایا ہے۔

موجودہ بابل کی کتابوں کے وہ مقامات پرستی ہے جسیں بشرم آتی ہے جس میں جلیل القدر پیغمبرین پر شراب خوبی کا بت پرستی، دھوکا فریب، غیر عورتوں کی تماک جما نہ، غیر محروم خواتین سے عشق و محبت کی پیشگیں بڑھانا، زنا کاری، جھوٹ اور کھلے ظلم و ستم کے غلظت الزمامات لگائے گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام پر شراب خوبی اور عربانی کا لگنہ اجنبیان کتاب پیدائش کے باقی آیت ۴۰-۴۵ میں موجود ہے۔ لوط علیہ السلام پر شراب خوری اور خود اپنی بیشیری کے بدکاری کرنے کا غلظت الزام کتاب پیدائش کے ۱۹ اور ۲۰ باب میں مفصل ذکر ہے۔ یعقوب علیہ السلام پر بے صبری و ناشکری کا بھتان بابل کی کتاب پیدائش اور لاتکردن میں موجود ہے۔ نیز اسی کتاب میں ان کے دات بھر خدا سے کوئی کوشش لٹانے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اسی ملحد اور پیغمبر دنیوں کی توہین و تنقیص ہے، یہ استغلال علیہ السلام پر جہا یوں کی بچھل خوری کا الزام کتاب پیدائش میں لکھا ہے۔ پھر بابل کی کتاب پیدائش میں حضرت موسیٰ پر فکلی محمد اور مفتول کی لاش کو ریت ہیں چھپا کر چلے جائے کا الزام ہے۔ تاکہ وہیں حضرت موسیٰ پر تھیں عشق باری اور بدکاری نمک کا الزام لگایا گی ہے۔ قرآن نے ہر یوں کو سالم نہانے کا قصر بیان کرتے ہوئے اُسے سامراجی کی کارشانی بتایا ہے۔ مگر بابل کی کتاب بھر خود ج بالٹے میں یہ شرک و کفر اور صفت کاری پار و تن علیہ السلام

کی طرف مسوب کی گئی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ پچھڑا بنا کر اس کی پوچھا کرئے اور کرنے میں سب سے نیادوں ماقبل اپنی اڑوں کا مقام داؤ دعیہ السلام پر اپنے ایک ملاذم سرکار اور یا حق کی خوبی د جوان بیوی کی تاک جہانگیر اُسے عرباں نہیں تھے دیکھ کر بنتلائے عشق ہے تو، اُسے بلو اک بدکاری کرنے اور اُس کے خادم کو دھوکے سے مردا کر پھر اسے اپنے گھروال لینے کا غلیظ جہانگیر کتاب مسویل باب ۱۱-۱۷ میں بڑی تفصیل سے مرے سے کر کے اٹھا گیا ہے۔ سیمان علیہ السلام پرست پرستی، مشرق عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کے عشق میں گھوہ جانے کا الرام کتاب سلاطین باللب میں شرمناک طریقے سے لگایا گیا ہے۔ یہودی المژہ داؤ د سیمان کی تصویر ہے پیغمبروں کی حیثیت سے نہیں بلکہ دنیا دار عیش پرست ہادشاہوں کی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ قرآن نے ان تمام ہرگز نیدہ پیغمبروں کی عظمت و محنت کا اعلان کیا ہے۔ اسلامی عقیدہ سے میں پیغمبر مخصوص سوتا ہے۔ اس سلسلے میں صحیح تر مسلم بھی ہے کہ بنی و رسول قبل از نبوت اور بعد از نبوت ترقیت کے صیرہ و ذکر و گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ خلاف ادائی افعال اور نفرش کی گناہ کی تعریف میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی معنی میں ایوب کا ذکر بھی مناسب ہے۔ جنہیں قرآن نے فہرست انبیاء میں داعل کیا اور ابتدی مصابر کا معزز لقب عطا کیا ہے۔ ہائبل کی کتاب ایوب اس کے برعکس اپنی مھر طولانی بے صبر اور غیر ثابت قدم صہرا تی ہے۔

الغرض اکٹھا زادشی قوم سے نہ خدا بھاڑا اُس کے ابیا در دل ع
نماوں نے تیر کر کے چھوڑا زمانے میں۔

اس موضع پر لفظ بڑی اذیت تاک ہے۔ اس کا تقریر آتے ہجاتا ہے

اسلام اور یہودی اور اہل اسلام کے سینیلوں وہ بزراء و نرم ہر سے ہو جاتے ہیں۔ جو قوم خدا اور اُس کے پیغمبروں سے وہ سلسلہ کرچکی ہو جس کا ذکر اور گزرا، اُس سے کوئی پیغام رکھنا ہبہت ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اسلام نے یہود کے ساتھ نہیں کی تو قرآن کیا ہے۔ پیغمبر اسلام نے ان سے بے شمار و کم اٹھا کر بھی نہیں تزم اور رحیمانہ بر تواریکیا۔ اہل اسلام نے اپنی سلطنتوں اور حکومتوں میں اپنی ہر قسم کے دہ حقوق عطا کئے جن کا وہ قصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ ملک عیت ہے اس بیو فا اور سرخوش قوم پر کہ اس نے نہ کبھی اسلام کو بخشنا، نہ پیغمبر کے احسانات کو یاد رکھا اور نہ اہل اسلام کی رواداری اور رحمتی کو کبھی پیش نظر رکھا۔ یہودیوں میں عقولی ذہنیت پائی جاتی ہے۔ شیخ سعدی نے پیغمبر کے متعلق تو کچھ کہا ہے وہ اس قوم پر حرف بحروف صادر آتا ہے، سے

پیش عقرب را از پیش کین است

امتحنہ سائے طبیعتش این است

اس قوم کی تاریخ پڑھ کر شاستر ہو جاتا ہے کہ یہ دو حال سے کبھی خالی نہیں رہی: یا قلم
ہو گی یا مغلوم، وہ میان کا کوئی مقام نہیں جھانا ہی نہیں!

ادھر بیان کردہ تاریخ پہنچت سے مغلوم ہو گیا کہ شاہزادم کے ہاتھوں ہل صدی
عیسوی میں ہبھولیوں پر کیا ہتھی۔ اس کے بعد یہ قوم دنیا کے کئی علاقوں میں ہشتر تبر سو گئی اور
 موجودہ صدی کے وسط تک اس کا بھی حال رہا۔ دوسرا جنگ عظیم کے بعد یہودی صلیبی
گھبھوڑ کی تجھی میں مغربی افرام اور رُوس کی مقابلت کے باعث اسلامی دشمن ہماں سلطنت
کا ناجائز پرستودہ ہوا۔ جس نے آج ساری دنیا کے ان من کرواؤ پر لگاد کھا ہے۔ اب ہم خصوصاً
اسلام اور یہود کے تعلقات پر کام کریں گے۔

تھے کے بعد یہودیوں پر ایک اور افداد اپنی اور اس کی تیزی میں رومنیوں نے انہیں
فلسطین سے بالکل بے دخل کر دیا تھا میں یہ ہی کسر بھی نکل گئی۔ اور باقی ماندہ یہودی شام
سے خارج ہو کر آوارہ ہوا ہو گئے۔ پھر یہودی اسی زمانے میں جماڑیں آ داخل ہوئے۔ اور یہاں
کے سرسبز و شاداب مقامات اور وادیوں پر قابض ہو گئے۔ جماڑی کے سابق وطن کے متصل
جنوب میں واقع ہے۔ نقشہ دیکھیں تو سمجھیں آجاتے گا۔ کہ انہوں نے ایک، مقننا، چوک، یعنی
وادی القمری فدک اور نیجہر کوچھ رائش کے لئے منتخب کیوں کیا تھا۔ تین مشہور قبائل ہن کا
تاریخ اسلام میں بار بار ذکر نہیں کیا ہے۔ یعنی: شور قرآنیہ، بنو نعیر اور بنو قنیف شامی اسی زمانے میں
اکر پیرت میں لبس گئے تھے۔ یہودیوں کے علاوہ پیرت کے دو سرے پاشندے، قبائل بوس
و خربج، دراصل یہ کے پاشندے تھے۔ یہ کی ترتیب درساٹوٹ جانش کے باعث جو سلاپ
آیا اس کی وجہ سے یہیں کو وطن سے بھاگا پڑا۔ یہ دو قبیلے پیرت میں آبے سے لیکن آتے ہی ان
کی یہود سے عٹھی گئی۔ اپنے سابق ہم وطن عشاں یہیں کی مرد سے انہوں نے یہود کو پیرت سے
بے دخل کر دیا۔ اور خود شہر پر قابض ہو گئے۔ یہودی مدینہ سے باہر پیشیاں بنانے کے لئے پر محروم
ہوئے۔ بنو قنیف شام نے خربج کی مرد سے شہر کے اندر بگدھا حاصل کر لی۔ باقی دونوں قبیلے اوس کے
حلیف بن گئے۔ مگر شہر کے باہر ہی رائش اختیار کی۔ ان لوگوں میں نسلی غزوہ اور دینیوی اور دی
فضیلت کا بلا جواز دعویٰ تھا۔ اور یہ عربوں میں سوائے ظاہری لباس اور طریق بود و باش کے
混淆 ملط نہیں ہوئے۔ یہ سودی کا روبار کرتے اور قبوریہ گئے تھے، تو نے تو فکر اور جاؤ کے بل

پر اپنی علیت جانتے تھے۔ بعض افراد کے سوا عربوں نے یہودیت اختیار نہیں کی۔ یہودیوں و مسلم انداز، ہونے کے بناء پر بطور پالیسی یہ عربوں کو طلاق رہتے تھے۔ تاکہ ان کے خلاف نہ تو وہ عرب مخالفین سکے، لیکن تعداد میں کم ہونے کے باعث خود یہی اس بات پر مجبور رہتے کہ اسی شکی طاقتور عرب قبیلے کے حیلیف نہیں اور اس کی حالت میں رہیں۔ یوں عربوں کی باہمی طلاقیوں میں یہودی بھی شامل ہوتے اور ایک یہودی قبیلہ و سرے کے خلاف بھی بڑا آزار ہتا۔

اہل کتاب ہونے کے باعث یہودی قائمۃ البیتین کے منتظر تھے۔ اور حضورؐ کی بخشش سے قبل انہوں نے بیان بالعموم مشہور کردی تھی کہ آخری بھی میتوں نے اپنے چاہتے ہیں۔ چاہیے تو یہ مختار یہ لوگ سب سے سمجھے جو حصہ کو حضورؐ پر ایمان لاست۔ مگر دنیوی مفادات اور انسانی تھبیت کے پیش نظر انہوں نے وصرف اسلام کی دعوت کو رد کیا بلکہ بغض و هنا کاو مرد امداد و سرکشی کا روایت اختیار کیا۔ حضورؐ نے ان کے سامنے جو معاہدے کے سختہ انہوں نے ایک ایک کر کے توڑ دیا۔ اسلام کے خلاف نظرت پھیلانا، پیغمبر اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنا، مسلمانوں کو بآہم ارادتے کی کوشش کرنا، اسلام کے خلاف شرک و کفر کی مدد کرنا۔ پاربار اسلام اور اہل اسلام کے خلاف لشکر کشی کرنا، حضورؐ کو قتل کرنے کی بار بار کوشش کرنا، دشمنان اسلام کو حضورؐ اور مسلمانوں کے خلاف اکساتر رہنا، مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرنا، عام گفتگو اور سلام و کلام میں اپنے پوشیدہ بغض و عناد کا ثبوت دینا، حضورؐ پر الہام زد ارشاد اور سب وغیرہ کرنا، یہ ان لوگوں کا اسلام کے متعلق روایت رہا۔ مذاقین کی جماعت میں ان کا خاص امداد مل اور حصہ اختا۔ مسید ضرار انہوں نے بخواہی تھی۔ حضورؐ کو تھریگ اور قتل کرنے کی سازش کی۔ جنگ خیبر کے بعد حضورؐ کو زہر دلا دیا۔ جنگ جیوک سے اپنے پر راستے میں ایک جنگ کھانی کے اندر حضورؐ کے خلاف قتل کے لئے مکین گاہ بنائی، آپ کے گھروں پر بھتوان گا رہتے۔ غرض کوئی ایسا حرہ نہ مخاہجوں نے اسلام کے خلاف استعمال نہ کیا ہو۔ انہی شہزادوں اور عہد ختنکیوں کے باعث بخوبی مقابع اور بنو نصر کو خود اُن کی مرضی سے جلا دی کیا گیا۔ اور بنو قریظہ کے قابل جنگ مردوں کو خود اپنی کے پسند کردہ ثالثت کے فیصلے کے مطابق قتل کرایا گیا۔ مدینہ سے جلا وطن ہونے والے یہودی خبر جا پہنچنے جہاں پہنچے سے یہود کی ایک طاقتور بادی موجود تھی۔ پر لوگ آئئے دن کوئی نہ کوئی سازش یا شراحت کرنے رہتے تھے۔ پھر کے ساتھیں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شست نمی کا رستا نہیں سے تناک اک تبیر کے درجنوں قلے کیے بعد دیگرے فتح کر لئے۔ مگر یہود کی درخواست پر اپنیں بطور کاشت کا

باغوں اور زمینوں پر رہا کش پذیر رہنے لیا۔ ان کی حقوقی فطرت کے پیش نظر معاہدہ صلح میں یہ شرط رکھ دی گئی کہ جب بھی مسلمان چاہیں کے انہیں خیر سے بالکل بیدخل کر کے نکال دیں گے۔ لیکن ابھی معاہدے کی سیاہی بھی خشک مذہبی ہو گئی کہ انہوں نے حضور اور اصحاب شہادت کو کھانے میں زبردست کھلا دیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک افساری مسلمان حبہ الشہادت میں سہیل کو خفیہ طور پر قتل کر کے ایک نہر کے کنارے چھینک دیا۔ خلافت پناہ و فتوح میں ان کی سرکشی اور بڑھی حصی کا انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ کو بحالت خواب کوٹھ سے گردایا جس سے ان کے ہاتھ توٹ گئے۔ آخر صلحاء کے مشورے سے انہیں نجیت سے نکال دیا گیا۔

زمانہ حال کے یہودیا تاریخ اس حقیقت کو روشن کی طرح واضح کرتی ہے کہ فلسطین یہودیوں کا اصل وطن نہیں ہے۔ ہوشی کے بعد یہ لوگ بزرگ شمشیر اس ناک اپنے قابل ہوئے۔ اور اصل آبادی کا قتل عام کی مقا۔ شماں فلسطینیں میں ان کی مدت قیام صرف چار پانچ سو سال اور جنوبی فلسطین میں آٹھ لوسو برس رہی تھی۔ اس کے مقابلے میں عرب اس ملائکتے میں دو اصحاب نہزار برس سے متین چلے آئے ہیں۔ اور انہیں آشوریوں نے اس وقت اس علاقے میں بسایا جب کہ پہلی مرتبہ یہود کو یہاں سے نکال کر مختلف جاںک میں بھجو رہا تھا۔ ان ختنی کے پیش نظر یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ یہ علاقہ ہماری پرانی میراث ہے محض پادر ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے دنیا ہر جاں چہاں کہیں ان کی حکومت رہیں رہنماؤں شام و قیطیں ہمیشہ یہودیوں کے ساتھ فیاضاً اور غیر متصباً نہ روتے رکھا۔ اس کا اصل مسلمانوں کو یہ دیا گیا کہ یہودیوں نے اپنے پرانے صریف بلکہ دشمن مخفی معاک کے میساویوں اور روس سے گٹھ جوڑ کر کے یہ علاقہ ہتھیا لیا اور آج یہ مسئلہ دنیا ہجر کے لئے ایک خطہ ناک چلخ بن چکا ہے۔

مسلمانوں کی کمزوری اور اعادے اسلام کی ان کے معاک پر یلغار اس سازش کا فوری سبب بنتی کر رہی تھا۔ سے یہود نے فلسطین میں جائز اور بناۓ اور دھیرے اور سر اور حرب سے دہان آگر بنا شروع کر دیا۔ ۱۹۴۸ء میں ایک یہودی لیڈر ہرزل نے باقاعدہ ہبہ یہود اور حرب سے دہان آگر بنا شروع کر دیا۔ ۱۹۴۸ء میں ایک یہودی لیڈر ہرزل نے باقاعدہ ہبہ یہودی سرکشی کا آغاز کیا جس کا مقصد فلسطین پر قبضہ اور ہمیکی سیکھانی کی تحریک تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں یہودی لیڈر ٹاکٹر وائز میں نے انگریزی حکومت کو یہودی سرکشی اور یہودی قوم کی سرتقا بیت کو اس کے لئے وقف کر دینے کا وعدہ کیا۔ پہلی جنگ کے اختتام پر فلسطین کو یہودی وطن بنانے کا پختہ وعدہ کیا جائے۔ ۱۹۴۸ء میں وہ ملوک اور رسوائے عالم دنادیں شائع ہوئی جیسے اعلان بالغور سکتے ہیں۔ اس دستاویز کی رو سے یہودیوں کو فلسطین میں بسلسلے

اور انہیں جان و مال کی حفاظت کا یقین دلایا گی۔ ۱۹۶۲ء میں مجلس اقوام نے فلسطین کو الگ بریزی
قیضے میں دے دیا تاکہ یہودیوں کو بسا نے اور اعلان باقاعدہ بعمل لانے میں آسانی ہو۔ چند
ہی سال میں لاکھوں یہودیوں کو دنیا کے دوسرے جاگہ سے لاگر وہاں بسایا گیا۔ اب ان کی تعداد
ہزاروں سے لاکھوں تک جا پہنچی۔ دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں یہودی دھڑکہ دھڑکہ
قسوت کا ساز و سامان اور اسلام حاصل کرنے اور لاکھوں دوسرے یہودیوں کو فلسطین میں لا بسا نے
میں کامیاب ہو گئے، آخر ۱۹۴۸ء میں مجلس اقوام متحدہ نے تقسیم فلسطین کا طuron فیصلہ کر دیا اور
یہودیوں کو قومی وطن نہیں بلکہ ایک قومی سلطنت ہائجہ آگئی۔ اس سلطنت کو مغربی اوقام اور دوسری
دولوں کی اشیر باد حاصل تھی۔ اس وقت سے لے کر اب تک امریکہ اور دیگر اقوام مغرب
یہودیوں کی سرپرست بن چکی ہیں۔ روتیں بھی عمل اس یہودی ریاست کا حامی ہے گو مسلم
مالک کو کیون نہ زم کے جان میں پھانسہ کے لئے بغلہ ہر کسی کبھی اس کے خلاف ہی کتار ہٹاہے۔
بعد کے واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ مسلم ممالک کی ناف پر اس ناسور کو مستطی کرنے
اور مسلمانوں کو ہر طرح کمرد کر کے یہودیوں سے مردانے کی پاکی پر عمل کیا جا رہا ہے۔ معلمہ نہیں
مستقبل میں کیا ہو گا لیکن اس بات کا خدا شہد موجود ہے کہ شاید کسی وقت یہ اسرائیل کا مسئلہ
ہی تیرہ خوفناک عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن جائے گا۔

یہودی لڑکیوں کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب مشاہداتیں نہیں کیا اور ابی رفظہ و نثر پر
بہت مطلب نہیں۔ یہودی کتب کی نیادی کتاب باہت کا پہلا حصہ ہے۔ جسے
عہدناہ قدم یا صیق کہا جاتا ہے۔ باہل کا دوسرا حصہ یعنی عہدناہ جذبہ یہودی کتب پر نہیں
بلکہ عیسائی انجیل اور دیگر نہ ہی صحائف پر مشتمل ہے۔ باہل کا لفظی معنی کتب مقدس کتابی
ہے۔ اصل شک्षہ کا حال تو اللہ جانتے ہیں اس کے تراجم دنیا کی بیشتر بانوں میں ملتے ہیں اور ان میں
وقتاً فتحاً ترمیم و اضافہ اور تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ عہدناہ قدم کی کتابوں کی
ترتیب یہ ہے : ۱) تورات — جس کا لفظی معنی قانون ہے — اس میں یہ پانچ کتابیں شامل
ہیں۔ پیدائش، خروج، اجبار، احادیث، استثناء و معلوم رہے کہ یہ تورات اصل تورات نہیں
ہو کم و بیش چار پانچ بار دنیا سے جل کر اور تباہ و بریار ہو کرنا پیدا ہو جکھے ہے۔ یہ بعد کی پیداوار ہے
کہ اسما تاہم ہے کہ عزیزاد کا صحن — عزیز بُنی — کے اسے اسی کی ہدایات سے رہائی کے بعد موئی
سے کافی عرصہ بہم اپنی زبانی یادداشت سے لکھا تھا۔ اس کی طرف اور اشارہ گزر جکا ہے۔

(۱۸) نہیں۔ جس میں بالائیں کتابیں شامل ہیں۔ بعض خالص تاریخی اور بعض اپنیا مرکی طرف مسوہ ہیں۔ مثلاً یونی، قضاۃ ناموں اول و دوم، سلاطین اول و دوم، تواریخ اول و دوم، الحمد و غیرہ۔ حکم کتبیں۔ جس میں بارہ کتابیں شامل ہیں، زبور، امثال سیمان، ایوب، ایرمیا، نوحیا، و ایساں، حرقیل، خرود وغیرہ۔ یہ کل ۹ حکم کتابیں ہوئیں۔ ان کے علاوہ یہود کی مذکوی کتابیں میں مذکور کا ذکر بار بار آتا ہے، یہ ان روایات، قصص و حکایات، مذہبی احکام، ایجاد وغیرہ کے عنصر کا نام ہے جو یہودیوں میں سینہ بنیہ چلا آیا اور دوسری صدی عیسوی میں ایک یہودی عالمہ مذکور کتاب سے جمع کر ڈالا۔ اس کا نام مشنا حقاً۔ بالغاؤ و یگرا سے تواتر کی فضیلہ کہ سلسلہ ہیں۔ اس مجموعے کی مذہبی قشرتیخ ہوتی رہی اور اسے جمع کیا گیا تو اس کا نام ٹھاکار لکھا گیا۔ ان دونوں مجموعوں کو عالمہ عاصمہ حاتما سے تاملود الی در اقسام میں، ایک شامی جو فلسطین میں تیار ہوا و سر اپنی جس کا مزاد بزمانہ اسی یہی پبل اکٹھا ہوگا۔ یہودیوں میں دونوں معتبر اور مستعمل ہیں۔ مگر اختلاف کے وقت ترجیح شامی کو دیتے ہیں۔

یہ بھی معلوم رہنا لازم ہے کہ عہد نامہ قدم کے دو شاخے ہیں، ایک عہد ای نسخہ جو یہودیوں میں مستعمل اور لائق استفادہ ہے۔ دوسرا شاخہ ایمانی ہے جسے سید جیپر کہا جاتا ہے اور عیسیٰ یتوں میں معتبر و مستند ہے۔ عیسیٰ یتوں کے معتبر شاخے میں بھی پھر ان کے دو بڑے فرقوں کی تحریک اور پروٹوکل کے نزدیک ۱۹ اکتب منتاز دفیرہ ہیں۔ کیتھولک انہیں سمجھ مانتے ہیں۔ اور پرنسپل جعلی قرار دیتے ہیں۔ جو کتب صرف یعنی ایمانی میں زائد ہیں انہیں آپ کو یعنی ای خیرہ تحریک بدل کہا جاتا ہے۔

موجودہ باہمی کتابوں میں بعض ان کتب یہود کا ذکر یا حوالہ موجود ہے جو شامل مجموعہ نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کتابیں گم ہو چکی ہیں۔ ان کی تعداد ۶۰ تیرہ حصہ درج ہے جو ایک شمارہ تناقضات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی تفصیل علماء اہلی حرم ظاہری نے الفصل میں درج کی ہے۔ اس سے بھی زیادہ تفصیل درج نہ ہوتا مارکت اللہ کراں ای کی کتاب اخہار المحن میں موجود ہے۔ یہ کتاب واقعی لاجواب ہے۔ اور اس کا ارد و ترجمہ شائع ہو گیا ہے۔ ابتدائی پانچ کتابیں۔ یعنی تورات۔ بھی تحریف اور ترمیم و اضافہ کا شکار ہوئی ہیں۔ اس میں کئی تصادم ہیں۔ خود موسیٰ کی وفات کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب موسیٰ کی وفات کے کافی عرصہ

بعد مذوقن ہوئی تھی۔ اس کتاب میں بعض ایسے واقعات بھی درج ہیں جو بعد میں پیش آئے۔
قدرات اور کتب، باشکل کی تحریف و تغاد کو خود سمجھی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس کا برعال
اظہار بھی۔

یہود کی عبادت گاہیں مجددہ قرارات کے بیان کے مطابق جب تک سیمان نے
اُس شہر پر دستیلمیں میں وہ مشہور مسجد بنانہیں کیا جس کا نام
بیت المقدس ہے، اُس وقت تک یہودیوں کی کوئی مستقل عبادت گاہ نہیں تھی۔ مقرر ہے
نکل کر جب تک فلسطین میں فاسخانہ داخل نہیں ہوا، سفر و حضرت میں مراسم عبادت ایک
عارضی معبد کے سامنے ادا کی جاتی تھیں۔ اس کا انظام ہارومن کے ہاتھ میں بھا جان کی وفات
کے بعد و راشد ان کی اولاد کو مستقل ہوا۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ کعبۃ اللہ اور
بیت المقدس کی تحریر کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ تھا۔ ان احادیث کو اس لحاظ سے
نہایت مشکل سمجھا گیا ہے کہ بیت المقدس کی تحریر سیمان نے کی جن کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام
کے سینکڑوں برس بعد کا ہے۔ بعض اپنی تحقیق کی یہ راستے نہایت درست معلوم ہوتی ہے
کہ موجودہ بیت المقدس بالکل اُسی مقام پر تحریر ہوتا ہے جہاں پر قرأت میں حضرت یعقوب
کا بیت ایل بناناوارد ہوئے۔ اور قریب تر سے کہیں کہیں کے اس واقعہ تک چالیس
ہی برس ہوتے ہیں۔ بیت المقدس کے علاوہ یہودیوں کی اور کوئی عبادت گاہ نہ تھی۔ جب
تک سامریٰ اور اسرائیل دو مغارب سلطنتیں وجود میں نہیں آگئیں اس زمانے تک تمام
یہودی زیارت اور قربانی وغیرہ کی خاطر بیت المقدس ہی میں آیا کرتا تھا۔ لیکن بعد میں
جب ایک حکومت کی دو بیکیں تو پہلی رسم پر عمل ممکن نہ رہا۔ اسی طرح جو یہودی اسریٰ
بائل کے زمانے میں بیت المقدس سے دور تھے۔ یادیا میں اوصراً منقرضتھاں کے
سلسلہ دوسری عبادت گاہوں کا سوال آیا۔ چنانچہ سامریٰ والوں، بائل میں قید ہوئے
والوں اور مختلف عوامیں بھروسے ہوئے یہودیوں نے اپنی اپنی عبادت گاہیں بنالیں
گو زیارت اور قربانی کے لئے پھر بھی بیت المقدس ہی کو مرکز رکھا جاتا رہا۔ ان مسجدوں میں
ذبیح و میتم کا معبود بہت مشہور ہوا جو کم و بیش ۵۵ برس قبل میسیح میں تحریر ہوا پھر شہنشاہ
ایرد و نے ایک اور عبادت گاہ تحریر کی جو طول و عرض میں بے مثال بتا کر جاتی ہے۔
گردش زمانہ کے ساتھ یہودیوں میں ایک قسم کی مرکزگریزی کی کیفیت پیدا ہوئی تو
ہر آبادی میں الگ الگ عبادت گاہیں تحریر ہونے لگیں۔ یہ وعظ و تبلیغ اور مذہبی مشاورت

کے مرکز میں جنہیں صورت میں کہا گیا ہے۔ شامی میں بہت المقدس کی مکمل تباہی کے بعد ایک یہودی ربی نے جانبیہ کے مقام پر ایک مدرسہ بنایا جس کی حیثیت بعد میں ایک مقدس مرکز کی ہوئی۔ اسی قسم کے مدارس دوسرے مقامات پر بھی تعمیر ہو گئے۔

یہودیوں کے فرقے | اور ان کے مختلف فرقوں میں اختلاف ہوا ہے۔ بحث نبڑی کے زمانے میں یہود کا ایک فرقہ میں موجود تھا جو عرب ہم کو ان اللہ مانتا تھا۔ قرآن نے سورہ توبہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت کے یہودیوں نے کبھی اس کی تروید کی جراحت نہیں کی۔ اس فرقے کا ذکر تاریخ میں بھی آتا ہے۔ یہ طبع شناخت میں بہت آنکھیں کی بر بادی کے بعد یہودیوں کی از سر ٹو شیرازہ بندھ کے لئے ایک یہودی عالم نے تیج ٹو غود ہونے کا خوبی کیا۔ تمام یہودیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اور دوسری سلطنت کے خلاف بغاوت کر دی لیکن ۳۲۰ میں اس وقت کے رومی بادشاہ قیصر جیہیڈین نے انہیں مکمل طور پر بباہ دہر باور کر دیا۔ پچھے کچھ لوگ دنیا کے مختلف ممالک میں پھانگئے اور منتشر ہو جائے۔ یہ جو ہو گئے، ہمیں کل سیلانی ہمیشہ کے ساتھ ٹھھاکر ہوئیں خاک کر دیا گیا۔ اس کی از سر ٹو تیری شناخت ہے کہ اب اس کا نیک میں ہو رہی ہے۔ ان کے علاوہ یہودیوں کے درج ذیل فرقے مشہور ہیں۔

سماںی فرقہ | خاطر مطہر نے نہ کوئی دوسرا ان کے قریب آتا تھا۔

المسینی فرقہ | بیان نہ کرنا، کوئی مال و م產業 اور جانکاری نہ رکھنا، یعنی عمل کر چیزوں کو سب میں مشترک رکھنا ان کے خصائص تھے۔

ناستک فرقہ | ایک ایمان کو علم پر مقدم نہیں رکھتے۔ ان کے مال باعثیت بجات علم ہے نہ کرایمان۔ انہیں آپ یہودی مذہب کا وظاہری فرقہ، کہا یجیے۔ معافی سے زیادہ کاراتی فرقہ | الفاظ پر اور خواہر قوات پر سختی سے کار بند رہتے تھے۔ غالباً انہی کو کاتب یا SCRIBES بھی کہا گیا تھا۔

یہ قوم یہود کے فقہا اور قانون و ادانتے کتب، مقدسر کے علاوہ زبانی روایات فریضی فرقہ کے بھی معتقد تھے۔ مابد و زابد اور متنقی مشہور تھے۔ آخرت کی زندگی اور جہاد و سزا کے قالی تھے۔ یہودی طریقوں میں آخرت یا جنت و دوزخ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، شاید

اصلی کتابوں کی بہبادی کے بعد از سر نزدیکیں کے وقت جائی بوجھ کرایں کیا گیا کیونکہ یہودی قوم مادرہ پرست اور اسلئے تفوق کی قابلیتی، ان کے نزدیک بنی اسرائیل اللہ کے پیارے فرزند ہوئے کے باعث عذاب سے یکسر بری ہیں۔

صد و تی فرقہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ صرف رب اليہود ہے۔ جنت دوزخ، خیانت صدوفی فرقہ اور فرشتے کوئی چیز نہیں۔ اجتنہار باطل ہے۔ نہ ہبھی ویرایین کی لفظی پیروی ضروری ہے، اور آن میں ترمیم و اضافہ ناجائز۔

فلسفیانہ مکاتب فلسفہ علم و استدلال اور عقلی ذرائع کے ساتھ کائنات کی تجوید کی ماںند یہودی بھی یونانی فلسفہ سے متاثر ہوئے۔ دنیا کے دیگر پیروان مذاہب آقے ہے، بعض کتب و صحائف تو سارے فلسفیانہ ہیں، بعض یہودی عالم اخلاق طوں کے فلسفہ سے ذریف متاثر ہوئے بلکہ اس کے دامن و مبلغ بھی بنئے۔ کچھ اور لوگ اس طور کے فلسفہ کے شیدائی ہتھے، بعد کے یہودی علماء میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جو مسلمانوں فلسفہ سے متاثر ہوئے اور ان کے اسلامی فلسفہ — علم کلام — کو اپنے علم و تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔ پر علم و فن کی مختلف شاخوں میں مشہور یہودی فضلاء کے نام ملتے ہیں۔ بعض مسلم فلاسفہ کی ماںند یہودیوں نے بھی بابل کے نظریات کو فلسفہ کے مطابق قرار دیئے کی کوئی کوشش کی ہے۔ مسلمانوں میں صاحراں میں ارشاد اندھی کا نام مشہور ہے۔ جس نے اسلامی عقاید و تعلیمات کو فلسفہ کے اور فلسفہ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق قرار دیئے کے لئے تاویل کا سہارا را ملحوظ رکھا۔ بہرحال دنیا کے مشہور فلاسفہ کی تحریت میں ہمیں کئی یہودی علماء کے نام بھی میں گے جس سے ہم ان کے علمی ذریعہ اور تحقیق کے شغف کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ایمان کی اصلی تعلیم کی رو سے یہودیت توحید کا مذہب ہے۔ یہودیوں کے عقاید اگر ہم مختلف اور اسی بد رحمات اور رسوم شرک و کفر کو نظر انداز کر کے صرف انبیاء کی تعلیم پر نظر ڈالیں تو عقیدۃ توحید صاف نظر آتا ہے۔ مگر اتنا واضح اور ابھل نہیں جتنا اسلام نے اسے پیش کیا ہے۔ یہودیوں کے ہاں خدا کو رنج و غم، پچھاؤ، تحکم اور اسی طرح کے دوسرا سے انسانی عوامیں لائق ہوتے رہتے ہیں۔ مشتملہ سبتوں ان کے نزدیک تخلیق کائنات سے فارغ ہو کر خدا کے آرام کا دن حطا۔ لہذا شریعت موسوی نے اسے عبادات کا دن قرار دیا۔ نوحؑ کے وقت میں لوگوں کا شرک

وکف اور بد کاری دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو تھلیت انسان پر سمجھتا ناپڑا۔ خدا نے رات بھر یعقوب سے گشتی لڑائی اور پیغ برا بر رہا۔ خدا یہود کے قافلے کے آگے آگے چلا کر تباخا۔ آدمؑ کے وقت میں خدا کے بیٹے خدا کی بیٹیوں سے مقابلت کر کے انسانی نسل میں اضافہ کرنے ہے۔

جہاں تک رسالت کا تعلق ہے یہودیوں نے پسکے اور جھوٹے نبیوں کا اقیا زمٹا دیا ہے۔ ان کے طریقہ میں کتاب اور دجال ادا کرنے پر بھی بنی کاظمیوں کا لفظ بولنا لگتا ہے۔ انہوں نے بڑے بڑے حلقہم سینیوں پر جوشک و کفر خراب فوری، جھوٹ، وحود کا فریب، اذنا کاری اشہد پرستی اور بُت گری و بُت پرستی کے الزام لگاتے ہیں۔ انہیں پڑھ کر پتہ چل سکتا ہے کہ یہودیوں میں عصت انبیاء کا کوئی عقیدہ نہیں، اور وہ ہر قسم کے آوارہ مزاج—معاذ اللہ۔ لوگوں کی بُرت و رسالت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

یہودیوں کا ذہب ایک شلی خدا کو تصور پیش کرتا ہے۔ جو رب العالمین کے بجائے صرف رب نبی اسرائیل ہے۔ اسی طبقہ میں رسالت کے قائل ہیں۔ خاتم النبیین سلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے ایمان نہ لائے کا بڑا اس بُت یہی مقاک اُت پسراں کے سچے سماں میں تھے۔ لیکن اس بات کا ان کے ہاں کوئی جواب نہیں کیا ہے میں تھیں تو اسراہیل تھے۔ انہیں کیوں نہ ماناؤ؟ آنحضرت اور جنت و دوزخ کا ذکر یہودی طریقہ میں نہیں ملتا اگر مٹا ہے تو دھن لے اندھا میں وہ جہاد صاف ظاہر ہے کہ جب خدا صرف ایک شلی کا خدا ہے تو وہ ملی پاک اور سچھی ہوئی ہے۔ اصل معاملہ یہ نظر ہے کہ آنحضرت اور عذاب و ثواب کا قائل ہونے کے باوجود ان کی ماڑہ پرستی اور بندہ ہی نشش بکھرے ان عقاید کو کتب مقدسہ سے لکھ دیتے پر اسکا پایا ہوگا۔ وہ فرشتوں کے قائل تو میں مگر ان کے متعلق عجیب و غریب توہہات کا ذکر بائبل میں ملتا ہے۔ وہ جبریل کے دشمن ہیں کیونکہ اس نے ان پر بار بار ان کی سرکشی کے باعث عذاب الہی کا کڑا بارہ سیاھتا۔ ان کے ہاں ایک بُنگات و سہنہ پیغ مراعود کا عقیدہ اب تک موجود ہے۔

یہودیوں کی مذہبی رسوم توہہت کے حکم کے مطابق یہودیوں میں ہر زمود کا خشگ پیدائش پیدائش میں بھی موجود ہے۔ ان کے ہاں جتنیوہار بطور رسوم مذہبی منائے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ۱) ہرسال میسری کی ۵۰، ۶۰، ۷۰ باریں کو عید فتح۔ صدر سے رہائی اور چکار سیکھ کی عید۔ منائی جاتی ہے۔ ۲) سنبھر کے میئے میں یہودیوں نے سال تو کا نہوار منایا جاتا ہے۔ ۳) افروری کو نامان

ذخون کا وزیر — کے ہاتھ سے پیچ جانتے کی خوشی میں پور ببر کی عید ہوتی ہے۔ (۶) یہودی سالار پہنچ امکا بیس کے شایمیوں کے شکر پر فتح یا بیل کی خوشی میں چونو کا دہ کا دن منا یا جاتا ہے۔ (۷) سبست کا دن تورات کے حکم کے مطابق ہر کام سے فارغ ہو کر صرف عبادت میں گزارتے ہیں۔ (۸) موجودہ یہودی اسرائیل کی سلطنت کے قیام کی پار میں جتنے منتے ہیں جسے یوم ہاتھ موت کا ہوتا ہے۔ (۹) عید فتح کے بعد ۵ دن یوم خیس منتے ہیں۔ اس دن نے گیہوں کی دورو طیاں پہنچانے کے لئے ہر کم پر وست — کامن — کھایتا رہے۔ سات بھیوں پا تیل اور دو دن بے ذرع کر کے عزیز و مسائیں کی دعوت کی جاتی ہے۔ (۱۰) یہودیوں میں بے شمار حصہ اور دو دن بے ذرع کر کے عزیز و مسائیں کی دعوت کی جاتی ہے۔ (۱۱) یہودیوں میں بے شمار حصہ اور غیر مختلقی قربانیاں ہوتی ہیں۔ ان کا طریقہ اور عبیدیہ — سوسائٹی ب خروج اور استشاد میں درج ہیں۔ مختلقی قربانی میں جائز جلا دیتے جاتے ہیں۔ عیسیٰ مختار قربانی میں کچھ اجناس اور تیل و گینو و قربان کا ہر پیش ہر تما مختار مختار قربانی عموماً لاکھا ہوں کا کفارہ سمجھی جاتی ہے۔ جب یہودیوں میں ان قربانیوں کی ادائیگی کا زیادہ سی رواج ہو گیا اور انہوں نے اسی کا اصل مطلب قرار دے لیا تو موسیٰ کے بعد دوسرے انبیاء اس لد بجان کر دی کیا اور بتایا کہ دین خدا ہر پرستی کا نام نہیں بلکہ دل خلوص اور پختہ ایمان کا نام ہے۔ اب غالباً یہود میں قربانی کی رسم پر تنازع نہیں دیا جاتا۔ (۱۲) یہودی سات کے عدود کو مقدس سمجھتے ہیں۔ لہذا سبست کی طرح سالانہ ہمیند بھی مبارک سمجھتے ہیں۔ اسی پیشے میں قربانی دگنی کر دیتے ہیں۔ زمین کو سالانہ سال جو تنہا چھپڑ دیتے ہیں۔ قرض معاف کر دیتے یا ادا میگی میں مرید مہلت دے دیتے ہیں۔ دعوییں ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (۱۳) سالانہ سال کے بعد ہر سچا سویں سال کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ علام آزاد کرتے اور صورت چاند اد اصل ہاں کو ٹوٹا دیتے ہیں۔

بعض معاشرتی احکام باشیل کی کتاب خروج کے مطابق اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر معرفت بخش اسرائیل کو دی وہ احکام دیتے ہیں۔ جن کو احکام عشہ کہا جاتا ہے، (۱۴) والدین کی تنظیم (۱۵)، قتل سے گریز (۱۶)، زنا سے اجتناب (۱۷) پروردی سے پہنچنے (۱۸) چھٹے کے خلاف جھوٹی کواری و دیخ سے پہنچنے (۱۹) اہمسات کے گھر کے لامع سے گئی، (۲۰) پر موسیٰ کی یہوی کالائیخ نہ کرنے، (۲۱) پر موسیٰ کے غلام اور ازٹہری کالائیخ نہ کرنا (۲۲) پر موسیٰ کے جائز کالائیخ نہ کرنا۔

شریعت موسوی میں عورت کا درج مرد سے بہت کم ہے۔ اس کا ماں کا خاوند ہے اور وہ بس کی ملکوں کے۔ شادی سے قبل وہ والدین کی ملک میں ہوتی ہے اور شادی کے بعد خاوند کی۔

یہی سبب ہے کہ زنا اور اخذا کے مقدمات میں اکثر جرمائی کی سزا مقرر ہے۔ صرف بعض صورتوں میں رجہم کی سزا کا حکم ہوتا ہے کہ ان مقامات میں بھی اصل کتاب میں تحریف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم حق تھا حکم بالجملہ میں موجود ہے۔ تعدد از واجح کی اجازت ہے۔ بالجملہ کی کتابوں میں بعض پیغمبروں کی سینکڑوں تکمیل ہو یا بتائی گئی ہیں۔ طلاق کے احکام بھی بالجملہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تو چند معاشرتی احکام ہیں۔ جنگ کے احکام، غیر قوموں سے ملوک صحیح احکام جملی قیدیوں کے احکام، مفتون اقوام کی جاہدات منقول و غیر منقول کے احکام نہایت شدید ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دنگتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ پاکینگی، ذرع کرنے اور سوڈ کی مخالفت کے احکام بھی موجود ہیں۔ مارسود کے سلسلے میں قویات کے احکام میں تحریف کر کے غیر اسلامی لوگوں سے سوڈ لینا حلال قرار دیا گیا ہے۔ حنفیہ کا گوشہ حرام کیا گیا ہے۔ اور یہ حکم موجودہ بالجملہ کی کتابوں میں واضح طور پر موجود ہے۔

عیسیٰ سماست

تعارف اسلامی عقیدے کی رو سے تمام پیغمبروں کی دعوت اسلام کی طرف تھی۔ جس نام برداشت کا معاہدہ بھی ہے ابھی نئے نئی اسرائیل کے پیش کروہ دین کو ہو دیت کا نام بلا اسی طرح عیسیٰ سماست کا معاہدہ بھی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں ہمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملا جس سے یہ شاہت ہو سکے کہ وہ عیسیٰ سماست پانصرائیت کے داعی تھے۔ انجیل اربعہ یا عہد نامہ جدید کی کسی اور کتاب میں یہ اصطلاح نظر نہیں آتی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے دورہ پیش یہی اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک پہنچ نظر آتا ہے کہ وہ یہودیوں کی پیدا کردہ مدعاوں کا ادا کر کے اصل الہی دین کرا فرم کر ناچاہتے تھے۔ یہودی کافی عرصہ تک ہیروان میخ کو اپنا ہی ایک جزو سمجھتے رہے اور خود پیر و ان منبع میں بھی اس سلسلے میں کوئی دوسری وضاحت نہیں کی۔ عیسیٰ سماست اور نصرائیت کے الفاظ بعد میں ایجاد ہوئے۔ مجع اکے وہ پیغمبر یہودیوں سے لکل کران کی جماعت میں شامل ہوتے تھے۔ فلسفیوں میں ہمیل پہلی یہودیوں کے انہیں امتیاز کی خاطر پرسن ناصری کے پیروکاقب دیا۔ ناصرو یا ناصر ارتقا اس مقام کا نام تھا جس میں عیسیٰ علیہ السلام پیش ہمیں ہیں اپنی والدہ کے ساتھ کچھ عرصہ طھے تھے، اسی نسبت سے انہیں ناصری کہا گیا تھا۔ عیسیٰ سماست کا لفظ اُن غیر یہودی ریونانی اصل مردوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو یہودیوں کی تقدیمی

سے بچنے کی خاطر ملکیتیں سے نکل کر ایک سامانی مقام انتظامیہ سے سخت۔ انہیں لوگوں کے عقائد سے متعلق جملے خیالات و عقاید پر لوس ریسٹ پال ہمکے عجی سختے ہے موجودہ عیسائیت کا ہائی قرار دیا جاتا ہے۔ یونانی الصل عیسائی اور پاک اس بات پر مشتمل سختے کہ یہودی شریعت پر عمل کرنا عیسیٰ کی بخشش کے بعد ضروری نہیں رہا اور بخات کے لئے صرف عیسیٰ پر ایمان اندازان کو پیش کی ہوئی وضاحت و تفصیل کے مطابق، کافی ہے۔ غرض یہاں القاب کی تحریر تبدیلی تاریخ ہے۔ اب عیسائیوں کے تمام فرقوں پر اپنی الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کا ذمہ بہب عیسائیت یا انصرافیت کہلاتا ہے۔

تعريف جہاں تک عیسائیت یا انصرافیت کی تعریف کا تعین ہے، انسانیکو پڑھیا جائے۔ برہانیکا کے مقاب عیسائیت میں اس کے مشتمل بحث ہے کہ عیسائیت دہ مدہب ہے جو اپنی اصلاحیت کو نامصرہ کے باشدے پیروع کی طرف مشوب کرتا ہے اور اسے خدا کا منتخب قرار دیتا ہے۔ انسانیکو پڑھیا اُف دیکھیں میں اسی نام کے مقابلے میں مسلمان افریدی ای گاروے نے لکھا ہے کہ عیسائیت کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ دہ اسلامی، تاریخی، کائناتی متعددات اور رکھارے پر ایمان رکھنے والا مدہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کر خداوند پیروع میں کی شخصیت اور کردار کے ذریعے سے پختہ کردیا گیا ہے۔ اسلامی سے مراد یہ ہے کہ اس مذہب میں ہبہا توں اور قربانیوں سے کوئی دینی مقدار مال کرنے کے سچائے یہ بتایا گیا ہے کہ مذہب کا مقصود اعلیٰ روحانی کمال حاصل کرنا اور خدا کی رضا مطلب کرنا ہے۔ تاریخی کا مطلب یہ ہے کہ کاس مذہب میں بیادی حیثیت ایک تاریخی پوتھی تبعیتی عیسیٰ پیروع مجھ کر حاصل ہے۔ کائناتی سے مراد یہ ہے کہ یہ مذہب عالمیگر دعوت پیش کرتا ہے۔ کسی رہک یا سسل کے ساتھ مخصوص نہیں، موجودہ کا مطلب یہ کہ عقیدہ تبلیغ کے باوجود اس میں ایک خدا کا تصور پایا جاتا ہے۔ لفڑا سے سے مراد یہ ہے کہ اس میں انسان کو کفار سے کے ذریعے خدا کے قریب کیا گیا ہے۔ یونہدگناہ کے باعث رہ اس سے دور ہو چکا تھا۔

اس تعریف میں تعریف کا درستیغ زیادہ ہے۔ مشک فورون نے اپنے شرک کو ہیئتہ فلسفیہ از مرشکا فیروں کے پر دے میں پھپانے کی کوشش کی ہے۔ ہندوؤں بھی بیٹ پرست قوم کے پڑھ کھڑے وگ جبی بکھڑ کر ایک ہی خدا مانتے ہیں مگر ان احمن یہ تبلیغ کرے گا کہ وہ دائمی موجود ہیں؟ عیسائی علماء و فضلاء عقیدہ تبلیغ کا جو بھی نام رکھیں اور اس کی

جو بھی تادریل یا تشریح کر دیں، بہر حال یہ ایک صریح شرک یہ عقیدہ ہے۔ اندر سے خود انہیں
بھی اس تفہار کا احساس ہے۔ تھری بات بنانے کی کوشش میں وہ ادھر اور اُخر کی تادریلوں کا
سہما رائیتے ہیں۔ تشیع پر مفصل گفتگو انشاد اللہ آگے ہے گا۔ فصرائیت کے متعلق بعض
علماء کا یہ خیال ہے کہ لفظ ناصرہ سے نہیں بلکہ حوارِ قرآن کے قول:

مَنْ حَمَّلَ أَنْصَاصًا فَلَمْ يَحْمِلْهُ إِذْنَ اللَّهِ إِذْنَ الْهُوَ كَمَا دَعَاهُ إِذْنَ اللَّهِ إِذْنَ الْهُوَ

”انہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ رمدگارانی میں ہیں“ یہ سے مانو ہے۔

بعثتِ علیہ مسیح کا پس منظر صیہون علیہ السلام کی بیعت سے پہلے ہر آرڈی قوم اخلاقی
معاشرت، سیاسی اور خالص دینی نقطہ نظر سے پہلوں
کی اعتماد گھرا ہوں یہی گچکی تھی۔ ان کے علماء شکم پرست، مشائخ، مادر پرست اور عوام قوم
پرست ہو چکے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے پیغام کے ساتھ ان کا تعلق مرائے نام
رو گیا تھا۔ ان کی نافرائیوں، بدآعمالیوں اور قانونِ الہی کی علاویہ مخالفت کے باعث کئی مرتبہ
عذاب خداوندی کا کوڑا ہرس چکا تھا۔ مگر ہم لوگ اس سے کہہ سکتے ہیں حاصل نہ یا تھا۔ اب سری
ہائل کے بعد ہر ہر آرڈی شہنشاہ ساڑی کی فوازشات کئی تجھے میں فسیلیں ہیں تھے۔ ان میں عراقی
مرشدوں کے اندر ایک عرصہ گورنمنٹ کے باعث بے شمار دراہم شرک و کفر یا ہر چیز نہیں۔ جو
وکل بائی ہیں روپیں لگتے تھے وہ کسی ہر بر مستقبل کی امید سے خالہ ہو چکے تھے۔ ہرودی رجی اور
عام اس زوال زدہ قوم کرایم موسیٰ علیہ السلام کی مستقبل کی امیدیں کروادیم کی خناپر زندہ رکھنے کی
سمیٰ ناکام کر رہے تھے۔ کچھ مدست کے بعد اس مخصوص قوم پر غصب خداوندی کا ایک اور چاہد
مہرش زردی کے ٹھللے اور بروٹیزم اور فرقہ کی مکمل تباہی کی صورت میں بہتے والا تھا۔ پیہاڑ بھر
چکا تھا اس اب لبری ہو چاہتا تھا۔ ہرود میں ایک سنبات و سندھہ سیکھا کیا انتخارات تھا۔ جوان کے
خیال کے مطابق بھی اسرائیل کی پیشازہ بندی کر کے از سر فراہمیں سیاسی و مادی قوت دلانے کا
کفیل تھا۔ علیسی علیہ السلام کی بیعت کے بعد آسمانی بادشاہت کا جو حضرت زان کے پیروں میں
جاگری ہوا، ہرود کا القبور سیکھا اس کے بکسر بر حکم تھا۔

اس دور کے ہر ہو ڈیوں کی نام ہندا دیکھا جاتا تھا۔ ہرود میں ایک معاشر و تفاریر اور صیہونی
کے ساتھ ان کے سوال و جواب سے ہو جاتا تھا۔ جو انجیل میں موجود ہیں، بقول عیسیٰ وہ دیکار
تھے، ملکا ہر پرست سے۔ منافق تھے اخدا کا حکام کو ہیں پیشہ ڈال کر ان کی احکام پر عمل کرنے
کرتے اور انہی کی تعییم دیتے تھے۔ مادر پرست نے ان کے دلوں کو زندگ آسود اور سخت کر دیا تھا۔

قرآن کے بیان کے مطابق ان کے دل: **سَكَانُهُجَارَةٌ أَوْ أَشَدُّ فَسَوَّةً** پھر وہ
بیچے بلکہ ان سے بھی محنت فرنے۔ انہوں نے تواریخ میں خریف اور روزہ بول کوشب و روزہ کا
شیرہ بنالیا تھا۔ اول تواریخ پر جو جنابی کے منحدر و حادث گز روچے تھے ان کے باعث وہ
محض زبانی یا دو اشتوں کا جو صدر و لگئی تھی، پھر ہر دو دی اس کے احکام میں سنت نہیں بندیاں
اپنی شکم پرستی اور دینیا اور چونہریوں کی خوشودی مزاج کی خاطر کرتے تھے۔ انہوں نے "بڑے لوگوں"
کی خاطر تواریخ کے احکام رچکی اور قانونی جرام کو علاوہ مسرخ کر رکھا تھا، حالانکہ احکام اب بھی
تواریخ کی مختلف کتب میں موجود ہیں۔ قرآن نے ان پر جو فروق اور داد جرم لگائی ہے اس میں سود خواری
رشوت خواری، حلال کو حرام کو حلال کرنا، تحل انبیاء، خدا کے برگزیدہ بندوں پر بھان طرزی
تخریف کیا تھا، اپنی بناد طکو کتاب اپنی قرار دینا، نئی غور، خدا کے محبوب اور بیٹھ بن بیٹھنا،
آخرت کی سنجات کی اجراء داری، حسد و لبغت کے باعث انبیاء کی تذکرہ، طاغوت کی عبادت
کرنا، بنت پرستی، گوسالہ پرستی اور بارہار کی تسبیبات اور معمرا بات کے باوجود ملھٹائی اور سیسرا دری
 شامل ہیں۔ الہامی ملابس و ادیان کے مانسے والوں میں ان کے سوا کوئی دوسری قوم الیسی نظر نہیں
آتی جس میں اخلاقی و دینی زوال کی اتنی پستیاں پائی جاتی ہیں۔

عیسیٰ کی پیدائش اور بعثت عیسیٰ کی والدہ مریمؑ کے باپ کا نام عمران تھا۔ عمران کا
بیویؑ کی والدہ ایشاع سُلیمانیؑ تھیں۔ اور ہاروں علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ باسل کی رُو سے
موسیٰ علیہ السلام نے عبادت گاہ کا انصرام اور رسول مسیح کی بان حنّہ اور
کے ذمہ کر رکھا تھا۔ وہ محبد کے کام ہیں اعظم تھے۔ ان کے بعد یہ منصب ان کی اولاد میں دراثتہ
پتارہا۔ سچی کے والد زکریا کے متعلق سچی نائب ہے کہ وہ بیت المقدس کے کام ہیں تھے۔
اس سے معلوم ہوا کہ سچی کو تمہارا باپ دلوں کی طرف سے ہاروئی تھے۔ مگر عمران کے قبیلہ کے تعلق
کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ غرض مریمؑ اور سچی خالہ زادہ ہیں جھائی تھے۔ اسی رشتہ کی بناء پر احادیث
تھیں سچی اور عیسیٰ کو خالہ زادہ فرمایا گیا ہے۔ جب ایشاع باوجود بلوچی اور باپ سچی ہونے کے باذن اللہ
ذکریا کے حامل ہوئی (ذکریا اس وقت خود کافی بوڑھے ہو چکے تھے) تو اس مجرما نہ عمل نے حشرت کے
دل میں اولاد کی طلب پیدا کی۔ اس زمانے میں لاکوں کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے نامور و قدر
کرنے کا وظیح تھا۔ حنّہ نے اپنے پیٹ کے پیچے کر اسی خیال سے بیت المقدس کی نذر کر دیا کہ
اللہ تعالیٰ اسے فرزند نریہ عطا کرے گا۔ مگر جب مریمؑ پیدا ہوئی تو حشرت کو تھجب ہوا، آخر نذر کے

مطابق اُسے بیت المقدس لے جایا گیا اور قرآن ادازی سے مریم کے خالو زکر علیہ کو اس کا مرتبی اور نگران مقرر کیا گیا۔ مریم بڑی پاکیار، عفیفہ اور عبادت گزار تھی۔ جب وہ جوان ہوئی تو فرشتوں نے اسے علیتی کی پیدائش کی بشارت دی۔ اس کے اظہار تعجب پر فرشتوں نے خدا کا حکم سنادیا کہ یہ تھی ہر کا۔ مریم عرب بہت غلیس ہوتی اور بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت الحرمہ پہنچتی تاکہ لوگوں کی سبب دشمن اور بد نامی سے پچھی رہے۔ انجیل کا بیان ہے کہ مریم کا نکاح یوسف بن خانا نامی ایک شفیع سے ہو گیا تھا اور وہی مریم کو بد نامی کے خوف سے بیت الحرمہ پہنچا۔ صرف یہ بلکہ اب اجل عصیٰ کا نسب نامہ یوسف بن خارسے (بیشیت والہ) شروع کرنی ہیں۔ کتاب و سنت میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ بات بھی چرخناک ہے کہ یوسف برسر کے لئے مسجد کی حدودت کے لئے وقف کی جائے والی بُلکَ کا نکاح کیے گردیاں گی اور وہ عجیب ایک یونہ معرفت شخص کے ساتھ!!

بہر حال مریم نے بیت الحرمہ میں عسیٰؑ کو بتھم دیا۔ ولادت کے بعد مریم پچھے کو قوم کے ساتھ لاقی اور لوگوں نے اختر اضافات کی بچھا لگ کر دی۔ داس سے بھی محلوم ہوتا ہے کہ یوسف بن خارسے نکاح والا اضافہ بس اضافہ ہی ہے۔ ورنہ یہ صورت احوال پیش نہ رکتی۔ اور یہ ہو کو معاذ اللہ علیہ علیہ السلام پر ازرا و عدالت و مسخر ناجائز اولاد کی پھیتی کئے کامیق نہ ملتا۔) مریم نے فرشتوں کی ہدایت کے مطابق پچھے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھ لو۔ پسکر گواہ کے بول پڑا جس میں اپنی عہدیت و نبوت اور صاحبِ کتاب ہونے کا ذکر ملتا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ابتلائی زندگی پر تائیر کی کے پر دے پڑے ہے ہیں۔ عیسائی لڑپر بھر میں ان کے مقام پر دروش میں بھی کافی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ حاکم وقت کے خوف سے یوسف بن خارب بیوی پچھے کو لے کر متصیر ہلا گیا۔ جب شاہ بیروت و دیس میں مریم گیا تو اپنی فلسطینیں لے آیا۔ پھر ایک دوسرے بادشاہ کے عہد میں اس خاندان کو چیلہن کے علاقوں میں ناصرہ نامی قبیلے میں پناہ نہیں ہونا پڑتا۔ اور عیسیٰؑ کی پر دروش زیادہ تر ناصروں میں ہوتی۔ اس تعلق کی بناء پر انہیں یسوع ناصری کہا گیا۔ ناصروں میں مریم کی خالہ کاملاں بھی تھا جس میں اسے گھر جسی سہولتیں میسر تھیں۔ پکھ لوگوں نے عیسیٰؑ کی پر دروش کا مقام دھنٹتے تباہیا ہے۔ بعض نے طے اور بعض نے بیرونی شیل مسمی کہا ہے۔

بے باپ کی پیدائش عیسیٰؑ کی خدائی یا بن اللہ کی دلیل نہیں بن سکتی و زندہ پھر آدم کو علیتی سے بڑا خدا یا معاذ اللہ خدا کا بڑا بیٹا یا بھائی مانسا لازم آئے گا۔ اس پر مزید گھٹکوں کا مقام اشارة اللہ آنکے آئے گا جہاں تباہیا جائے گا کہ سچی عیسیٰؑ کی پیدائش بھی مجوہ از طور پر ہوئی مگر کسی نے انہیں خدائی یا

نیشن کے مقام پر فائز نہیں کیا۔

ابنیل کے بیان کے مطابق عیسیٰ ۳۰ برس کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ انہوں نے بھائی سے بتائے دشمن کے مصنفوں نے اس مقام پر عجیب دلیمالائی قسم کی حکایات بیان کی تھیں جن کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ عیسیٰ کو دیگر انبیاء و رسول کی مانند عظیم مسیحیات دیتے گئے مثلاً گورے میں کلام کرنا، کتاب و حکمت اور آلات و ابجیل کا علم، مٹی کی چڑیاں بننا کر حکم خداوندی سے چھپ جاتے مارکر اڑاؤ شیاء، لاعلاج مریضوں کا علاج، بیکھکم الہی مردوں کو زندہ کرنا، جب یہود نے انہیں جادوگر کہہ کر مبتداۓ اذیت کرنا چاہا تو ان سے صاف پھاسے جانا۔ قرآن کے بیان کے مطابق عیسیٰ کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ: «میں دینِ مولیٰ کی تجدید کرنے آیا ہوں»؛ انہوں نے دیگر انبیاء کی مانند توحید الہی اور رسالتِ میسوی کا پڑھا کیا، بدعتات کو رتو کیا۔ اور شریعتِ مولیٰ کی بعض شدتوں میں نرمی پیدا کی۔ انہوں نے ہر ہودی علماً و مشائخ کی طاہریتی، خلک پروری اور حجت دینا پر شدید تنقید کی جسے وہ ڈھنٹے پیٹھوں برداشت نہ کر سکے اور ان کے در پیچے آزاد ہو گئے۔ حکومت وقت کے ساتھ سازش کر کے انہوں نے عیسیٰ کی گرفتاری اور ان کے خلاف عدالتی کا روائی کا پروانہ حاصل کر لیا۔ بارہ خواریوں میں سے ایک ہیزوں اسکی بلوقی نے جاوسی کی کہ عیسیٰ خلاف مقام پر شاگردوں سمیت موجود ہیں۔ قرآن کے بیان کے مطابق وہ گرفتار کرنے آئے مگر علیمی کو نہیں بلکہ ان کی ایک شبیر۔ جو خود وہ جاوس حواری تھا۔ کو کپڑا کر لے گئے۔ عیسیٰ کو خدا نے اٹھایا اور یہود نے اس شبیر پر مقدمہ چلوا یا۔ اس کے دادیا اور شور و غل کی پردازنگی اور آخر کار موت کا حکم صادر کر اے اسے صلیب پر مار دیا۔ عیسائی لٹر بچکا بیان ہے کہ سوئی چڑھنے والا اور مرنسے والا حقاً تو عیسیٰ ہی مگر موت کے تھوڑے دن وہ قبر سے غائب پایا گیا۔ میں سے ہیو دنے عیسیٰ کے کذب پر استدال کیا کہ باسیل کے مطابق صلیب لغتی موت ہے۔ جو کسی صارق المقول اور راست باز کو نہیں دی جاسکت تھی، لہذا علیکوئی بھی وغیرہ کچھ نہیں بلکہ ایک ملعون جرم حقاً بمحاذ اللہ ربہ تھا۔ عیسائیوں نے کہا کہ یہ لعنتی موت ہر کو عیسیٰ نے اپنے ماننے والوں کو لگانہ کی آلات سے صاف کر دیا تھا۔ بعد میں یہی کفار سے کا حصہ وہ عیسائیت کی بنیادی ایسٹ بنادیا گیا۔ انجیلوں میں سے انجیل بریساں کی تفہیمات قرآن کے بیار کے مطابق ہیں۔ ابنیل بریساں چھپ چکی ہے اور بسانی مل سکتی ہے۔

تَعْلِيمَاتٌ مُسْعَىٰ اس عنوان کے تحت ہیں جو کچھ لکھنا مدنظر ہے وہ موجودہ عیسائیت کی تجھٹا
تَعْلِيمَاتٌ مُسْعَىٰ نہیں بلکہ جناب علیٰ علیہ السلام کی صحیح اور اصلی تعلیمات ہیں۔ ان
 تعلیمات کے بیان کے لئے سب سے بڑا اور لاائق اعتبار منح خدا کا آخری غیر متبدل او رمحفوظ
 کلام قرآن مجید ہے۔ انگلیں ہیں جو یہ تعلیمات موجود ہیں مگر مختلف انجیل کے مصنفوں نے
 ان تعلیمات کو اپنے متصاد کی خاطر دھنڈ لایا کچھ تصحیحہ کر دالا ہے۔ عیسائیت کی تعلیمات
 عیسیٰ کی تعلیمات سے بالکل مختلف ہیں۔ عیسیٰ نے تمہیں اپنے آپ کو خدا نہیں کہا۔ وہ اپنے
 کو اپنے آدم کہتے ہیں۔ سچی یہ کہ اپنے افضل قرار دیتے ہیں۔ تخلیقیت فی التزحید یا توحید فی
 التشییع کی طرف کہیں اشارہ بھی نہیں کرتے۔ اس کے بر عکس خداۓ واحد کی توحید و عبادت
 کا اعلان کرتے ہیں۔ عیسیٰ کو مصلوٰتیت کو بھی انجیل میں مقصود طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور
 انگلیں بہنیاں اس لئے تو اس سے ان کا کارکرے عیسائیت کا بھانڈا ہی پھوڑ دیا ہے۔ افقارے کا عیسیٰ
 کے ہاں کریں وجود نہیں۔ پس سب عقاید بعد کی پسید اوار ہیں۔ جیسا کہ عقیریت افتخار الشام میں ضرب
 پر بحث کی جائے گی۔ از روئے قرآن میں علیہ السلام کی دعوت یہ ہوتی کہ: **أَللَّهُ رَبُّنِيْ وَرَبُّكُوْ**
فَأَعْيُدُوْهُ هَذَا أَصْرَاطُ قُسْتَنْقِيْمُ (رسیم۔ ۳۶) "بِلَّا شَهِيدَ اللَّهُمَّ إِنِّيْ رَبُّكُوْ
 سَهِيْسَىٰ کی عبادت کرو۔ بھی سید حی نا ہے" **وَمُصْنَدٌ قَالَ عَبَيْنَ يَدَهِيْ مِنَ الْقَوْرَةِ**
 (آل عمران) "میں قرارات کو تسلیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکے ہے" **وَمَبِشِّدٌ أَبَدِ شَوْلٍ يَتَاقِيْ مِنْ بَعْدِيْ** (یسوع احمد) (الصف)
 "اور میں اپنے بعد آئے ولے ایک رسول کو خوش خبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہے" **أَوْصَنِيْ بِالصَّلُوْةِ وَالنِّكُوْةِ مَادَمْتُ حَيَاً دَيْرِمِ** (مریم)
 "اور مجھے اللہ نے زندگی چھرنا ز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے" **وَخَدَا وَنَدَأَنْدَأَنْ**
خَدَا خَدَا اکِیْ بھی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری
**جان عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ (وقتا) اور بھیش کی زندگی یہ ہے کہ اس ان جنم
 خدا سے واحد اور برقی کر جانے اور مسیح کریمؐ رحیماً سہرا نعمین کرے (یوحننا) انگلیں یوحننا کی اس**
 آیت میں تو حیمهہ اہل کے سامنے عیسیٰ کی رسالت کا بھی اظہار ہے۔ یوہ خدا میں اپنیت اور
 کفاروں دیگر کی طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح اسی انگلیں کے دوسرے
 مقام پر ہے: میں نے کہا تاکہ وہ ایمان لاں کر تو ہم نے مجھے بھیجا ہے (یوحننا بابل) جو

جس پر ایمان لاتا ہے وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے صحیحے والے پر ایمان لاتا ہے (ایضاً باب ۳)

جب تم میرے کچھ پر عمل نہیں کرتے تو کبون مجھے خداوند رکھتے ہو؟ (لوقا)

بنیادی عقاید اور بعض اخلاقی احکام کے سوا عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ نہیں فرمایا۔ بقول

ایک عیسائی عالم جو قرکے ہے سیاسی اور راقصادی محاذات کے مختلف حضرت عیسیٰ کی تعلیم

افسرنگ مذکور ہے جس کا تقدیر یہ ہے کہ میسیٰ علامہ سراجیہ داری استخارت، غلامی،

جنگ، قید و بند، دشمنوں کو زندہ جلانا اور تکالیف دینا، غرض جو چاہیں بلاد قوت میسیٰ کی

تعلیم ثابت کر سکتے ہیں (عیسائی عبادت کے اصول) ۱

مرٹر جوڑنے کو کچھ کہا ہے وہ ایک حقیقت ہے۔ عیسائی رنیا شروع سے اپنے حضرت

صلیٰ کی تعلیم کر زندگی کے اخلاقی شعبے کے سوا ہر چیز سے خاموش تسلیم کرتی آئی ہے۔ بلکہ عیسائی علماء

کو اس بات پر فخر و نیاز بھی ہے کہ ایسی "بے ضرر" تعلیم کی تسلیم کر لیتے ہیں کسی شخص یا قوم کو کیا اور ان

ہو سکتا ہے۔ جو اس کی سیاسی، معاشرتی، زندگی میں اسے بالکل آزاد چھوڑ دے مگر جو

عیسائی نہ بہب بڑا بچکار ہے۔ پھر یاں وغیرہ لوگوں نے اسے یعنی در وی مشرکوں کی خاطر قابل

قبوں بنانے کے لئے اور بھی بہت سی بندیاں کر دی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

اخلاقیات میں عیسیٰ کی تعلیم کچھ اس طرح کی ہے: شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو شر سے داہنے

کاں پر طلبانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی بچہ پاہش کر کے تیز کروڑ لینا

چاہے تو تُر پچھ بھی اس سے لیتے دے۔ اور جو کوئی بچہ کر ایک کوں بیکار میں لے جائے اس

کے ساتھ دو کو من چلا جاد متنی ۱۵)

اپنے واسطے زمین پر مالِ جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور

نقب لگاتے اور چڑستے ہیں، بلکہ اپنے لئے آسمان پر مالِ جمع کرو متنی ۱۶)

کوئی آدمی دو ماکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ تم خدا اور دولت دو لوگوں کی خدمت نہیں

کر سکتے۔ اپنی جان کی فکر نہ کرو کہ کیا کھائیں گے اور کیا پیشیں گے، اور زندن کی کیا پہنیں گے۔

ہمارا کسے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کہ نہیں ہیں نہ کوئی میتوں میں جمع کرتے ہیں، پھر بھی تھہرا

آسمانی باپ ان کو کھلانا ہے۔ کیا تم اُن سے زیادہ قادر نہیں رکھتے؟ تم میں ایسا کوں ہے جو نکر

کر کے اپنی عکروں ایک گھوڑا یعنی بھی جڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لئے کیوں نکر کرتے ہو؟ جنگل سوس کے

درختوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ مختت کرتے ہیں نہ کاستتے ہیں۔ پھر بھی میں تم

سے کہتا ہوں کہ سیماں میں بھی باوجود اپنی شان و شوکت کے ان میں سے کسی کی مانند پوشاک پہنے

ہر سے نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی لگاس کو جو آج ہے اور کل تو قریب میں بھونکی جائے گی اپنی پوشش کی پہنچتا ہے تو اسے کہا عشق ادا! تم کو کبھی نہ پہنچائے گا؟ (متى ۱۰) میخ علیہ السلام کی یہ تعلیم بالکل بحق ہے۔ انہوں نے مادہ پرستی اور شکم پر دری کا رت کر کے خدا پرستی کا تصور لوگوں کے ذہن و دماغ میں راسخ کرنے کی کوشش کی۔ اس مضمون کو نیشنل اور معاشرات کی زبان میں پیش کیا تاکہ دنیا پرستا نہ ذہن کا رُخ موڑ جاسکے۔ لیکن عجائب پسند اور غلطی سے محبت کرنے والی ذہنیت نے اس کا اور ہمی مطلب لیا اور دہنیت کو ہمی دین بنا ڈالا۔ ترک دنیا اور زہد و قناعت میں مہاذ کرنے کو رضائے خدا نہی سمجھا گیا اور سادھوں پر عربیانی، اپنے آپ کو اذیت دینا، شادی نہ کرنا اور نفس کشی کے عجیب و غریب طریقے باقاعدہ قواعد و ضوابط کے ساتھ اختیار کے جانے لگے۔ یہ غیر فطری عمل حقاً ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے پیغمبر دل کی تعلیم غیر فطری نہیں ہے سکتی۔

اُس دور کے مقدمے لوگوں، مدھی اجراء داروں، علماء اور مشائخ نے ریا کاری اور منافقت کا جو مخصوص نگ رچا رکھا تھا اس پر علیہ علیہ السلام نے یوں چوتھا لگائی: "فیقید اور قومی موسیٰ کی لگی پر بیٹھے ہیں، پس وہ جو کچھ تھیں بتائیں وہ سب کرو اور ما فو لیکن ان کے سے کام نہ کرو"۔ زکیونکو نہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔ وہ اپنے محاری بوجھ جن کا امہانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں۔ مگر اپنے اپنی انگلی سے ہلانا بھی نہیں جاہست۔ وہ اپنے سب کام لوگوں کو دھانے کے لئے نکلتے ہیں اپنے توانی بڑے بناتے اور اپنی پوشش کے کنارے پوڑتے رکھتے اور ضیافت کیں صد لفظی اور عبادت خالوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے زبی کہلانا پسند کرتے ہیں!

"وَسے ریا کار فیقہو اور قریبیتو اتم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہیت لوگوں پر بند کرتے ہو۔ نآپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔ اے ریا کار فیقہو اور قریبیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لئے تری او خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چلتا ہے تو اسے اپنے سے دگن جہنم کا فزند بنا دیتے ہو۔ اے اندھے راہ تباہی والو! تم پیغمبر کو تو چانتے ہو اور اونٹ بکونگل جاتے ہو۔ اے ریا کار فیقہو اور قریبیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قروں کی ماں نہ ہو جو اپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مہدوں کی ٹہیوں اور ہر طرح کی بجاست سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی خلا ہر بیان تو لوگوں کو راستہ بناز و دکھائی دیتے ہو مگر بالمن میں ریا کاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے

ہو، رسمی ۱۶۴
 سیئے قیح کے اس وعاظ سے یہودیوں کے رینی پیشواؤں کے اخلاقی و عادات اور اعمال
 جو کو دار پر روشنی پڑتی ہے۔ اس دعاظ میں صافی کا سند پہنچا ہے۔ اس سے جمیں پتہ چل جاتا
 ہے کہ قرآن مجید نے بلطفی ہوتی قوم یہود و نصاریٰ کے احتجاد و رُصباں کی و خداوندی، اور دینی
 مناسب کی کوئی نشانی کے جو پوست کئے احوال مدنی سہ توں میں۔ باخصوص البقیر، آل عران
 الشمار، التوبہ میں۔ بیان فرمائے ہیں ان کی ضرورت کیوں پیش کرنے، پڑھانے کے خود عرض
 شکم پرست دینی پیشواؤں کا یہی کو دار ہے کہ وہ دین حق کی راہ میں پھر بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔
 شحدود و راست اختیار کرتے ہیں لیکن اور کو کرنے دیتے ہیں، **كُنْ كَشِيرَ أَقْنَ الْأَحْمَادَ**
وَالرَّهِبَاءِ يَنْبَأُكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصْدِدُونَ حَنْ سَبِيلَ اللَّهِ
 بلاشبہ مت سے عالم اور دن و بیج کوں کے ماں کو ناجائز طور پر ہر پ کرتے ہیں اور اللہ کی
 راہ سے روکتے ہیں۔ آیت کے اگلے حصے میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ سونے چاندی کے خزانے
 جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو در دن اک سزا کی خوش
 خبری، دے دو۔ (التوبہ)

صرف قرآن و حدیث کے محفوظ دینی ذخائر کی روشنی میں بلکہ انجیل کے ذریعے سے
 جیسی عیسیٰ علیہ السلام کی جو تعلیم ہم تک پہنچی ہے اُس کی روشنی سے ہم یعنی طور پر یہ پتہ چکر
 سکتے ہیں کہ وہ مسیح علیہ السلام نے یہود کی ظاہر پرستی کا رد کیا اور دین کا اصل مخواہ اور جو ہر
 پیغمبر کی مگر بعد میں مسیحیت خرچ و قالوں سے گھوٹلامی کا ملٹھی اور قورات کی شریعت جس
 پر عمل کرنے کی جذاب میسح مسٹے تاکید کی گئی۔ و متنی ۵۔ لوقا ۷۔ پیغمبر نے اُسے الحنت محہرا
 کرایا جیت اور نفس پرست کے دروازے کھول دیے۔ اس نے عہد جدید کی کتاب نامہ لکھی توں
 کے مطابق شریعت کو الحنت سہرا یا اور سمات کا اسخسار صرف مسیح اپرایا جان قرار دیا
 ہے۔ جیسی مسئلہ کوئی نیادین پانچ شریعت پیش نہیں کی گئی۔ ان کا پہنچا مام مومنی کے دین کا مکمل
 فرشتہ تھا و متنی ۵۔ لوقا ۷۔ یوحننا ۱۰۔ مگر ان کے بعد اسے ایک مستحق دین و مذہب بنادیا گیا
 جس کی تعلیمات پوری زندگی پر حاوی نہیں، عجز چند عقائد اور کچھ اخلاقیات کا نام، "مسیحیت"
 لکھ دیا گیا۔

چ۔ مسیح کی تعلیم میں رصبا نیت نہ ہتھی بلکہ دنیا پرستی سے نفرت کا سبق تھا۔ ان کے بعد ایک
 غیر فطری رصبا نیت کو مسیحیت کا طریقہ امتیاز قرار دے دیا گیا اور اس کے سلسلے باقاعدہ ادارے

حکوم دیستے گئے۔

(۱۵) موجودہ سیاست نے دین و دنیا کی قبولی کا نظریہ خدو مدار سے پیش کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں اسلام پر نکالی جبی اپنالی ہے۔ میسح کی تعلیم سے یہ عرض ہرگز صحت کر دین کو عبارت کا ہوں میں بند کرو اور زندگی کے سیاسی اور معاشری میداںوں میں خوب ادھم چاڑ۔ مگر یعنی علماء کو اس پر اصرار ہے کہ خالص ذیروی مخالفات میں دین کی بہایات کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں شخص مقدمہ کے نئے میں کی تعلیمات کو توڑ مرد مرد کرو اور اس کا عمل مطلب بیان کر کے پیش کیا ہے۔

ص - عیسیٰ صرف ہبی اسرائیل کی اصلاح کے لئے معمور ہونے سے تھے۔ قرآن نے کہا ہے کہ میسح نے فرمایا اے ہبی اسرائیل را قبیل رسول اللہ ﷺ (الصف)، "ہبی صرف تمہاری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں" اُنہیں کہتے ہے کہ میسح نے اپنے مبلغوں کو حکم دیا: ہبی تو ہوں کی طرف رجانا اور ساموؤں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کی بھٹکی ہبی بھڑکوں ہبی کے باس جانا (متی۔ ۱۰) عیسیٰ نے کبھی ہبودیلوں کے سوا کسی قوم کو خطاب نہیں کیا۔ ایک دست نہک اقلیں عیسایوں کا یہی عقیدہ رہا۔ پوتوں سے پہلی بار عیسائیت کرایں عالمگیر درعترت کے طور پر پیش کیا۔ پھر ہونا اور رومی مشرکوں کے عقاوہ و اعمال اور رسم و عبادات کو اس میں داخل کر کے اصل میسحی پیشام کا حلیم بنا گزدیا گیا۔ اپنے گھر کی اس چوری کو چھپانے کے لئے اسلام بھی عالمگیر دین پر ہبود ہونے اور صرف عربوں کی خاطر ہونے کا شدید پوچیکدا کیا گیا جواب نہک جاری ہے۔

(۱۶) عیسائیت کی پر شکوہ عمارت کی بنیاد تسلیم، میسح کی مدد بیت اور کفار سے جیسے خلاف فطرت و عقل جعلی مسائل پر استوار ہوئی ہے۔ میسح کی تعلیم میں ان نام ہباد بُنیادِ عقاید کا پکھ پڑھنیں چلتا۔ نہ اس میں انہیتہ میسح جیسے ناقابل فہم مسئلے کا کوئی ذکر ہے۔ جن الفاظ کی رو سے میسح ہبکو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اسی قسم کے الفاظ دوسرے نہیں، حواریوں ملکہ تمام انسانوں کے لئے باشکن کے قدم و جدید عہد نامے میں موجود ہیں۔

(۱۷) ایک طرف انہیتہ میسح کا چکر چلا یا گیا تو دوسری طرف الوصیت، میسح کا دھوکا یہی رچایا گی۔ اب ایک ہی شخص بیک وقت انسان بھی خطا، خدا بھی خطا، خدا کا بیٹا بھی خطا اور کان واشنماں اللہ میں سے تبرکات کی بھی ختا۔ یعنی اور گورکھ دھندا کسی اور کسی کوہ میں کیا آتا، خود یعنی علماء و فضلار کی عقول و فہم سے بھی بالآخر ہے اور اس کا اُنہیں حکمل اعتراف بھی ہے۔

مفصل بحث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

عیسائیت کی تعلیمات جس کا کچھ بتایا جا چکا ہے، مسیح کی تعلیمات اور عیسائیت کی تعلیمات و بالکل جدا گانہ چیزوں ہیں۔ اور پر کے عنوان کے مباحثت ہم نے مسیح کی تعلیمات پر خصوص کلام کیا ہے۔ اس عنوان کے ضمن میں ہمیں موجودہ عیسائیت کی تعلیمات پر کچھ لفظوں کرنا مدنظر ہے۔

موجودہ عیسائیت کا باقی پوکوس (سینٹ پال) متعارج مسیح کا حواری نہیں بلکہ شدید دشمن یہودی مختار۔ اس کے ایک ذہین اور "قداً" اور، خصوصیت ہونے میں شبہ نہیں۔ طولی سوچ بچار کے بعد وہ یک نمودار ہو کر کشف والہام اور مسیحؐ کی ملاقات کا مدعی بن بیٹھا اور عیسیٰ کے پیغام کر لیتا ہوں، رو میوں اور غیر اسرائیلی عوام میں مقبول بنانے کی خاطر اس کا ملید بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس نئے شریعت کو بحث کر عیسائیوں کے لئے موسوی قانون کی تام پابندیاں اُنمادیں۔ کھنپے پڑتے اور رذیع میں حلال و حرام کا فرق مٹادیا، خنکے حکم کو منسوخ کر دیا ہوئے یہ حکم غیر یہودی عوام کو بحث ناپسند مختار۔ مسیحؐ کی اوصیت، ان کا خدا کا بیٹھا ہوتا، مصلوٰ ہوئے کہ مردم کے یہودی لگانہ کا فخارہ بننے کا عتیقه، یہ سب چیزوں پوکوس کی اختراط حیثیں۔ مسیحؐ حواریوں کی ناپسندیدگی بلکہ مذاہت کے باوجود یہ عقايد پھیلتے گئے اور مسیحیت یوتائی ہدو روئی مشرکوں کا مذہب بننی جل کی کہونگری خیالات ان کے شرکی عطا یہ سے بہت حد تک مناسبت رکھتے تھے۔ پھر وحی اور لیٹانی ہواں اور مشرکانہ زرسوم عبادت کر میں اپنایا گیا۔ چالاکی یہ کی گئی کہ اب ان کے نام بدلت کر مسیحؐ کو دیتے گئے۔ اس ساری جدوجہد کا تیجوہ یہ ہوا کہ اصل مسیحی تعلیم بالکل پس پر وہ پہلی گئی۔ اور ان کے نام پر ایک مشرکانہ مذہب بن کر بنیاد ہو گیا۔ اس نئے مذہب کی بنیاد جن عقاید پر رکھی گئی ہے، ان پر خصوص لفظوں میں کی جاتی ہے:

اعقیدہ مشیث انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے الفاظ میں: "مشیث کے عیسائی نظریہ کو ان الفاظ میں اپنی طرح تجیر کیا جاسکتا ہے کہ بات خدا ہے بیٹھا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے۔ لیکن یہ مل کر تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک اتفاق (union) یا person کو خدا اور آخا سمجھنے پر مجبور ہیں، اسی طرح ہمیں کیتوںکا مذہب لے اس بات کی بھی ممانعت کر دی ہے کہ ہم ان کو تین خدا یا تین آقا سمجھنے لگیں" ۱۷

مطلوب یہ ہوا کہ اس عقیدے سے کی رو سے بنتے تو میں خدا ہی ہیں مگر عیسائی لوگ مذہبی مانعخت کے باعث انہیں ایک بھائی مانع پر مجبوہ ہیں۔ مشہور عیسائی عالم اور فلسفی بینٹ آگٹا تھے اس عقیدے کی وضاحت میں اپنی کتاب غلبت میں لکھتا ہے کہ وہ باب پ بیٹا اور روح القدس مل کر ایک خدائی وحدت نیار کرتے ہیں جو اپنی ماہیت اور حقیقت کے اعتبار سے ایک امر ناقابل تقیم ہے، اسی وجہ سے وہ تین خدا ہیں ہیں۔ بلکہ ایک خدا ہے۔ الگرچہ باب پ بیٹے بیٹے کو پیدا کیا لہذا اجر باب پ ہے وہ بیٹا نہیں ہے۔ اسی طرح بیٹا باب پ سے پیدا ہوا ہے، اس سے جو بیٹا ہے وہ باب نہیں ہے اور روح القدس بھی نہ باب ہے بلکہ باب اور بیٹے کی روں ہے جو دو لوگوں کے ساتھ مساوی اور تخلیقی وحدت میں ان کی حضوری در ہے تا اس وضاحت کی رو سے بھی غلبت کے تینوں انہم تین ہیں، الگ ایک ہیں۔ باب خالق ہے بیٹا خلوق ہے اور روح ان دو لوگوں کے علاوہ تیسرا چیز ہے، لیکن وحاذلی یہ ہے کہ اس کے باوجود یہ زوری کے ساتھ ان تین کو ایک کہا جا رہا ہے، اس کے بعد آگٹا نے لکھا ہے کہ مریم نے پیری سے پیدا ہونے والا اور پھانسی پا کر وہی ہونے والا صرف بیٹا محسوس کر کے تخلیقی وحدت جزو اپر بیان ہوئی۔ پھر پسروغ پر جب پیغام سے بپتھر یعنی کے بعد کبودر کی شکل میں روح اُتری تروہ تخلیقی وحدت نہیں بلکہ صرف روح ہتھی، اور جب وہ پہاڑ پر بھڑاٹھا اور اسے آواز آئی ہتھی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے، تو یہ آواز صرف باب کی ہتھی نہ کہ تخلیقی وحدت کی۔ آگٹا نے قول کے مطابق باب اپنا کام ایک کرتا ہے بیٹا ایک اور روح ایک، ملکہ وہ پھر بھی ایک ہیں۔ اس کی وجہ آگٹا نے خدا ہیں بھی کہی ہے کہ، ”بھی میرا عقیدہ ہے۔ کیونکہ یہ کیتوں کا عقیدہ ہے؟“ اس کا مطلب یہ ہے کہ تین کا میں ہونا اس کے دل میں بھی رہ رہ کر کھلتا ہے مگر وہ کیا کرے کہ وہ کیتوں کا مذہب کا پیرو ہے اور انہوں نے اس کے سلسلے میں کیفیت ایک مذہب کا حوالہ دیتا ہے۔ پھر یہ بھی طنز نظر اڑ رہے کہ آگٹا نے اس عقیدے کے سلسلے میں کیفیت ایک مذہب کا حوالہ دیتا ہے، مجناب۔ میخ کایا ان کے حواریوں میں سے کسی کا یا کسی مقدمہ کتاب اور صحیفہ کا حوالہ نہیں دیتا، اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ من گھرست اور بعد کی اپنادی ہے، میخ اکا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

اس عقیدے میں جو باب پ بیٹا اور روح القدس کے الفاظ بولے جاتے ہیں، ان میں سے باب سے مراد خدا کی ذات ہے۔ بیٹے سے مراد خدا کی صفت کلام ہے جو پسروغ میخ کے انسانی جسم میں حلول کر گئی ہتھی۔ اور وہ خدا کا بیٹا کہلاتا ہے۔ روح القدس سے مراد باب اور بیٹے

کی صفتِ حیات اور صفتِ محبت ہے۔ یعنی اس صفت کے ذریعے سے خدا کی ذات (اپ) اپنی صفتِ کلام رہیٹا ہے صحت کرتی ہے۔ صفتِ کلام کا ایک الگ جو ہر ہی وجد ہے اور صفتِ محبت کا بھی ایک مستقل جو ہر ہی وجد ہے۔ یہ تینوں میں کر خدا بنتا ہے۔ باپ بھی اذلی وابدی، بیٹا بھی اذلی وابدی اور روح القدس بھی اذلی وابدی ہے مگر یہ تین ہوتے ہوئے بھتی میں نہیں بلکہ ایک ہیں۔ مگر ایک ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ تین نہیں، بلکہ یہ تین بھی ہیں۔

اس ناقابل فہم گورکھو صندسے نے کئی منطقی و فلسفی سوال پیدا کئے جن کے جواب کے لئے عیسایوں میں شدید فرقہ بازی ہوئی اور ان کے قصینے کے لئے کوئی تسلیم منعقد ہوئی رہیں جن کا ذکر انشاء اللہ فرقوں کے بیان میں آئے گا۔

انسانیکلر پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ "یسرع میسح" میں چارس انڈر سن سکائٹ نے لکھا ہے کہ، "پہلی تینوں انجیلوں — متی، مرقس، لوقا — میں کوئی چیز لا بھی نہیں ہے جس سے یہ گمان کیا جاسکتا ہو کہ ان انجیلوں کے لکھنے والے یسوع کو انسان کے سواب پکھ اور سمجھتے ہیں" یہ بات کہ یسوع خود اپنے آپ کو ایک بھی کم جیشیت سے پیش کرتا تھا، انہیں کی متعدد عبارتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ "جسے آج اور مکن اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ مکن نہیں کرنی یہ وشیم سے باہر ملاک ہو" (لوقا)، اور اکثر اپنا شکار کرائیں (اپنے آدم کے نام سے کرتا ہے۔ یسوع کہیں اپنے آپ کو "ابن اللہ"، نہیں کہتا"۔

انسانیکلر پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ مسیحیت میں جاری و تیرنے کاں عقیدہ تبلیغ کے متعلق لکھتا ہے کہ، "عقیدہ تبلیغ کا اندری سانچہ یعنی اسے اور یہودی تبلیغات اس میں مطابی کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ہمارے لئے ایک عجیب قسم کا مرکب ہے جس میں مذہبی خیالات تو بآبل کے ہیں۔ اور وہ دھلے ہوئے ہیں ایک اجنبی فلسفے کی صورت میں۔ باپ بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحیں یہودی فرائی کے بہم پہنچائی ہوئی ہیں..... پس اس عقیدے کا مودودی یہودی ہے اور مسئلہ خالص یعنی اصل سوال جس پر یہ عقیدہ بناؤہ نہ کوئی اخلاقی سوال مختہا نہ ہے، بلکہ وہ سراسرا ایک فلسفی یا نسوان مختہ"۔

اوپر کے اقتباس میں عقیدہ تبلیغ کی بنیاد پہنچانی نکل کر قرار دیا گیا ہے۔ تاریخِ مذاہب پر گھری نظر دالتے والے جانتے ہیں کہ دنیا کی اکثر مشرک قوموں میں تبلیغ کا عقیدہ کسی نہ کسی زبانگ میں غرور کار فرماتا ہے۔ قدیمے مصروفوں میں اس کے ارکان یہ ہوتے تھے۔

سینتھٹ ہر سس اور شعور۔ پہلا خشک سالی کا دلیرتا اور سر بر سات کا اور تیسرا چواؤں کا۔
اہل بابل کے ہاں آسمان کا دلیرتا اتو، پہلو سان میں بہبی، یوتان میں زیوس اور رومیوں میں جوہ بیڑھتا
” ” ” ” ” پانی کا دلیرتا آیا ” ” و شعور ” ” پر زیمان ” ” نیچوں ” ” پلٹو
” ” ” زمین کا دلیرتا بیک ” ” مہیش اشوم ” ” بیسہ س ” ” پلٹو

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی عقیدہ

تخلیق میں تضاد اور الجھاد ہے۔
اسی طرح جناب مجھ کے متعلق عقیدہ ابہیت والوحتیت میں بھی صلح تناقض اور شدید
الجھاو پایا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ چار اجزاء کا بھروسہ ہے: ۱۔ حلول و جسم
ب۔ منع کی صورتیت
ج۔ مسح کی حیاتِ ثانیہ
د۔ کفارے کا عقیدہ

بات اس وقت تک سمجھ دیں نہیں آسکتی جب تک ان چاروں اجزاء پر گفتگو نہ
کی جائے۔ ہم ترتیب واران پر اخذ کے ساتھ کلام کرتے ہیں،
حلول کا فعلی معنی لکھس جاتا ہے۔ یہاں اس سے
۱۔ حلول اور جسم کا عقیدہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خدائی صفات کو ترک
کئے بغیر انسان کے وجود میں ظاہر سوگی۔ اور جسم کا لفظی معنی ہے جسم اختیار کرنا۔ یعنی
خدا کی صفات کوام (بالغاظ و بیگڑ بیٹا) جسم میں عقیدتی کے روپ میں آگی۔ بالکل اسی قسم کا
تمیل سہندوں میں بھی ہے کروہ رام چند رکرشن جی اور پھر بعد میں مہماں ابده کو بھی
خدا کا اوتار مانتے ہیں۔ ان کے خیال میں وشنو و یوتا ان نینوں کی صورت میں مختلف اوقات
میں ظاہر ہوتا رہا۔ روپ قو رام، کرشن اور بده کا مقابہ مگر دراصل ان کے اندر و شفیا
بھگوان مختار جوان کے روپ پے میں جاری و ساری تھا۔

یوختا کی انجیل کی ابتدائی آیات میں کلام کا ازالی وابدی ہونا، خدا کے ساتھ ہونا،
خود خدا ہونا، پھر کلام کا جسم ہونا اور خدا کے اکثرتے بیٹے کا جلال بن کرانا لوں میں رہنا
مذکور ہے۔ مارس ایٹھن نے اس عقیدے کی شرح میں لکھا ہے کہ: ”کیمپولک عقیدے
کا کہنا یہ ہے کروہ ذات جو خدا صحتی، خدائی کی صفات کو چھوٹے بغیر انسان بن گئی۔

یعنی اس نے ہمارے جلیسے وجود کی کیفیات اختیار کر لیں جو زمان و مکان کی قیود میں محدود ہے اور ایک عرصہ تک ہمارے درمیان مقید رہی، (مطابق عقائد عیسائیت)

اسنے یہ کلوپیدیا آف ریلمین اینڈ آئچس کے مقابلہ عیسائیت میں مذکور فرمایا گا وہ اس عقیدے کی مزید شرح یوں کرتے ہیں کہ: "حضرت مسیح حقیقت" خدا ہمیں سنتے اور انسان بھی، ان کی ان دونوں حیثیتوں میں سے کسی ایک کے انکار پایا ان کے وجود میں دونوں کے مخدود ہونے کے انکار سے ہم مختلف بدعتی نظریات پیدا ہوئے..... لہذا پہلی مسیحی کو فصل کے منظور شدہ فارمولے کی رو دستے مسیح علی کی ایک شخصیت میں دو ماہیتیں (نحمدہ کی اولاد انسانیت) جمع ہو گئی تھیں؟"

اسنے یہ کلوپیدیا برٹائی کہ مقابلہ ناریخ کیسا، میں ہے کہ: "نیسری صدی علیسوی کے خاتمہ سے پہلے مسیح ہو کو عام طور پر کلام کا جسمی ظہور تو مان لیا گیا تھا مگر بکثرت عیسائیتیں تھے جو مسیح کی اوصیت کے مقابلہ نہ تھے۔ ۲۷ء میں اس مسئلہ پر شدید جدیت دعا نظر ہ بہ پا تھا جس سے کامیابی بنیاد پہل گئی۔ آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۴۵ء میں نیقید کی کوشش نے اوصیت مسیح کو کا باضابطہ سرکاری طور پر اصل مسیحی عقیدہ و فرار دیا اور مخصوص الفاظ میں اسے مرتب کر دیا۔ اگر اس کے بعد بھی کچھ مدت تک جگہڑا چلتا رہا مگر آخری فتح نیقیا کے فضیلے کو ہرگز جسے مشرق و مغرب میں اس حیثیت سے مان لیا گیا کہ صحیح الحقدید عیسائیوں کا ایمان اسی پر ہونا چاہیے۔ بیٹھ کی اوصیت کے ساتھ روح کی اوصیت بھی تسلیم کی گئی اور اس سے بقیرہ کے الفاظ میں اور دوسرے رائج اوقت رسوم میں باپ اور بیٹھ کے ساتھ جگہ دی گئی۔ اس طرح نیقیا میں مسیح کا جو تصور قائم کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقیدہ تبلیغ اصل مدہب مسیحی کا ایک لازمی اور ضروری حصہ قرار پا گیا۔"

اس اتفاق سے واضح ہے کہ تبلیغ و تجسس اور اوصیت مسیح کا عقیدہ جناب مسیح یا ان کے حواریوں کا نہیں تھا بلکہ ان کے سینکڑوں برس بعد ایجاد ہوا تھا۔ عیسائیوں میں پھر بھی اختلاف باقی رہا اور کئی نئے نئے مسائل اس جدید اختراع سے اٹھ کر ٹھہرے ہوتے۔ اب پڑا سوال یہ سامنے آیا کہ مسیح کی شخصیت میں اوصیت اور انسانیت کے درمیان کیا تعلق ہے؟ آخر رائج ہام میں کالمین کو اس کا فیصلہ یہ کیا کہ مسیح کی ذات میں دو مکمل طبعیتیں جمع تھیں، ایک الہی طبیعت اور دوسرا انسانی طبیعت، اور یہ دونوں مخدود ہو جانے کے بعد بھی اپنی جدا گانہ خصوصیتیں قائم رکھتی تھیں ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا تھا، پھر

ایک اور الجھن آپری کریدوں طبیعتیں جو میخ کی ذات میں جمع ہیں آیا ان کی مشیت والادہ ایک تھا یا الگ الگ ہے وہ کہ عین قسطنطینیہ کے مقام پر تیسری کوشش قائم ہوئی جس نے پہلے شدہ میٹھے پر اتنا اضافہ کر دیا کہ ایک یہ دلوں طبیعتیں اپنی الگ مشیت کھلتی ہیں، یعنی میخ پہلی وقت دو مختلف مشیتوں کا مجموع ہے۔

حلول و تختہم، الہیت میخ اور میخ کی شخصیت میں بیک وقت دو جداگانہ مشیتوں کا پایا جانا، یہ سب فلسفیاً خیالات میخ جو بناں فلسفہ سے لئے گئے ہیں۔ ان مسائل کی تفصیلات بڑی دلچسپ اور مفکر کو خیز ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ میخ اُخدا کے کم راجح ہے اسی لئے انہوں نے کہا تھا کہ، ”بَأَنْجِيلَ يُوحَنَّا (۱۴) أَوْ رَسِيْلَتِهِ“ (۱۵) کہ میخ اُخدا کے کم راجح ہے۔ اُن جیلیں یوحنّا (۱۶) اور راسی تیشیت سے ان میں تمام انسانی عوارض و کیفیات پائی جاتی تھیں، لیکن خدائی حیثیت سے وہ بَأَنْجِيلَ يُوحَنَّا (۱۷) کے ہم زیرست میسا کہ انجیل یوحنّا میں یہ بھی لکھا ہے کہ، ”میں اور بَأَنْجِيلَ يُوحَنَّا (۱۸)“ اُنگاشتی کے حسبِ عادت اس کی فلسفیاً و تشریع یوں کہ کہ، ”خدائی حیثیت سے میخ نے انسان کو پیدا کیا اور انسانی حیثیت سے وہ خود پیدا کیا گی“ و ۲۳ گاشتی را حصہ ہے۔ یہ میخ اپنے کم تر بھی، (۲۴) اگٹاں حوالہ رسالہؐ

یہ مسئلہ بڑا نہ کہ اور لا یہل قسم کا تھا کہ میخ خدا بھی ہے اور انسان بھی، خالق بھی ہے اور مخلوق بھی، اپنی ایک حیثیت میں اپنے آپ سے بڑھیا ہے اور دوسری حیثیت میں گھٹیا، عیسیٰ یوں میں صدر یوں اختلاف و شفاہی اور فرقہ بازی کا باعث بنا رہا اس اُبھی کو سمجھانے کے لئے کئی کو نسلیں براپا ہوئیں مگر ہر کوشش کا نتیجہ مزید اختلاف کی شکل میں نکلا۔ حافظہ اس تیریجے نے اپنی کتاب لاجواب، ”ابو اب ایمیخ لمن یہل دین ایمیخ میں اس مسئلے پر شاہی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ”میخ کی طبیعت کے باب میں عیسیٰ یوں کا کلام پر اگذا“ مختلف اور متناقض ہے۔ اس بارے میں ان کا کوئی متفق علیہ قول نہیں، مگر کوئی مستحق قول تو ہے اور شایا قول جس پر کوئی کتاب دلالت کرنی میسے اس باب میں ان کے کئی فرستے اور اگزو ہیں جو دلسب ایک دوسرے کو کافر کتے ہیں جیسے یعقوبیہ، ملکانیہ اور نسطوریہ۔ ان لوگوں کے اقول اس مسئلے میں پر اگذا ہیں اور ان میں شدید اختلاف ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ، دس عیسائی کسی مسئلے کے تقسیم کے لئے جمع سوں تو ان میں گیارہ فرقے بن جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میثیت و انتہاد کا عقیدہ جوان کی امامت — یعقوبیک، عیسیٰ یوں کا

مشیث پر متفقہ فارمولہ — میں پایا جاتا ہے وہ نبیوں کی طرف منور کتابوں میں یا مسیح اور ان کے حواریوں کے کلام میں یاد و سرے انبیاء کے کلام میں بالکل موجود نہیں۔ ان کی تابلوں میں کچھ متشا بہ الفاظ میں اور کچھ مکمل میں ان کے معانی کو سمجھنے میں ان کا اختلاف ہے۔ پھر ہونگ اس طبقہ عقیدے کے قائل ہوتے ہیں — جیسا کہ جہور عیسیٰ یوں کا دعویٰ ہے — وہ بھی اس کی تفسیر میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے اس عقیدے میں بھی تناقض پایا جاتا ہے جس کا تصور کسی صحیح طریقہ پر ممکن ہی نہیں ہے (ابو جوب الصحیح ص ۳۷)

ب۔ مسیح کے رسولی پر منزہ کا عقیدہ [کا انہصار ضروری ہے کہ قرآن مجید کی نامند بنسپاس حواری کی انہیل میں بھی مسیح کی مصلوبیت کا واضح روشن جو دعویٰ ہے۔ قرآن نے یہ کہہ کر کہ معاقتلوُه و مَاصْلَنُوُه قُلْكُنْ شَيْئَةً لَمَّا دُوُّ اصل صورت حال کا بیان کر دیا ہے، کہ یہود نے نکل عیسیٰ کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ایک قشیدہ بنادی گئی۔ یہ قشیدہ کا صدقہ ہے اس راستے پر دو برپا اس حواری نے اعتماد یا کر گر خار کرنے کی خاطر جاسوسی کرنے والا حواری یہود اسکریپٹ مسیح کی شکل و صورت میں تبدیل ہو گیا۔ عیسیٰ تو اعتماد کئے مگر یہود یوں نے اس قشیدہ کو عیسیٰ سمجھ کر رسولی پر لٹکا دیا اور بزرگ عویش خوش ہو گئے کہ ہم نے ایک کذابت کو رحماد اللہ مرت ہ لعنت مرد مار کر اس کی اصل حقیقت ناہر کر دی ہے۔ حیسیوں نے عیسیٰ کی مصلوبیت کو تسلیم کر دیا مگر اسے آدم کے موروثی گناہ کا لفڑاہ طھہ کر ابن اللہ کی خلیفہ قربانی قرار دیا اور اسی پر اپنے جدید مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ عیسائی عقیدے کے مطابق یہ رسولی اُس اقوامِ ابن کو نہیں دی گئی جوان کے نزدیک خدا ہے بلکہ اس اقوامِ ابن کے انسانی مظہر عیسیٰ کو دی گئی جوان انسانی حیثیت میں خدا نہیں مٹا بلکہ مخلوق محتا۔ اس عقیدے میں وہی لفظیات تناقض و لفظاً دو موجود ہے جو عقیدہ مشیث کی جان سے پوچھی صدی میں سوی اس اقوامِ ابن کو نہیں دی گئی جوان کے کسی دہم یا خراب کی بناء پر اور اس کی والدہ، سینیٹ سیلینیا کے کہیں سے ایک صلیب دستیاب ہو جانے کی بناء پر آئندہ کے لئے صلیب کر ہیسا بیت کا شعار قرار دے دیا گیا اور صلیب کو اس بناء پر مقدس صہرا لیا گی کہ اس پر محرکر ابن اللہ نے ہمیں اولاد آدم کے موروثی گناہ کی سزا سے بچا لیا ہے اور ابن اللہ کی موت ہمارا لفڑاہ ہو گئی ہے۔]

رج - مجسح کی دوسری زندگی کا عقیدہ عیسائیوں کے عقیدے میں مجسح کو صلیب پر مار کر رفن کر دیا گیا تھا مگر نیز سے دن وہ دوبارہ جی اٹھے اور حواریوں سے کچھ باتیں کر کے آسمان پر پڑے گئے تھے۔ اس سلسلے میں ہماری گوارا شیخ مفتولہ ہے کہ جب عیسیٰ میں کو سوچی دی ہی نہیں گئی تو یہ سارا افسانہ بے بنیاد ہے۔ ہمودا اسکل روتنی کی لاش کو سوت نامی ایک شخص نے غائب کر دیا تھا۔ انجیل کے بیان کے مطابق یہی وہ شخص مقام حسنسے حکومت کی اجازت سے عیسیٰ (در اصل یہودا) کے لفڑ دفن کا انتظام کیا تھا۔ عیسائیوں کی چار محبت انجیلوں کے ساتھ اگر برپیاں جو حواری کی انجلیں کا بھی یہ مقام غور سے پڑھا جائے تو اصل بات کا سمجھ لینا مشکل نہیں رہتا موجودہ عیسیائیت کی عمرات اسی عقیدہ کفارہ پر استوار ہے۔ پلوس نے یہی پر و پہنچا کر کے شریعت پر عمل کرنے والے کو شخصی قرار دیا تھا اور عیسائی دنیا کے لئے باحیثت کا دروازہ چوپٹ کھول دیا تھا۔ کفارے کا عقیدہ عقل و فکر، عدل و النصف اور رحمت و مفترضت کے خلافی اصول کے قطبی خلاف ہے۔ اس سببے را درودی اور لذہبیت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ عیسائی دنیا نے اپنی تاریخ میں جس قدر مظالم کئے ہیں، مکروروں اور ناقلوں کو جس طرح ستیا ہے، اخلاف برائے کی بنیاد پر عمالفین سے جو نیکی المائۃ سلک کئے ہیں، صلیبی جنگوں میں اہل اسلام کے خلاف جن جن وحشتہ بربست کا مظاہرہ کیا ہے، دنیا بھر کو اپنی استحراق کا نشانہ بنانے کی خاطر جتنے کھیل کھیلے ہیں وہ تاریخ کے ناقابل تردید حقائق ہیں۔ ان کی تریں کافی حد تک پہنچا رے کا عقیدہ بھی کار فزار ہا ہے۔

د - کفارے کا عقیدہ یہ عقیدہ موجودہ عیسائی ذہب کی جان ہے۔ مجسح کے بارے میں اور پہنچان شدہ سارے عقیدے دراصل اسی عقیدے کی تہبید ہیں۔ اس عقیدے کی قشرتیج انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں "عقیدہ کفارہ" کے ملنے میں یوں آئی ہے: "عیسائی علم عقاید میں کفارہ سے مراد یہ مجسح کی وہ قربانی ہے جس کے ذریبہ ایک لگناہ کار انسان یک لخت خدا کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس عقیدے کی پشت پر و مفروضے کار فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ ادم کے لگناہ کی وجہ سے انسان مدد اکی رحمت سے گور ہو گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ خدا کی صفت کلام (بٹیا)، اس نئے انسانی جسم میں آئی تھی کہ وہ انسان کو دوبارہ خدا کی رحمت سے فریب کر دے؛ اس مقامے کے کاتب نے جن و مفروضوں پر اس عقیدہ کفارہ کی بنیاد رکھی ہے وہ دونوں سرے سے غلط اور ناپسید ہیں۔ اول لازم ہے

کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ گناہ نام ہے احکام شرع کی خلاف ورزی کا، آدم اُس وقت دینا میں نہیں بلکہ عالم بالائیں سچے جہاں شریعت کا کوئی سوال نہ تھا۔ وہ سرے اس لغزش کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی تھی اور معافی مل بھی گئی تھی، اللہ تعالیٰ رحمن درحیم ہے۔ یہ تصور ہی غلط ہے کہ معافی دینے کے بعد بھی اس نے اس "گناہ" کو باقی رکھا، مذکور یہ بلکہ آدم کی نسل میں بڑا وجہ دلار قصور فتشق کر دیا۔ آدم کے قصور میں اس کی اولاد کیسے نسل ہو گئی؟ اگر خدا نے ایسا کیا تو وہ معاذ اللہ بر طابے انصاف ہے۔ پھر "کرسے کوئی اور جرس کوئی" کے مصداق یہ ایک دوسری عنیم بے الصاف ہوئی کہ اس نے آدم اور اُس کی نسل کے گناہ میں مردا اپنے گوتے کو ریا! لخوز باللہ من ذلک۔

چھر یہ دلوں مقوی سے محض "مفرد سخن" ہی ہیں جن کی کوئی جھوٹ بیباہ نہیں اور عقاید کو مفر و منز کی بریتیل زینہ پر استوار نہیں کیا جاسکتا۔ عیسائی دنیا کی یہ ایک فلسفیاتی قسم کی دھاندل ہے کہ محض مفروضوں کو عقاید بنایا گیا ہے۔ کفارہ دراصل پرلوں کے پیغمبر ہے یہ وہ ذہن کی پیداوار ہے۔ مسے عقیدہ بناؤ کہ اس نے مسیح علیہ السلام کے سارے کام پر پانی پھر دیا ہے۔ اس عقیدے کی رو سے مذکور بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء اور سل گناہ کار حکمہ اُسے کے ہیں بلکہ شریعت آتا ہے، گناہ نماز کرنے اور رسولوں کو بادھی بناؤ کجھی کا سلسہ بھی فضول قرار پاتا ہے۔ جب یہی مسیح کو صوتیتیں کوئی انسان بھی پاک صاف اور بے گناہ نہ رہا تو رسالت و نبوت کا یہ سلام سلطہ ہی معاذ اللہ فضول اور بے مقصد تھا۔ یہی اللہ تعالیٰ نے یہ سلسہ قائم کر کے محض ایک درا در کیا تھا؟ اس بے بندیا عقیدے کی رو سے انسان پیدائشی گذگار ہے۔ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا ہر بچہ گناہ کار ہے۔ کیا ہمی وہ خدا کا الصاف اور رحمت ہے جن کا نام کری عقیدہ منوٹ کی کوشش کی جاتی ہے؟ عیسائیت انسانی فطرت سے مالوں ہے۔ وہ خواہ مزواہ بلا سبب ہر انسان کو گناہ کار قرار دے کر انسانیت کی توہین کا ارتکاب کری ہے۔ ایک عیسائی نا ضل جان کا لوئی سے انسانیت کے خلاف فتویٰ ہے: "در حقیقت ہم نے آدم سے صرف سزا درلاشت میں نہیں پائی بلکہ واقعیت ہے کہ ہم میں گناہ کا ایک و بالآخر ہمکریز ہے تو آدم سے ہم کو لگائے اور اس گناہ کی وجہ سے ہم پرے انصاف کے ساتھ سزا کے مستحق ہیں۔ اسی طرح شیر خوار پچھے بھی اپنی ماں کے پیٹ سے سزا کا استحقاق لے کر آتے ہیں اور یہ سزا خود اُن کے نقش اور قصور کی ہوتی ہے کسی اور کے قصور کی نہیں" ما شمار اللہ کیا فلسفہ مدلول والاصاف ہے اور "علمت انسان" کا کیسا بلند تصور ہے جو

ان سطور سے بحث کر رہا ہے اب ایک اور عیسائی بزرگ ایکویناس کا ارشاد ہے: "جو نجی
بپتیمہ یعنی سے پہلے مر گے ان میں چونکہ دراصلی گناہ" برقار ہے اس لئے وہ کبھی خداوند کی
بادشاہی نہیں دیکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کی اولاد اکابر پتیمہ یعنی سے قبل ہی
انطاً اُمر حاصل تروہ بھی جسمی اور سہیش کی سڑاک مستوجب ہے۔

کفار سے کا عقیدہ چونکہ عقل و فکر اور فطرت انسانی کے خلاف ہے اور نتائج کے عواقب سے
خوفناک بھی، لہذا عیسائی دینا کی اکثریت کے اس پر اصرار کے باوجود یہی اس کے خلاف کسی نہ کسی
رنگ میں صد اسے رو و احتیاج بلند ہوتی رہی ہے۔ لیکن اسے چھوڑنے کا تجوہ لو تو اس کی تبرکوں
عیسائیت کی عظیم عمارت کا انہدام مخالف ہے اور اذیں یہیش صد انصحراب ثابت ہوتی رہیں
کچھ بھی عیسائیت کے تمام بڑے فرقے اس عقیدے پر متفق ہیں۔

الہان کے پیدائشی گناہ کا رہنے کا عقیدہ جس پر کفار سے کا عقیدہ قام کیا گیا ہے، کسی
آسمانی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ اب تو خود یہی تکوںک اعلان بھی یہیں کرنے لگے ہیں کہ باشکن میں اس
عقیدے کی کوئی بُلایا دنہیں۔ ایک جزوں عیسائی ہر بڑے بالگ نے "کیا پیدائشی گناہ مذہبی کتابوں
میں موجود ہے؟" کے نام سے لایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ تیرسی صدی تک یہ
عقیدہ عیسائیوں میں موجود نہ تھا کہ انسان پیدائشی گناہ کا رہے۔

عیسائیت کا ارتقاء عیسائیت کی ابتدائی تاریخ بڑی حد تک نامعلوم ہے جوستہ جست
حالات و واقعات ہی معلوم ہو سکتے ہیں جن کا منبع عہد نامہ جدید

کی کتابیں اور کچھ تاریخی موارد ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد حواریوں پر چھڑا ہٹ اور
بے چارگی کا مستطیل ہونا قادر تی امر تھا مگر انہوں نے ناموافق حالات میں اپنا تبلیغی کام جاری
رکھا۔ اس وقت تک عیسائیت ایک الگ مذہب شمارہ بھوتی تھی بلکہ اس کی جیشیت بہوڑتی
میں ایک اصلاحی و اخلاقی تحریک کی تھی۔ عیسیٰ کی بُلائیت کے مطابق غیر یہودیوں کو دعوت
نہیں دی جاتی تھی اور یہود میں دعوت کی اشاعت کا کام بڑا سُست تھا۔ کچھ واقعات
کی یاد ابھی ذہنوں میں تازہ تھی لہذا اس گھٹٹی گھٹٹی فضاییں کام بڑا مشکل سے چل رہا تھا۔

اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آگیا جس نے حالات کا رُخ بدلت دیا۔ یہ واقعہ ایک
یہودی عالم سائل نامی کا یکا یک بخوار ہو کر عیسائیت کو فبول کرنے کا اعلان تھا۔ یہ شخص
پہلے عیسیٰ مسیح اور حواریوں کا دشمن رہ چکا تھا۔ اس کی ملاقات عیسیٰ علیہ السلام سے تو
نہیں ہوتی تھی مگر وہ ان کے پیروکوں کو نظم و تسلیم کا شانہ بنانے میں پیش پیش تھا۔ اب

جانا ہے کہ وہ قبیلہ بن یا بیکن سے تعلق رکھتا تھا اور عقاہ کے اعتبار سے شدید قسم کا فریضی ہوئی تھا، وہ روم کے شہر روس کا باشندہ تھا۔ عیسائیت پر باقاعدہ ایمان لانے سے پہلے وہ غور و فکر کرنے کی خاطر یہ روشنیم سے نکل کر سید صاحب جنوں مشق چل گیا۔ یہاں اُس نے یمنی سال گزارے۔ بعد ازاں وہ یکایک ڈرامائی انداز میں یہ روشنیم پہنچا۔ اور اصل ان کیا کہ مشرق کے راستے میں اس پر ایک نور چکا اور آسمان سے عیسیٰ کی آواز نے اسے چوڑکا دیا۔ اس آواز کے اُس سے — بقول اُس کے — عیسائیت پر ایمان لانے اور تبلیغ مذہب ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی خاصیت گی کرنے کا حکم دیا تھا۔ جواری اس کی پچھلی زندگی کے باعث اُس سے ڈستہ مذہب بیناً اس کی سفارش پر سب خاموش ہو گئے اور اسے اپنی بارداری کا رکن بنایا۔ اس نے اپنا نام بدلتا کر پولوس رکھ دیا اور جواریوں کے ساتھ مل کر مذہب عیسیٰ کی اشتافت کرنے لگا۔ جواریوں سے اس کی پہلی خالفت اس وقت سامنے آئی جب اُس نے خیر ہوئے یوں کوئی — رومی، یونانی وغیرہ — عیسائیت کا پیغام دینا اور انہیں داخل مذہب کرنا شروع کر دیا۔ اکثر جواری عیسیٰ کے پیغام کو ہجوڑیوں کی اصلاح تک مدد و جانتے تھے۔ اب ان کے دو حصے ہو گئے۔ بیناً اس — حسب بیانِ لوقا — پولوس کے ساتھ تھا اور یہ لوگ یہ روشنیم کے باہر انطاکید وغیرہ کے علاقوں میں جان لے۔ دوسرے خیال کے لوگ یہ روشنیم میں رہے۔ مگر اس وقت تک یونانیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے باعث بہت سے عیسیٰ ہوئی داخل عیسائیت ہو چکے تھے۔ خیر ہوئے یوں بالخصوص یونانیوں اور رومیوں کے لئے قابل تبریل یا ملنے کی خاطر پولوس نے عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تقلیمات میں تحریف کی، عصیدہ تشییع و حلول اور گفوانہ یونانی فلسفہ زدہ دماغ کے لئے بہت دل پسند اور خوش آئند تھا۔ صرف نام بدلنے پڑتے درہ بالکل ہجھڑا ہجھڑا یونانی دیوناؤں کیلئے منائے جاتے تھے اب عیسیٰ کے نام پر منائے جائے گے۔ میلانہ مشق کی تاریخ اور جہیتہ تک بدلتا دیا گیا۔ ہم دسمبر دراصل یونانی مشترکوں کے ہاں سورج دیوتا کی عبادت کا درج تھا۔ اب اسے میلانہ مشق کی عیبد بنا دیا گیا حالانکہ عیسیٰ کی پیدائش موسمِ گرمی میں ہریٰ تھی جس کا ثبوت خود انجلی میں موجود ہے۔

مشق کے جواریوں نے جب پولوس کی کارروائی ہوئی تو انہوں نے کھل کر پولوس کی خالفت کی۔ غالباً بیناً اس کی انجیل اسی غرض سے لکھی گئی کہ یہ جواری پولوس کے نئے ایجاد کردہ مذہب کو رد کر جو چکا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح تفہیم کے ساتھ ان کی زندگی کے صحیح آنکھوں کیجئے

اور کافیوں نئے حالات و واقعات قلمبند کر کے اصل دین کمیج کر پیش کرنا چاہتا تھا۔ یونانی زبان جو عیسائیت پر فتح کر چکا تھا وہ اس انجیل کو برداشت نہ کر سکا اور بلا دلیل و بلا سبب اسے رد کر دیا۔ یہ انجیل جب بھی کسی زبان — انگریزی، عربی اردو وغیرہ — میں پڑھی اسے فروٹ آنا پیدا کر دیا گی۔ اب یہ لامہ سے چپ چکی ہے۔ اور بآسانی مل سکتی ہے، تو تقا نے خواریوں کے اعمال کے نام سے جو رسالہ کا تھا وہ چند جدید کی کتابیں میں شامل ہے۔ جب لوقا پولوس کے ساتھ خواریوں کے اختلاف کے موضوع تک پہنچتا ہے تو اس کے بعد خواریوں کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ عیسائی طریق پر ہی اس واقعہ کے بعد خواریوں کو پس پرده کر دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی سبب نہیں ہے کہ موجودہ عیسائیت کا باطن پولوس تھا۔ لوقا اس کا شاگرد ہونے کے باعث قصہ خواریوں کے احوال پر پرده ڈال دیا چاہتا تھا۔ غرض اس کے بعد پولوس عیسائیت پر پچھا گیا اور اسی کا ایجاد کردہ مذہب عیسائیت کہلانے لگا۔ اس نے یورانیوں کی خاطر ختنہ کا حکم منسوخ کر دیا اور حلال و حرام کی تقریب مٹا دی۔

چوتھی صدی عیسیوی تک عیسائی مذہب کے مانشے والے اُبھر نہیں سکے، یہ زمانہ عیسائیت کی مغلوبیت و مغلوبیت کا مختاب یعنی وہ زمانہ تفصیب و ابلتلہ " کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ۲۷ء میں مسیحیوں کی تعداد بڑاروں تک پہنچ چکی تھی اور وہ یونان، روم، شام اور فلسطین میں پھیلے ہوئے تھے، فیروز نے ان پر رومی سلطنت کی مخالفت کا الزام لگا کر قید، تصلیب و زندہ جلائے، درندوں کے آگے ڈالنے اور روم کے کھیلوں کے اکھاڑوں میں بے پناہ مقام کا فشار نہ بیایا۔ سنہ ۳۲ء میں طیس رومی نے یروشلم اور آنکھیں کو بردا دیکیا۔ یہود کے ساتھ عیسائیوں کو بھی موت کے لگھاٹ آتا۔ ان کے بیوی پیکوں کو غلام بنایا اور ایغماً مختصروں میں درندوں کے آگے ڈلا دیا یا شمشیر لے زہار کے پر دکر دیا۔

نیروں کے بعد نصف دجن سے زائد رومی بادشاہوں نے عیسائیوں کے خلاف شدید قسم کے مقام کی پالیسی جاری رکھی۔ ان کی مذہبی کتابیں جلوادیں، عبادات کا ہیں گروا دیں۔ انہیں گروہوں میں بند کر کے جلوادیا اور ناقابل تصور ظلم و ستم ان پر روا رکھئے۔ چوتھی صدی کی ابتداء تک یہی حال رہا۔ آخر کار جب قسطنطین اعظم نے عیسائیت جوں کی تو حالات نے پٹا کھایا۔ اس بادشاہ نے عیسائیت کی تبلیغ کا بھرپور املاکیا۔ ان کی عبادات کا ہیں بناویں۔ عیسائیوں کو برپے برپے عہدے دیئے اور ان کے علماء کا ہبہ

زیادہ اعزاز و اکرام کیا۔ اس نے مختلف میساںی فرقوں کو متحد کرنے اور ان کے عقاید کا اختلاف مٹانے کی بھی سر توڑ کو شش کی۔ اسی کے عہد حکومت میں ۱۵۶۴ء میں تین قبیلے کی مشہور کوشل منعقد ہوئی اور شیعیت کو عیسائیت کا بنیادی عقیدہ قرار دے کر سلطنت میں اسے بزرگ راجح کیا اور اس کے مخالف عیسائیوں، آریوس وغیرہ، کو نہ بہب سے خارج کر کے جلا وطن کر دیا۔ عقیدے کے بہت و مباحثہ دو صدیوں تک جاری رہے مگر پہلا قدم امتحانے والا یہی بادشاہ تھا۔

سلطنتیں اعظم نے عیسائی رعایا پر شبدیں مذہب کے لئے تلمذ و تشدیں بھی کیا۔ مشرکوں کی عبادت کا ہیں گروادیں۔ ہتوں کو ترپوا دیا۔ ممنونوں کے اوقاف چین لئے اور بزرگ شمشیر عیسائیت کو پھیلانے کے بہت سے طریقے اختیار کئے۔ ایسے قوانین بھی وضع کئے گئے جن کی رو سے حکام کو جبراً عیسائی آبادی کا ذہب اور ثناوت مٹا دیتے ہیں کے اختیارات حاصل ہوئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ماہفہ میں حکومت کی طاقت آتے ہی عیسائیت نے مظلومیت کا چولا آتا کر نظر و قشید اور مستکاری کا رکوب دھار لیا۔ شاید اپنی پہچان مظلومیوں کا بدلوہ اب بے کنہا ہیر عیسائی آبادی سے لینا چاہتی تھی۔ آخر کار بُرت پرست رعایا جان بجا نے کے لئے دھرم اور صدرخا خل عیسائیت ہونے لگی۔ چند ہی سال میں سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے ہیک عیسائیت کو فتح حاصل ہو چکی تھی۔ اور بت پرستی کا نام و نشان صٹ چکا تھا۔ یوں افریقہ اور فلسطین کے علاقوں کے علاوہ اس پرستی میں بزرگ شمشیر عیسائیت کو پھیلا دیا گیا جو آج بزرگ شمشیر پھیلائے جانے کا الزام عیسائیت کے لئے سے اتا کر جھوٹ موت اسلام کے سر محتوق پناچا تھا۔

پھر تھی صدھی سے پھٹی صدھی سمجھی تک عیسائیت کے فروغ و اشاعت کا زمانہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی عیسائیت و سلطنتوں میں بٹ گئی جو ایک دوسری کی رقیب و حریف بھی تھیں۔ پہلی امریقی سلطنت جس کا مرکز قسطنطینیہ تھا۔ اور اس میں بلقان، یونان، ایشیائی کوچپ، مصر اور جب شش شامل تھے۔ یہاں کا سب سے بڑا ذہبی رہنمای بطریقہ کیا تھا۔ دوسری صفری سلطنت۔ تھی جور و قدر پرستی کے پیشتر علاقے پر مشتمل تھی۔ اور اس کا مرکز روم تھا۔ اس کا ذہبی پیشوا پرست کہلاتا تھا۔ علاوہ ازیں اس دور میں عیسائیت میں رہبا نیت پیدا ہوئی۔ اس کے لئے باقاعدہ ادارے اور خانقاہیں و جوڑیں آئیں۔ اس رہبا نیت کی مثالیں ہمیں مہند و مذہب کے سادھو ان نظام میں اور بُرھ مذہب کے مجکشوں اور ادارے میں بخوبی و کھاندے سکتی ہیں۔ رہبا نیت کی تقلیم غیر

فطی ہے راہب انہی دینیوی ضروریات میں سوسائٹی پر بوجھ جنتے ہیں، دوسروں کی کمائی پر پلٹے ہیں۔ سماج کی اجتماعی فلاخ و بہبود میں حصہ لینے کے بجائے اُن اس کے گندھوں پر بیڑتھے پابن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منع کی تکیم۔ اگر وہ وہی ہے جو باجیلوں میں بھی ہے! ماذہ پرستی اور خود غرضی کے خلاف ایک چوتھی صفت۔ بعد میں اس کو علیحدہ منصہ پہننا کر اور ترک دینا کو رضاختے الہی کا ذریحہ جان کر ایک باقا مدد مددی ادارہ بناؤالا کیا۔ دینا کی فلاخ و ملاج پہاس کے بے شمار صفات اثراست پڑتے ہیں۔ خدا کا صبح دین جو دینا کے رہنے والوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گی۔ دینیوی معاملات سے بے تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا پرستی دراصل نفس پرستی اور خود غرضی ہے جو ایک انسان کو صرف اس کی ذات کی فلاخ کا راست تو کھائے مگر دوسروں کے حقوق و فرائض سے ہیگا ذکر دے۔ اسی لئے حضور کا ارشاد ہے گلوبھابانیتہ فی الاسلام

”اسلام میں کوئی رہیا نیت نہیں“

چھٹی صدی عیسوی کے اوائل سے لے کر نویں صدی کے اوائل تک کاماز ماڈ عیسایوں کے ہاں قرون مظلوم۔ تاریک مور کہلاتا ہے۔ اس اصطلاح میں ایک طرف تو اسلام کے خلاف عداوت و تعصب کا رفرما ہے اور دوسرا طرف عیسایوں کے ان سیاسی اور علمی و عملی انحطاط کا اظہار ہے جس میں اس وقت عیسایی دنیا کو فتار صحت۔ پہلی چیز کا سبب اسلام کا ظہور اور اس کا بے نقطہ عروج صحت۔ اور دوسرا طرف قندھی اور انتشار۔ اسلامی اقتدار کا علم ”مشرقی مالک یعنی شام و عراق اور فارس میں لہوارا ہے تھا۔ اور اس دین حق کی روشنی مفریق مالک یعنی مصر، افریقی، اندر کس اور سسلی میں بھی پھیل یکی صحتی مسلمان تازہ دم صحت۔ اور عیسایی دنیا کے جسم و جان پر تھکن اور مانگی کے اشارہ نظر آ رہے تھے۔ پے در پے علمی و سیاسی اور معاشرتی شکستوں نے انہیں خستہ حال اور مالیوس بنار کھا تھا۔ لیکن اس کے سامنے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ مفریق عیسایی روم کی نہ، سی و سیاسی فتوحات کا عالم لہو اسے ہوئے برباط تیر، جرمی اور فرائش وغیرہ پر چھاگئے اور یورپ نے عیسایت کے سامنے گھٹے علیک دیتے۔ یورپی مالک میں عیسایی مذہب کے علاوہ روم و یونان کے علوم طبیعیہ، فلسفہ، عمنطق اور ہند سو دیانتی بھی داخل ہو گئے۔ اسی لئے عیسایی آج اسلام اور مسلمانوں کا نام مہر میان سے حذف کر کے اپنی تہذیب و ثقافت کا رشتہ براہ راست روم و یونان سے ملتا ہے۔ یہ ایک علمی سمجھت ہے جس پر گفتگو کا یہ موقع نہیں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مسلمانوں کے دامن کو از راو تعصب حذف کرنا ممکن نہیں۔ یورپ کو ریاضی کی بعض خالص ”اسلامی“ شاخیں ملئیں الجہار، علم، ہمیت و سخوم، علم طب، تاریخ و جڑا فہریہ بالخصوص فلسفہ تاریخ کافی مسلمانوں

سے ملا۔ آج بھی یورپ کے کتب خانے عربیوں کی کتابوں سے پڑھیں مسلمان مصنفوں کی کتابیں صدیوں تک یورپ کی درس گاہوں میں داخل نصاب رہے چکی ہیں۔ بین الاقوامی اور بین المذاہک کا قانون خالصہ مسلمانوں کا علم ہے۔ جو انہی سے یورپ کو ملا۔

آٹھویں صدی کے شروع سے لے کر سولہویں صدی عیسائیوں کے وسط میں کا دور عیسائی تاریخ میں قروی و سلطی۔ دوسری اندازہ کہلانا ہے۔ اس دور میں یورپ خانہ جنگی کی پیش میں آگئی۔ ایک طرف پوپ کا اقتدار اختیار و سری طرف شاہان وقت کی سلطنت۔ نشیب دفرازیوں سے گزر کر یہ زمانہ پوپ کی شاست اور شہنشاہیت کی فتح پر منفتح ہوا۔ اس زمانے میں عیسائیوں نے وحشت و بربریت کا وہ مظاہرہ کیا کہ عیسیٰ مسیح کی تبلیغ شرم کے مارے مژہ طحہ اپنے پروردہ نشین ہرگئی۔ پوپ کی قائم گروہ مذہبی عدالتیں

MISERATION

مکروہ احاداد، کے پہانچے اہزوں نے خود عیسائیوں پر بھی ناقابل تصور مظلوم کے سزاوں میں زندہ جلاڈ اتنا نمازی بنا کاٹ دیتا، مڑووں کی قبریں اکھاڑ کر ٹھوپیں کوچور چور کر دینا بھی شامل اختیار۔ ان عدالتوں نے لاکھوں انسانوں کو قتل کیا۔ پوپ کے خود ساختہ مذہبی اقتدار اور عیزیز مخدود قانون سازی کے اختیار کو جس کسی نے دبی زبان سے بھی چیلنج کیا اس پر بے پناہ مظلوم توڑے گئے۔ مذہبی ٹیکس و لکھا، بے شمار نذریں نیازیں وصول کرنا اور سنبھات کے خلاف اپنے فروخت کرنا، مذہبی اختیارات کو ذاتی منافع کے لئے استعمال کرنا، یہ وہ چیزیں حقیقیں جن کے خلاف اصلاح کی تحریکیں اٹھیں اور انہیں بڑی بے رحمی اور قشد سے دبا دیا گیا۔

اسی دور میں مشرقی گلیسا اپہشہ کے نے پوپ — رومی یکتھوکاں چروح کا مقدس رہنا — کی غلامی کے بندھن سے آزاد ہو کر مقدس آرتھوڈوکس چروح کے نام سے موسم ہو گیا۔ اس کا سبب ایک تو نظریاتی اختلاف تھا جو مسیحیت کی تھا میں میں واقع ہوا۔ اور محتویوں کی چروح کا عقیدہ یہ تھا کہ روح القدس کا اقونم صرف باپ کے اقونم سے بیٹھے اقونم کے واسطے سے نکلا تھا۔ اس کے بخلاف کیتھوکاں چروح کے نزدیک روح القدس کا اقونم باپ اوس بیٹے داؤں سے نکلا تھا۔ اور محتویوں کی چروح کے نزدیک باپ کا رجہ اقونم سے بڑا تھا۔ لہر کیتھوکاں چروح کے نزدیک وہ داؤں برابر ہیں۔ اختلاف کا دوسرا سبب سنی امتیاز تھا۔ کیتھوکاں چروح میں اطابوی اور جرمیں نسل میتی جب کہ آرتھوڈوکس میں یونانی اور ایشیائی نسل۔ تیسرا سبب سلطنت، روما کی ترقیتی، جو مذہب اور عقیدہ کے پر

بھی اخراج نہ ہوئی۔ اب قسطنطینیہ کا شہر روم کا م مقابلہ بن چکا تھا۔ پوپ نے بطریق کا اقتدار کمیں نہیں کیا۔ اس کا تجھہ آپس میں لمحت بازی اور سب و شتم کی صورت میں لگلا۔ اسی دور میں مشہور و معروف صلبی جنگیں برپا ہوئیں۔ ان جنگوں کو پوپ نے مقدس مدینہ جنگ کا نام دیا۔ اور ان میں حصہ لئے والوں کو بر قسم کی بدنوافی اور بد معاشری کی کملی چھٹی دیتے ہوئے عجشیں اور جنت کا پروانہ دے دیا۔ ان جنگوں کا زمانہ طویل تھا۔ پوری عیسائی دنیا ایک طرف اور پہلے سلبوقی اور پھر ایوبی ترک دو سری طرف مسلمانوں کی خانندگی کر رہے تھے۔ یہ زمانہ عباسی سلطنت کی کمزوری کا تھا۔ اس نے نہاد خلافار نے ان جنگوں میں کوئی حمقہ نہیں لیا۔ آخری جنگوں میں سلطان صلاح الدین ایوب کے ہاتھوں ذلت آمیر شکست کھا کر پوپ نے قدم پھیلے ہٹالیا۔ اور یہ تاریخی جنگیں ہیشکے نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نفرت و عداوت کا گہرا شان چھوڑ کر ختم ہو گیئی۔ عیسائیوں نے ان کی یاد بھی نہیں بھلائی۔ چھٹی کرز مائن حمال میں اسرائیل کا قیام اور اس کی سرپرستی بھی اسی جذبہ اختمام کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔

چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں عیسائی دنیا میں مدینی اصلاح کی کمی آوازیں اور کئی تحریکیں اٹھیں۔ مصلحین کے پیش نظر زیادہ تر پاپائی نظام کی اصلاح تھی تا کہ ان بدنوافیوں کا خاتمہ ہو سکے جو اس اوارے میں راہ پا چکی تھیں۔ چودھویں صدی کے اوخرین وائی کلف نامی ایک مصلح نے کلیسا کی بدنوافیوں کے خلاف اتحاد کیا اور پاپوں کے باضابطہ انتخاب پر نزور دیا۔ اس نے باجیل کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ پاپوں نے کتاب مقدس کے ترجمہ پر پابندی لگا کر اسے جرم قرار دیا تھا۔ اس کے بعد جان ہریں اور جیمز اسے اسلامی آوازیں بلند کیں۔ مگر بجا ہے دلوں زندہ جلا دیتے گئے۔ پاپ بیٹت کے عاققو رجھوت کا کوئی پکھہ نہ بگاڑا۔

اس دور میں عیسائیوں کی کمی کو شلیں بھی بلا فی گیئی۔ رونہام میں پیسا کے مقام پر کوشنل کا اجلاس ہوا جس میں ۴۰ بیشہ شامل ہوئے۔ اس کوشنل نے میسائی دنیا کو ایک پوپ پر متفق کرنے کی کوشش کی۔ اس سے کچھ حصہ پہلے پاپیت دو حصوں میں بٹ چکی تھی۔ ایک حصہ فرانش اور سپین و غیرہ پر اور دوسرا اقلی، انگلینڈ اور جرمنی پر مشتمل تھا۔ کوشنل نے دلوں پوپ محروم کئے اور ایک زیندر کو پاپوں کا پیشوں پوپ نامزد کر دیا جو فرمات کاشکار ہو گیا۔ مچھا ایک مشہور بحری ڈاکو جان سہ کو پوپ بنایا گیا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ دو کے بجائے ہمین پوپ مقرر ہونے لگا۔ ۱۳۱۵ء میں کاشمشس میں پھر

کو نسل بیانی گئی جو ایک ہی پر مقرر کرنے اور پاپیت کے افراد کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اصلاح تکمیل کا سلاب اُنکے سکانر ۱۹۳۷ء میں باستل کی کوشش منعقد ہوئی جس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

آخر کارپنڈ رضوی صدیق کے او اخیر میں مارٹن لوھرا اٹھا جس نے پر و شستہ فرقہ کی بنیاد رکھ کر پوپ کے عالم گیر اقتدار کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اس نے بخشش ناموں کی تجارت اور کیتوں کا چرخ کی ایجاد کر دی تمام رسوم کو فضول اور منگلات تباک ختم کر دیا۔ اس فرقہ میں پتسر اور عشاںے ربانی کے سوا کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔ لوھڑ کی اولاد کو روکنے والوں کا کون نے آگے بڑھایا اور آخر کار فرانس، جرمنی، انگلستان وغیرہ میں کیتوں کے مقابلے میں ہمیشہ کے لئے پر و شستہ چرخ مغضوب نبیادوں پر قائم ہو گیا۔ آج کی عیاسی دنیا میں گو کیتوں کا فرقہ کی قدم اور نیادہ ہے۔ مگر پر و شستہ اور احقر و مکن چرخ کی طاقت کو فراہم از نہیں کیا جاسکتا۔ انگلینڈ اور دیگر کئی یورپی ملکوں کا سرکاری مذہب یہی پر و شستہ ہے۔

لوھڑ کی تبدیلیاں

- ۱۔ عبادت مقامی زبان میں ہے۔
- ۲۔ عبادت میں وعظ لازم ہے۔
- ۳۔ گستاخانا لازم ہو گیا۔
- ۴۔ قربانی وغیرہ یاد عاییہ الفاظاً ضروری نہیں۔
- ۵۔ انسانیکو پیدا یا بر طایفا کا

لوھڑ نرم

عیاسی مذہب میں اٹھنے والی ان اسلامی تحریکوں نے یورپ میں عقیقت کو بیدار کیا اور وہ دور شروع ہوا جسے لشائۃ عائیہ RENAISSANCE کہا گیا ہے۔ یہ سائنس، ہنریک اور علم و فن کی سرہ شاخ میں یورپ کی ترقی و عروج کا راستا تھا۔ اہل مذہب کی تنگ دلی، خود غرضی اور شکم پرستی نے عوام کو مذہب سے متنفس کر دیا تھا۔ لہذا صرف پوپ اور مذہبی اجارت داروں کے خلاف ہی آواز نہیں اصلی بلکہ یہ نفرت رک

سیلا ب بن کرامہؓ اور ابی مذہب کے ساتھ مذہب کو بھی پہلے گئی۔ اس میں عیسائیت بکے ناقابل فہم اور خلاف حکمرت عقاہ مشاہد شیکھ، حلول، تجسم، عینی میمع کے سو لوچڑھ کر اولاد آدمؑ کے موروثی گناہ معاف کرادیئے کا بھی کافی حد تک دخل ہتا۔ اس دوسری مذہب کی سہرچیز، کتاب مقدس اور زیست اور زیست عبادت وغیرہ ہر چیز پر ہاتھ صاف کیا گیا اور ان کا کھلماذاق اڑایا گیا۔ لوگون نے تحقیق، علم، آزادی رائے اور فلسفہ و سائنس کے نام پر وہ کچھ کیا جس کے نتیجے میں یکہونہ نہ کی لائے مذہبیت کا خطہ ناک جھوٹ نہ نہوار ہوا۔ خدا پر تنقید کی گئی اور اس کے وجود کا انکار کر کے مذہب کا مضمون اڑایا گیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر یورپ کے سچے دار اور اعتماد پسند بلقوں نے مذہب کو بچانے کی خاطر تجوید و یادگیری سے کی تحریک اٹھائی۔ اس تحریک کا مقصود یہ تھا کہ مذہب میں کچھ بند پیاس کی جائیں تاکہ وہ سائنسی ایجادات اور نتیجے اکشافات کا ساتھ رکھ سکے۔ اس کا بڑا باعث ہمارے خیال میں یہ تھا کہ عیسائیت یورپ میں عیسائیت قوموں کے شہزادے کو باندھ سے رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اسے اگر ہاتھ سے دے دیا جائے تو محاسنی، تمدنی، قومی اور سیاسی بیباہی میں ہل جائیں گی۔ پس ضروری ہو گا کہ کسی دسکی شکل میں اس مرکزی طاقت کو قائم رکھا جائے۔ یہی عیسائیت دنیا کے دوسرے علاوہ میں دل اندازی کرنے اور انہیں غلام بنانے یا دینہ کم بنانے رکھنے کا ایک موثر تھیاب ہی عنی۔ یہ اگر جان رہے تو ہنہیں مغرب کا وجود ہی خطرے میں پڑتا ہے۔ فرانش کا مشہور فلسفی روشن اور پر دیسرازیک اس بیان کے سر کردہ تھے۔

عقلیت پسندی کی تحریک کے مقابلے میں عیسائیت کے احیاء کی ایک تحریک بھی اعلیٰ جس کے پیش نظر خالص روسن کی تعمیل کا مذہب کو اس کی اصلی اور ابتدائی شکل و صورت میں زندہ کرنا تھا۔ یہ ایسے مددی کی مشہور تحریک ہے۔ مادتیت جلد ہی اپنے بہگ و پارے لے آئی تھی۔ اور اس کے تناور درخت نے انسان پر اپنے کڑا سے چیل گرانے شروع کر دیئے تھے۔ لوگ اب اس سے بھی بھرا ٹھیٹھے تھے۔ لہذا اس تحریک کو بھی پہنچنے کا موقع مل گیا۔ اس وقت یہ تحریک عقلیت اور سجدہ کی تحریکوں کے ساتھ ساتھ متوازن لائنزوں پر جو سفر ہے۔ یعنی ان تحریکیں برس عمل اور مصروف جنگ وجدیں ہیں۔ مگر اسلام کے خلاف نفرت جو پیشہ دی گئی ہے وہ عیسائیوں کو اس کی طرف متوجہ ہونے سے روکے ہوئے ہے۔

عیسائی ایضاً پھر سے ہماری مراد عام مذہبی کتنا بینیں بلکہ وہ مقدس عیسائیت کا لٹریچر یا ایسا می کتنا ہیں یہی جنہیں عیسائی دنیا میں ”عبد نام مددیہ“ کے

نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ بائبل کا دوسرा حصہ ہے۔ اس حصے میں یہ کتابیں شامل ہیں۔ (۱) چاراً شیلیں، متی، مرقس، یوحنا اور یوحتا کی انجیل (۲) اعمال، اس میں حواریوں کے کارنکے کم اور پتوں کے زیادہ تر فکر جیسے مصنف وہی لوقا ہے جو پتوں کا شاگرد اور ساتھی تھا۔ (۳) پتوں کے ۱۴ خلول مختلف لوگوں کے نام (۴) پطرس حواری کے دو خط (۵) یعقوب کا خط (۶) یہودا کا خط (۷) یوحنا کے یعنی خط روم یوحتا کا مکاشفہ۔ یہ مجموع پانچوں صدی عیسیٰ کے بالکل ادا خریں اس وقت کے پوپ کی طرف سے مستند قرار دیا گیا تھا۔ ان کتابوں کے علاوہ کم و بیش ڈیڑھ صد کتابیں وہ ہیں جو کبھی مستند نہیں تھیں۔ مگر اب انہیں مقدس کتابوں کی فہرست سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ اوپر کی تابیں کتابوں پر سماں عیسائی مفہوم نے بڑی لے دے کی ہے۔ ان میں سے بعض اگر ایک کے نزدیک تختیر ہیں۔ تو دوسرے کے نزدیک غیر معتبر بیچنے کتابوں میں ترسیم و اضافے کا بھی ثبوت دیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں سے جو ہم چاراً شیلیوں کو عیسیٰ کی طرف مشتبہ کیا گیا ہے۔ لہذا ان پر ذرا نقشیں لگھنکر مناسب ہے۔ باقی کتابیں الہامی نہیں، گو عیسائی لوگ انہیں بھی پتوں یا دوسرے لوگوں کا انہام نہیں۔ نیز ان پر اس قدراعتراضات و شکوک خود عیسائی مفہومی کی طرف سے وارد کئے گئے ہیں کہ ان کی کوئی مستند حیثیت باقی نہیں رہتی۔

ان پر گفتگو سے قبل چند باتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ۱۔ آناجیل کی حیثیت عیسیٰ کی سوانح عمری کی ہے۔ خدا کی نازل کردہ وحی کی نہیں۔ ان میں عیسیٰ کا نسب نامر، بھین، لڑکیں، جوانی اور بیٹھت اور پھر پھر انہ کا رہنمایی کے آخريں ان کی سوتی، موت، دفن ہے اور پھر قبر سے غائب ہونے تک کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ۲۔ ان کے مصنف مجهول الحمال اشخاص ہیں۔ اور زمانہ تصنیف بھی انہ ازے سے متفہیں کیا جاتا ہے۔ صح۔ یہ کتابیں عیسیٰ کی زبان۔ ستر باقی یا آرامی۔ میں نہیں بلکہ یونانی میں لکھی گیئیں اور یونانی سے دوسری زبانوں میں ترجمے کئے گئے۔ یہ اصل یونانی انجیل بھی نہیں بلکہ اس کا ترجمہ درج ہے۔ (۶) عیسیٰ پر نازل شدہ ایک انجیل تھی۔ ان کے بعد بے شمار اشیلیں لکھی گئیں۔ جن میں چو عین صدی کی نیقیہ کو نسل کے ان چار کو منتخب کر دیا اور وہ بعضی محض اصطلاح اور فرض انہماں کی لے ساختہ۔ صح۔ ان چاروں اشیلیوں میں بے شمار اختلافات اور تضاد موجود ہیں۔ جب کہ خدا کی کتاب میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ عیسیٰ کے نسب نامے پہاڑی کے وعظ اور صلیب کے واقعات تک میں اختلاف موجود ہیں۔ ۳۔ ان اشیلیوں میں ہمیشہ تحریف ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہو رہی ہے۔ سہرا یہ یعنی میں کمی بیشی اور اصلاح کا

سلسلہ حجارتی رہتا ہے۔ ز۔ بر نیپاں حواری کی انجیل دلائل کے اعتبار سے ان سب سے معتبر ہے۔ مگر عیسیا یہوں نے اُسے بلا دلیل مسترد کر رکھا ہے۔ شاید اس طے کر اس میں صحیح تکے صلب پانے سے انکار اور حضور رسولؐ آخر الزمان کا نام ناسی کئی مرتبہ آیا ہے۔ ح۔ قرآن مجید نے جس انجیل کو خدا کا کلام فرمایا ہے یہ وہ انجیل نہیں جیسا کہ اُپر بیان ہوا۔ خود عیسائی علماء و فضلاء کو بھی یہ حقیقت معلوم ہے۔ تعصیت اور عداوتِ اسلام کے باعث اظہارِ حقیقت نہ کریں تو دوسرا بات ہے۔ ط۔ خدا کی کتاب نہ ہوتے میں اور بعد کی ایجاد و بندہ ہونے میں تواتر اور زبور کا بھی یہی حال ہے۔ جن مسلمانوں نے اس کے خلاف کہا ہے لا علمی کی بناء پر کہا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ عیسیٰ کی مشکوک و مترجمہ سوانح عمری ترجمہ اکی کتاب نہیں ہو سکتی اور عود عیسائی محققین نے چھان میں کے بعد عیسیٰ تیجہ نہ کالا ہے جو بیان ہے۔ یہ بغض دیسی میکی پادری جو باجیل یا انجیل کے غیر معرف ہوئے اور مخفوظ ہونے کا پرویزگانہ کرتے ہیں، یا ترجمات کی بناء پر کہتے ہیں یا حتیٰ طازمت کی خاطر ورنہ بے شایدہ دلائل قاہرہ اُن کے قول اور زعم کے خلاف خود ان کتابوں میں اور پڑھ سے لکھے عیسیٰ یہوں کی تصنیفات میں موجود ہیں۔ ک۔ تواتر و زبور اور انجیل (موجودہ) کی حیثیت سند کے لحاظ سے ہماری حدیث کی صحیح کتابوں جیسی ہیں۔ ان کی سند منقطع ہے۔ اُس میں جھوول الحمال اشخاص کے نام آتے ہیں۔ ان کتابوں کی روایت کی حیثیت تیسرے چوتھے درجے کی کتب حدیث جیسی ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سند و روایت ہماری تاریخ و سیرت کی کتابوں جیسی ہے۔ بلکہ ان سے بھی کم تر۔ یعنی کہ تاریخ و سیرت میں بھی اہل اسلام میں سند متصل کا رواج ہے۔ سند میں انقطاع ہو یا جھوول الحمال یا غیر شرعاً راوی کا نام آجائے تو ایسی روایت کا وہاں بھی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ تفصیل کے لئے ہمولانا رحمت اللہ کی انہیاً نعم اور ہمولانا محمد قاسم نانو تو نکلی متعدد لفظانیف کا مطالعہ مفید ہو گا۔

اب درقت آگیا ہے کہ ناجیل ارجمند پر امام اہل مختصر بات چیت کی جائے۔

۱۔ انجیل متنی ایسا یہ قدمہ تر ہے یا مرقش کی انجیل۔ جن لوگوں نے اسے متی حواری کی طرف ٹھوپ کیا ہے وہ اسے قدیم تر ہٹھراستے ہیں۔ اور اس بات کے قائل ہیں کہ یہ عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ مگر اس چیز کا کوئی ثبوت نہیں کریں کہ واقعی متی حواری کی تصنیف ہے۔ اس کے فویں باب میں متی حواری کا ذکر ایک غیر کادمی کی مانند آیا ہے، متی حواری یہ

نہیں لکھ سکتا تھا کہ، "یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر متی نامی ایک شخص کو مخصوص کی چوکی پر دیکھا" (انجیل متی باب ۹) پس انجیل کا مصنف اور ہے اور متی حواری اور، جس کا ذکر ایک بیکار نونا اُشنا شخص کی مانند وہ کرتا ہے۔ متی حواری نے جو کتاب لو جیا کے نام سے لکھی تھی وہ شاید عبرتی یا سریانی میں تھی۔ آج کل وہ بالکل مفقود ہے۔ موجودہ انجیل متی کا مصنف کوئی گنائم شخص ہے جس نے اس کتاب کی تصنیف میں لو جیا سے بھی فائدہ املا یا ہو گا۔ اس انجیل کی کل ۸ کا ۰ آئینیں ہیں۔ جن میں سے ۵۷ مرقس کی انجیل سے لی گئی ہیں پس ان میں علماء کا خیال درست ہے جو مرقس کی انجیل کو قدیم تر بتاتے ہیں۔ یہ مرقس عبی ر حواری ہے نہ اس نے مسیح کا زمانہ پایا تھا۔ انجیل متی کا زمانہ تالیف نہ ہے یا نہ ہے بتایا گیا ہے۔ پس یہ ایک بہوں الحال شخص کی روایت ہے۔ اور اس کی سند منقطع ہے۔ ایسی روایت کسی کے نزدیک لا حق اعتماد نہیں ہوتی۔ متی کی انجیل میں یسوع میسح کا نسب نام روقا کی انجیل سے مختلف ہے۔ متی نے یسوع کو واسکت سنجار کا بیٹا احمد ہر کروں کا شباب سیلان بنی داؤد سے ملایا ہے۔ اور روقا نے یوسف کا نسب ناز بن داؤد سے ملایا ہے۔ علاوہ اذیں متی لکھتا ہے کہ یوسف کے باپ کا نام یعقوب تھا اور روقا کے نزدیک یوسف کا باپ علیٰ تھا۔ متی نے لکھا ہے کہ حواریوں کو بیان پر روانہ کرتے وقت یسوع نے انہیں لا حصی ساختہ کی ہماغت کی تھی۔ مگر روقا کہتا ہے کہ لا حصی کی اجازت دی تھی۔ متی کے بیان کے مطابق یسوع میسح کی پیدائش کے بعد اُسے یوسف بادشاہ کے خوف سے مفر سے گیا تھا۔ اور وہیں کچھ دیر اس کی پروردش ہوئی، مگر روقا کا بیان ہے مسیح کو پیدائش کے بعد ناصرہ میں رکھا گیا تھا اور اس کی پروردش وہاں ہوئی۔

مرقس کی انجیل اس انجیل کا مؤلف مرقس بالاتفاق حواری نہیں تھا۔ بلکہ پطرس حواری کا شاگرد تھا۔ اس نے پطرس کے مکالمات کو یونانی زبان میں لکھا۔ اسی سبب سے اُسے پطرس کا ترجیح کیا گیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس انجیل میں سے کون کون سے حقیقی پطرس حواری کے بیان کردہ ہیں۔ اور کون کون سے خود مرقس کے۔ لہذا اس انجیل کی سند بھی مشکل ہے۔ خود مرقس نے اس امر کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ مورخین کا خیال ہے کہ اس کا زمانہ تالیف رجوع کر کر اور نہ کہ در میان تھا۔ بعض عیسائی علماء کے نزدیک مرقس کی انجیل کا اصل مسودہ لا طینی زبان میں لکھا گیا تھا۔ جو بعد میں یونانی میں ترجمہ کر کے شائع کیا گی۔ اور ترجمے میں کئی غلطیاں ہو گیں۔ اصل شہزادیہ ہے، صرف تراجم باتی ہیں۔ یہ انجیل روم کے شہر میں پطرس کی موت کے بعد

تصنیف ہوئی تھی۔

لوقا کی انجیل اس انجیل کا مصنف حواری ہیں تھا۔ وہ میسح سے کبھی ملا تھا۔ یہ پولوس کا شاگرد تھا اور مستم ہے کہ پولوس خود بھی حواری نہ تھا۔ نہ اس نے مسح سے بھی حاصل کیا تھا۔ اس انجیل میں پولوس کے حیات کو پیش کیا گیا ہے۔ پس اس انجیل کی سند بھی منقطع ہے۔ پولوس اور مسح کا درسیانی رابط غائب ہے۔ خود لوقا بیان کرتا ہے کہ اس نے دوسروں سے شخصی سنائی ہاتھیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب اس نے رومی حکومت کے ایک عہدہ درچینیفس کے المساں پر اسے لکھ کر دی تھی۔ جیسا کہ اس کی پہلی آیت سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مگر لوقا یہ نہیں بتاتا کہ وہ کون سے راوی تھے جن سے اس نے روایت کی ہے۔ اس لحاظ سے لوقا مجھوں اشخاص سے روایت کرتا ہے۔ اس کتاب کا سن تالیف خود عیسائی عققین کے مطابق ۷۰ مسیح سے کروڑتھہ تک ہے۔

یوحنا کی انجیل اس کے متعلق عیسائی و نیا میں تو یہ خبرت ہے کہ یوحنا حواری کی کسی گرام یوحنا کی تصنیف ہے۔ اس کا سن تصنیف سنوئے سے کروڑتھہ تک بتایا جاتا ہے۔ اس انجیل سے صاف نظر آتا ہے کہ مصنف ان یونانی فلسفیاء نہ حیات کے سنت متاثر ہے جو پہلی صدی میں عیسائیوں میں پھیل کر سنت مصنف ایشیائی کے کوچک کے شہرا فس کا باشندہ تھا۔ اس کا طرز بیان، فلسفیاء طرز استدلال اور بیان و اتعاب کی ترتیب وغیرہ سب دیگر تین انجیلوں سے جدا گاہ ہے۔ شاید عہد جدید کی آخری کتاب مکاہش نات یوحنا۔ جسے جعلی اور خلاف واقع یا وہی وحیلائق باتیں لکھنے کی بنار پر سخت تحقیقات کا نشانہ بننا پڑا ہے۔ — کام مصنف بھی یہی یوحنا ہو۔ اس کا پہلا فقرہ ہی فلسفیاء او ہنپیائی طرز تحریر کا واضح ثبوت ہے۔ ”ابتداریں کلام حق اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام ہی خدا تھا۔“ تحریر اور بیانی المحتوا اس کتاب میں دوسری انجیل کی نسبت زیادہ ہے۔ لوقا کی ماہنہ یوحنا نے بھی اپنی انجیل کو مرسم کی سوانح عمری قرار دیا ہے۔ اور تسلیم کیا ہے کہ یہ انجیل میسح کے صرف چند کاموں کے بیان پر بطور نمونہ مشتمل از خود اسے کی جیشیت و رحمتی ہے ورنہ پورے احوال لکھ جلتے تو نیا میں سماہی نہ سکتے۔ (باب ۲)

جیسا کہ اور پر بیان ہوا، یہ چاروں انجیلیں عیسائی و نیا کی تسلیم شدہ ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی انجیلیں عقیل۔ جنہیں رد کر دیا گیا اور قرعہ اندازی سے یہ چار

چھانٹلی سین۔ پوپ کے احکامتے کئی کتابیں عیسائیوں کے لئے ممنوع رہی ہیں ۔

جن میں سے انجلیل بر نیاس بھی ہے ۔ اس کا مختصر بیان ضروری ہے ۔

انجلیل بر نیاس | اپہلی چاروں انجلیلوں کے مصنف عیز خواری تھے۔ لیکن بر نیاس جواہ

انجلیل میں اُس نے اپنے خواری ہوتے اور اقول سے آخر ٹک ساختہ رہتے اور عینی
گواہ ہونے کا شد و مرد سے ذکر کیا ہے۔ دوسری انجلیلوں میں دینی لگنی خواریوں کی فہرست
میں اس کا نام درج نہیں ہے۔ عیسائی حضرات مقدس صاحفوں میں بے کھلکھلے تحریف اور
تغیر و تبدل کے عادی بلکہ فائل میں قیاس غالب یہ ہے کہ انہوں نے خاص مقاصد کے

پیش نظر بر نیاس کے سجائے اس فہرست میں تو ما کا نام لکھ دیا ہے۔ یہ انجلیل اپنے
حصیں ادا، طرز بیان، ترتیب اور تاثیر میں دوسری چاروں انجلیلوں سے افضل ہے ۔

ہب نہاس ہر واقعہ پناہ چشم دیہ اور اپنائنا ہب ابیان کرتا ہے۔ اس کتاب کے مضمایں مثلاً
تربیت شرک، توحید کی واضح تعلیم، صفاتِ الٰہ، عبادات اور اخلاق، انبیاء کی تعلیم کے
حین مطابق ہیں۔ یہ کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی اصلی اور صحیح تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ اس میں
آجنبناہ کی نہانوں، روزنے اور دعاوں کا ذکر اسی طرح آیا ہے۔ جس طرح قرآن نے
شہادت دی ہے۔ اور جس طرح دوسرے انبیاء کی تعلیم اور عملی زندگی میں پایا جاتا ہے۔
نماؤں کے اووقات تقریباً وہی پائیں جو اسلام نے بتائے ہیں۔ اس میں عیسیٰ کے

وضو اور طهارت کا بیان بھی ہے۔ حضرت داؤ اور رسیمان کے بنی ہونے کا حکم بیان
بھی ہے حالانکہ یہودی کتابوں نے انہیں عطف باوشاہ بنا کر پیش کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام
کی اصل جیشیت — عبیدہ و رسولہ — کا صراحت سے بار بار ذکر ہے۔ صلیب، مسیح اکا
اذکار ہے۔ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کئی باراً یا ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ^۱
عیسائیوں نے چھپا کر رکھی اور اسے گم شدہ طرز پر چیزیں شمار کیا۔ اس کا ایک نسخہ اٹالوی
زبان میں آسٹریا کے شاہی کتب خانے میں موجود ہے۔ انحصار ویں صدری ہی ایک اور
نسخہ پہلے کے مقام پر اکٹھے ہوئیں کو طاجرہ پسالوی زبان میں ہے۔ یہ مشہور مستشرق جارج
سیل کو طلا اور اس نے ترجمہ قرآن میں اس نے خواہ دیئے ہیں۔ پسالوی ترجمہ کسی مسلمان
مصطفلی عنذری نے کیا تھا۔ جو اس نے اصل اطا لوہی نہیں سے کیا۔ یہ نسخہ ایک عیسائی رہب
ذار مرثیہ نے پوپ سلیمان پنجم کے کتب خانے سے چڑایا تھا۔ اس کا انگریزی اور عربی
ترجمہ شائع ہوا مگر کسی سازش سے اسے منانچ کرو یا گیا۔ اردو میں اس کا دو فقرہ ترجمہ

ہو چکا ہے۔ پہلا مولوی محمد علیم انصاری نے کیا اور دوسرا پروفیسر آسی عینیانی نے یہ دوسرا ترجیح غالباً لاہور سے مل سکتا ہے۔ انفارتی صاحب کے ترجمہ کا ایک فتحہ ضلع سپا لکوٹ میں پسروں کے مقام پر مولانا بشیر احمد مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ میں نے اسے پڑھا اور اقتباسات لئے ہیں۔ دوسرا اندازہ میں پیغمبرؐ کی لائبریری میں موجود ہے۔

عیسائیت کی تاریخ کو پڑھنے والا اس حقیقت تک پہنچنے میں کوئی مشکل مسیحی فرقے عسوس نہیں کرتا کہ اس ذہب میں بے حد و حساب فرقے رہے ہیں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ اگر کسی مقام پر دو مختلف انجیال عیسائیوں کا اجتماع ہو اور وہ باہمی اختلاف کو دور کرنے کے لئے بحث و مناظرہ کریں تو کوئی بات مٹے ہونے کی بجائے جب وہ مجلس کے اختنام پر اٹھیں گے تو یا رہ فرقے بیچلے ہوں گے جن میں سے ہر ایک دو رسول پر ہمت کرتا ہو اُٹھے گا۔ اسی خدیدہ فرقہ بازنی کا فیضہ کرنے کے لئے مختلف زانوں میں عیسائی کو شلوون کا انعام ہو تاہم اگر اختلاف مت نہیں سکا۔ علامہ ابن فہرست اندلسی ۲۵۰ھ میں سات فرقوں کا ذکر کیا ہے:- (۱) آپویں فرقہ جو اسلندر پیک قیشیں آریوں کا مقلد تھا۔ یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کو ہی قدیم اور اذلی اور بدی مانتا تھا۔ مسیح مکر اللہ کا مخلوق بنتہ مانتا تھا، اس کے نزدیک مسیح مکملۃ اللہ اس معنی میں تھا کہ اس کے ذریعے اس کا نہاد تھا اور اس کا نہاد تھا اس کا نہاد تھا اس کا نہاد تھا۔ ایک عیسائی فاضل جیز میکن نے اس پر اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ اس کے خیال میں مسیح خدا نہیں مقابله ایک کامل مخلوق تھا جس میں خدائی اور انسانیت دونوں کا کچھ حصہ موجود تھا۔ (۲) پوسٹھشمیتی PAR OF SAMOSAT ۴۰ کا ذریعہ، یہ شخص انتظامی کا بطور پیک عظیم تھا اس کا ذہب یہ ملتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صبح قریبہ کا قائل تھا اور مسیح ہم کو اس کا نہاد اور رسول مانتا تھا۔ وہ اکبتا ملت کا نہاد کر دیا اور روح القدس کو نہیں جانتا کہ وہ کون اور کیا ہیں۔ (۳) مقدوںی فرقہ، یہ لوگ قسطنطینیہ کے باطریک مقدوںیوں کے مقلد تھے۔ یہ فرقہ بھی توحید مجروہ کا قائل تھا۔ اس کے نزدیک عیسیٰ مخلوق بنتہ تھا۔ اور بھی مرسل تھا۔ جیسا کہ تمام دوسرے نبی بھی انسان اور رسول تھے۔ اور عیسیٰ ہی روح القدس اور کلمنت آنثر تھا جسے اللہ نے پیدا کیا۔ (۴) جب تک اپنے فرقہ جو شیخ کے چکر میں پڑے بغیر سیدھی بات کہتا تھا کہ اللہ مسیح اور مریم یعنی میم ان الک انک خدا ہیں۔ حافظ ابن حزم دراستے ہیں کہ یہ فرقہ اب مٹ چکا ہے۔ (۵) ملکانیہ فرقہ، جبکہ اور تو یہ کے بادشاہوں اور عوام کے علاوہ بقول

ابن حیثام عیسائی بادشاہ اور عوام ملکائی فرقے سے متعلق سمجھے۔ یہ افریقہ، سسلی، اندر کس، اور شام کے چہرہ عیسائیوں کا ذمہ رہتھا۔ ان کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ یعنی چیزوں کا جمود رہے۔ ہاپ، بیٹھا اور روح القدس۔ یہ یعنی انہی وابدی ہیں۔ عیسیٰ پورا خدا اور پورا انسان تھا۔ اس میں خدا کی اور انسانیت ایک دوسرے سے جدا نہ ممکن۔ اور جسے صلیب دی گئی وہ انسان عیسیٰ تھا کہ خدا عیسیٰ۔ اور مریمؑ نے جسے جتنا تھا وہ بیک وقت خدا اور انسان تھا اور وہ دونوں ایک ہی چیز سے۔ (یہ) نسطوری فرقہ، یہ لوگ قسطنطینیہ کے طبیریک نسطوریوں کی طرف غشوب ہیں۔ ان کے عقاید مجموعی فرقہ کے ساتھ ملکائیز سے ملے جائے ہتھ۔ اختلاف صرف اس قدر ہے کہ مریمؑ نے خدا کو نہیں بلکہ انسان کو جتنا تھا۔ اور اس میں خدا کی حکمت خدا کا مولود تھا زکر مریمؑ کا۔ حافظ ابن حرم کے بقول یہ فرقہ موصل، عراق، فارس اور خراسان کے عیسائیوں میں اکثریت رکھتا تھا۔ (۲) یعقوبی فرقہ جو مصرا و رجسہ و نوبہ میں پایا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک مسیح خود خدا مخلوق ہے اور اس کی موت کے بعد جب تک وہ دوبارہ قبر سے نہیں امتحانیں دن لیں یہ جہان خدا کے پیغمبر ہے۔ میں دن کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہوا تو دو نیکے انتظام کو سنبھال لیا پر مریمؑ کے بطن میں خود خدا تھا۔ اور وہی اس سے پیدا ہوا۔ یہ فرقہ یعقوب بر ذ عانی کی صرف غشوب ہوا جو قسطنطینیہ کا ایک راحب تھا۔

علام ابوالفتح عبد الرکیع یہ شہرستانی میں مدل وال محل میں لکھا ہے کہ نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے ہیں۔ جن میں سے بڑے بڑے اور مشہور فرقے تین ہیں۔ ملکائیہ، نسطوریہ اور یعقوبیہ۔ پھر ان کے فلسفہ حلول و تجسس اور شیکست کی شرح بیان کی ہے۔ اس شرح میں ان کا بیان ابن حرمؑ کے بیان سے کہیں کہیں مختلف ہے۔ اختلاف کا سبب یہیں سمجھی میں آتا ہے۔ کہ نصاریٰ کے عقاید میں جدیلیاں سوتی رہی ہیں۔ ابھی کے تفہید کے لئے جماس کا انعقاد ہوا اور فرقہ بندی بر طبقی رہی۔ شیکست کا عیندہ چونکہ صیغہ کے بعد پیدا ہوا اور اس میں بہت کچھ فلسفہ یونان اور مشرک کا تھا کیا آمیزش ممکن ہے جس کے بھی میں آیا ہتا رہا۔ ایک ہی فرقہ کے لوگ باہم اختلاف میں لگے رہے۔ ہر زمانے میں اس کی نئی نئی تغیرات اور نئے نئے دلائل پیدا ہوتے رہے۔

ہمارے ملک کے مشہور اہل قلم عالم مولانا نقی عثمانی نجع و فاقی شرعی عدالت نے کچھ اور فرقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو حسبِ ذیل ہیں۔

پلوسی فرقہ اس فرقے کے عقیدے کے مطابق مسیح خدا نہیں بلکہ فرشتے تھے۔ جو دنیا کی اصلاح کی خاطر مریم کے بطن سے انسانی شکل میں پیدا ہوئے۔ وہ اب آنے والے اس حکومت کی وجہ سے کہا ہے۔ کہ خدا نہ اپنی اپنا مخصوص جلال عطا کیا ہے۔ یہ فرقہ آرمینیا اور ایشیا کے کوچک ہیں پا یا جاتا تھا۔ مگر اس کے مانتے والے بہت کم تھے۔

آج کل دنیا بھر میں بہت سے عیسائی چرچ عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت میں صرف ہیں۔ مغربی عالم کو ہندوستان امادہ ہے سب ہر چکے ہیں لہذا اب ان میں مذہبی احسان زیادہ نہیں رہا۔ عیسائیت ایک قومی نیا اُنیٰ حیثیت سے زندہ ہے مگر اکثر لوگ محمد اور دہری سے ہو چکے ہیں جو عیسائی ہیں جیسی بس برائے نام ہیں۔ سیاسی، خالص دینی اور ماراثی مسائل مذہبی پر غالب ہے چکے ہیں۔ اس وقت نہیں برٹے بڑے عیسائی فرقے موجود ہیں۔ کیتھولک فرقہ پروتستان اور آرٹھراؤنڈ کس فرقہ۔ بنیادی مسائل یعنی تسلیم و حلول اور مصلوبیت و کفارہ میں یہ لوگ بالحوم متفق ہیں۔ اختلاف صرف مرکزی اقتدار اور پوپ کے اختیارات میں ہے۔ پروتستان فرقہ جو انگلستان کی طرح کئی اور عالم کا بھی سرکاری مذہب ہے۔ پوپ کے خدامی اختیارات کو نہیں مانتا اور پسپکھ اور عشقتے ربانی کے سوا اور کسی مذہبی رسم کا قابل نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بُٹ پرستی اور عیسیٰ و مریم کی محبت سازی کے بھی خلاف ہے۔ کیتھولک فرقہ بپاٹے روم کراپشا واحد مذہبی پیشو اور میسیحی مسیح کا شناسدہ سمجھتا ہے۔ ان کے گرجا گھروں میں عیسیٰ و مریم کے عبئے اور قصویریں ہوتی ہیں۔ جنہیں جاہل عوام بُٹ پرستوں کی ماننے پوچھتے ہیں۔ آرٹھراؤنڈ کس فرقے کا اپنا انگل نظام ہے۔ ان کا سب سے بڑا دینی پیشو اور طریقہ کہلاتا ہے۔ اور ان کا مرکز قسطنطینیہ ہے۔ تسلیم کے عقیدے کو تفضیل میں ان کا کیتھولک فرقہ سے یہ اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک روح آن القدس کا انتوم صرف باپ (خدا) کے انوم سے نکلا ہے۔ اور بیٹا اس عمل میں مغض ایک واسطہ ہے۔ کیتھولک فرقے کے نزدیک روح آن القدس کا انتوم باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے۔

علاءہ ازیں آرٹھراؤنڈ کس کے نزدیک بیٹا رہتے ہیں باپ سے کم ہے مگر کیتھولک کے نزدیک دونوں ہر لمحہ میں اور ہر صفت میں برابر ہیں۔ آرٹھراؤنڈ کس فرقہ نیقید کی کوشش کے فیصلے کو مانتا ہے مگر اس کے نزدیک اس کی عبادت میں کیتھولک چرچ نے اپنی مرضی سے اتنا فرگریا تھا۔

میسیحی رسم و عبادات عیسائیوں کے نزدیک اصول عبادت چار ہیں (۱) عبادت اُس معاف کرنے کی خاطر دیتی تھی۔ (۲) مسیح عبادت صرف روح آن القدس کے عمل سے ہو سکتی ہے۔

(۳۵) عبادت ایک اجتماعی فعل ہے جو کلیسا ہری اسکام دے سکتا ہے: وقتِ مزدودت کیسا کاگر کن الفراوی عبادت بھی کر سکتا ہے۔ (۴۶) عبادت کلیسا کا بنیادی کام ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعے سے وہ "مسح کا بدن" بہ کو دنیا کے سامنے پیش ہوتا ہے۔

۹۔ گرجاگھروں میں مسح ہو کر زبور کے حد تک بھجن گانا، گانے کے دوار ان حاضرین عبادات [۱] کھڑے رہتے ہیں اور اختتام پر ٹھکنے ٹھکن کر دعا کرتے ہیں۔ (ب) پیغمبر (اصطباغ) جو ہر نئے عیسائی ہونے والے کو دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی شخص عیسائی نہیں بن سکتا۔ عیسائیوں کے عبید سے میں پیغمبر کے عمل سے انسان مرکر دوبارہ زندہ ہوتا ہے۔ اس عمل سے پہلے عیسائیت میں دخول کے امیدوار کو ایک عبوری دوسرے گزارنا پڑتا ہے۔ وہ عیسائی تعلیمات سیکھتا ہے۔ اور پیغمبر پانے کا عیسائی نہیں بلکہ کیس چومن پہلتا ہے۔ وہ پیغمبر سے پہلے عشا نے ربائی کی رسم میں شامل نہیں ہو سکتا۔ ایک رای پیغمبری کوست کی صید سے کچھ پہلتے اسے پیغمبر دیا جاتا ہے۔

پیغمبر دینے والے مخصوص لوگ ایک مخصوص کمرہ میں یہ کام انجام دیتے ہیں۔ اس کمرے میں امیدوار کو مغرب کی طرف منہ کر کے لٹا دیتے ہیں۔ وہ مغرب کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے اسے شیطان میں بخدرے اور پیرسے ہر عمل سے دست بردار ہوتا ہوں۔ پھر وہ مشرق کی طرف منہ کر کے زبان سے عیسائی عقايد کا اعلان کرتا ہے۔ بعد ازاں اسے ایک اندر ونی کمرے میں لے جا کر ایک خاص قسم کے دم کے شیل کی ماٹش کپڑے اُتر دا کر تمام بدن پر کرتے ہیں۔ اور پھر پیغمبر کے حوض میں ڈال دیتے ہیں ماس موقع پر پیغمبر دینے والے اس سے تین مرتبہ پوچھتے ہیں کیا وہ باپ بیٹے اور روح القدس پر مقررہ تفصیل کے مطابق ایمان رکھتا ہے۔ ہر بار وہ جا ب رہتا ہے کہ ماں میں ایمان رکھتا ہوں۔ اس کے بعد اسے حوض سے نکال کر پیشانی، کان، ناک، اور سینے پر دم کے ہوئے شیل کی دوبارہ ماٹش کرتے ہیں۔ بعد میں اسے سفید لباس پہنا دیتے ہیں۔ گویا اب وہ گناہوں سے پاک صاف ہو گیا ہے۔ اس طرح پیغمبر پانے والوں کو جلوس کی شکل میں گردھے میں لے جاتے ہیں۔ اور عشا نے ربائی میں شامل کرتے ہیں۔

۱۰۔ عشا نے ربائی [۲] میں منانی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انوار کو گرجاگھر میں دعاوں وغیرہ کے بعد حاضر ان ایک دوسرے کا بوسے لے کر انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔ پھر ورنی اور شرکاء میں ملائی جاتی ہے۔ پادری کا باپ، بیٹے اور روح القدس سے برکت کی دعا کرتا ہے اور سب لوگ آمین کہتے ہیں پھر یہ فراشب اور روٹی سب میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ کم وہ اسے کھا پہ کر منیع کے کفار سے کا عقیدہ تازہ کریں۔ یہ روئی منیع کے بدن میں اور شراب اس کے خون میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(معاذ اللہ منہ) انجیل متنی میں ہے کہ حضرت مسیح نے گرفتاری سے ایک دن قبل خوار یوں کے ساتھ رات کا کھانا کھایا: «جب وہ کھار ہے تھے تو یسوع مسیح نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کھانا کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالے کے شکر کیا اور ان کو ہٹے کہا تم سب اس میں سے پیو کیونکہ یہ میرا وہ عمدہ کا خون ہے جو ہبہ یہیں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔» (رمتی ۲۶، لوقا نے یہ الفاظ اور بڑھائے ہیں کہ «میری یاد کاری کے لئے میری کیا کرو،» (لوقا ۲۶)

پھر وہ سنت فرقہ کے نزدیک روٹی اور شراب مسیح کے بدن اور خون میں تبدیل ہپیں ہوتی رگو یا یہ مسیح کا عرض ایک محاوراتی کلام تھا، صرف یہ مسیح کے کفار سے کی یاد کار ہے۔ دوسرے میسانی۔ مثل کیتوں لکٹ فرقہ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روٹی اور شراب واقعی مسیح کا بدن اور خون ہو جاتی ہے۔

ہبھاں تک بیان شدہ عبارتیں عیسایوں میں متفقہ ہیں۔ پانچ رسماں اور ہبھیں جنہیں کیتوں کا عیسانی ادا کرتے ہیں۔ اور پھر وہ سنت من گھر ہٹ اور بھوٹ سمجھتے ہیں۔

اتوار کا دن، عیسائی حضرات الوار کو مقدس جانستہ اور اس دن گرجاوں ہیں عبارت تیتوہار ۱۔ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ دراصل یہ دن یونانی مشرکوں کے ہاں سورج دیوتا کی پوجا کے لئے مقرر تھا۔ جیسا کہ اس کے نام SUNDAY سے ظاہر ہے۔ ہندوؤں میں بھی ایسیت دار سورج دیوتا کا دن تھا۔ بہر صورت مشرکوں کو خوش کرنے کی خاطر یہ دن مقرر کیا گیا تاکہ وہ عیسائیت کو ہیگا نہ چڑھ جان گر بدق سمجھا جائے۔

ب۔ کرسمس ۲۵ دسمبر کو یہ میلاد مسیح مناسبتے ہیں۔ یہ دن بھی دراصل رومی مشرکوں کے ایک دیوتا کی یاد کار تھا۔ انہیں خوش کرنے کی خاطر اس دن کو یہ روم میلاد مسیح مبنایا گیا حالانکہ مسیح ہم سرم گراماں پیدا ہوئے تھے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح نے پسخ کر جن کرچڑی میں ڈال دیا۔ اگر یہ دسمبر کا مہینہ ہوتا تو نہ سرم یہ باہر جا سکتی نہ سنگئے پسخ کو چڑھنی میں ڈالا جا سکتا تھا۔

چ۔ میسٹر ۳۔ یہ دن عیسیٰ کے مرکر دوبارہ نزدہ ہوتے کی یاد میں اہم مارچ کو مناسبتے ہیں۔ ایسٹر ایہ دن بھی یہ نیوں کا عجید نور دھکائیں ہندوؤں کی بنت اور آسٹر لینڈ فاٹوں کے ہاں موسیم ہبھار کی دیوبھی آسٹر کی پرستش کا دن تھا۔ نام بدل کر المیسٹر نایا گیا۔ اور اسے اپنایا گیا۔ یہ دیوبھی بغل دیوتا کی بیوی عسالتات ہے جس کی میہودیوں نے بھی لو جا کی اور انہیاں نے انہیں اس پر ملعون کیا تھا۔ اس کا ذکر یہودی مذہب کے بیان میں گزرا چکا ہے۔

اسلام

لُغْظَةُ اسْلَام کا مادہ سکم ہے جس کا معنی ہے صلح و سلامتی، پس اسلام کا معنی

تَعْرِيفٌ ہوا: صلح و سلامتی اور امن و آشنا کو بھیلانا، اللہ کے احکام کے آگے گروں جھکانا، حق و صراحت کرتیں کر کے اپنے آپ کو خالق و مخلوق کی ناراضگی سے بچانا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین برحق صرف اسلام ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَصَمَ الْأَيْمَانَ إِلَّا سَلَامًا
جو کوئی بھی اسے چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا۔ وہ دنیا و آخرت میں خاتم نبی خاصہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ اسلام کے سہ اور کسی دین کو ہرگز اس سے قبول نہ کرے گا۔ وَمَنْ تَتَّلَغَ غَيْرُ
هُوَ مُسْلِمٌ دُمِّنَافْلِنَ يَقْبَلُ هَذَا وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمُخْسِنِينَ

تمام انہیاً درسل اسلام کے داعی تھے۔ ان کی امتوں نے اپنا نام مسلم کے سوا کچھ اور کھا تو ہجروں کے بعد اور ان کی تعلیم سے بہت کر رکھا تھا۔ ابراہیم اور ان کی ذریت کی دو لفڑی شاہیں «حینیف» (موحد) میتیں۔ انہیاً نے بنی اسرائیل نے اسحاق و یعقوب سے لے کر موسمی و عیسیٰ ہماں اسلام ہی پیش کیا تھا۔ آخری بنی اسلام کو ہر قسم کی آمیریت سے جدا کر کے اور اُس کی تکمیل کر کے آخری دین کے طور پر دنیا میں پیش کرنے کے لئے آئے تھے۔

أَنَّوْهُ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَنْمَلْتُ عَلَيْكُمْ فِيْعَمْتِيْ وَرَضِيْتُ
لَكُمُ الْأَسْلَامَ دِيْنًا

آپ کی تشریف اور حی سے قبل دنیا والے اسلام کے سبق کو بھلدا پکھتے۔ آپ اسی دین سے کو سفرزاد کرنے اور خاہی و بالطفی نمازوں سے اسے غالب کرنے کو معمور ہے تھے۔

هُوَ اللَّهُمَّ أَرْسِلْ رَسُولًا مَالْمُدُّوْيِ وَدِينَ الْحَقِّ يُظْهِرَهُ عَلَى الْدِيْنِ كُلِّهِ
(الاتوبہ، المفتح)

اسلام کا پس منظر صحوتے عرب سے آنتاب اسلام کے طلوع سے قبل دنیا والے شرک و کفر کی دلدوں میں پھیں چکے تھے۔ یورپ اور روم و یونان تسلیم و حلول کے گرداب میں چکر کھا رہے تھے۔ ایران و عراق اور ایشیاء کو چک میں آتش پرستی کا چلن تھا۔ ہندوستان میں کروڑوں فرشی دیوتاؤں کے ہت پنج رہے تھے۔ مشرق ادنیٰ کے علاقوں چین و بیان وغیرہ شجر و جھروار و ارواچ تجیشہ کے پچھا رہے تھے۔

عرب کا توحال ہی بڑا پتھر تھا جتنے قبیلے اتنے مذہب اور ان سے بھی زیادہ خدا۔ پتھروں، جانوروں، درختوں اس سوچ چاندستاروں کی پوچھتی تھی۔ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔ شرک و بُت پرستی کی نئی صورتیں ایجاد ہوتیں، اللہ کے گھر کجہ کو بُت خانہ بنا دیا گیا تھا۔ ان کی بُت پرستی کی داستانیں پڑھ کر تعجب ہوتا ہے۔ کہاں ان ضعفیت الاعتقادی میں یہاں تک بھی جاسکتا ہے! ایک پتھر کو پچھہ پا پنچھ کر صاف کر لیا اور سامان سفر میں ساختہ رکھ لیا۔ اُسے پوچھتے رہے اور جب اس سے زیادہ صاف اور خوبصورت پتھر مل گیا تو پہلا بھینا کر دوسرا کے کو خدا بنا لیا۔ چلہا بنا نے کی ضرورت پیش آئی تو اُسی خدا کو چھٹے ہیں استعمال کر لیا۔ کھانا پاک گیا تو پھر پتھر کو صاف کر کے خدا بنا لیا۔ پتھر سلطنت پرست کی ڈھیری پر بکری کا دودھ دہ کر اُسے ذرا سخت بنالیا اور اُس کی پوچھا کر لی، پانی یاد دو دھنہ مل تو ڈھیری پر پشاپ کر کے اُسے ذرا سخت کر لیا اور خدا بنا کر پیون ڈالا۔ سخت معلوم کرنے، قریبہ اندمازی کرنے یا کوئی اہم کام کرنے سے پہلے بھنوں سے مشورہ لےنے کے لئے تیرہ بنا کر بتوں کے ہاتھوں میں دے دکھتے۔ ضرورت مند شخص پیغمباری کو نذر دے کر خال نکلوتا۔ تیروں پر ہاں یا نہیں لکھا ہوتا۔ جس قسم کا تیر لکھتا اسی کے مطابق عمل درآمد کرتے۔ وہم و خرافات اور بحوث پرست پر ایمان یہاں تک تھا کہ آج کا عمل مندانہ ان نہیں پڑھنے کے بعد شاید سہنسی کو ضبط نہ کر سکے۔ عجیب و غریب خرافاتی چیزوں پر ایمان تھا۔ پہنندے اڑاکنیش پاشر کا فیصلہ کرتے تھے۔ اور وہ جنید اور عجھوں پرست کی بناء لینا، انہیں مدد کے لئے پکارنا، جننوں کی دبائی دینا ورنہ رات کا شغل تھا۔ یہ صحرا کی لوگ جو علم و فن اور تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھی، جہالت کی آخری سرحد کو چھوپ جکی تھی۔ قتل و غارت روز کا مختلطہ مقام جو ابازی اور خراب خرمی لازم سخاوت و شرافت بن پڑتے۔ اپنے تجارتی سفروں میں دوسرے حمالکیں یاں جوئی شرکر کہ رسوم دیکھتے انہیں اپنے ہاں راجح کر کے قابل فخر جانتے تھے۔ عورتوں پر نظم و ستم ہوتا تھا۔ لغدر اذوان کی کوئی حد تقریب نہ تھی۔ لڑکی کی بیدائیش کو باعثتہ شرم و بہنائی جانتے اور لوگوں سے چھپتے ہی رہتے کہ لوگ کیا کہیں لے کر اس کے ہاں لٹک کر بیدائی ہے؟ بعض قبائل میں لڑکیوں کو کوئی نہ درگور کرنے کا رواج بھی تھا۔ بھنی والوں، بھنوں، مکالوں یا جانوروں وغیرہ کو بلا سبب مخصوص جانتے تھے۔ انہی اور اس قسم کی بے شمار مذہبی و ماحاشی تھیں جہاں کہیں میں باعثت یہ دور جاہلیت کا زمانہ کہلایا۔

سیاسی طور پر یہ لوگ اتنے پسند کرتے کہ ساری شجاعت و جرأت خانہ جنگی میں

صرف کرتے تھے۔ کوئی مركوزی نظام موجود نہ تھا، قبائلی زندگی تھی۔ سر قبیلے کا اپنا سروادا اور اپنا نظام ہوتا تھا۔ البتہ صوابی زندگی کے باعث اپنے مغلب کروہ سوار کے سوا کسی کو صاحب اقتدار نہ جانتے تھے، جو ہر سوتی کی روح ان میں ضرور زندہ تھی۔ انہوں نے کسی بیرونی اقتدار کو کبھی پسند نہیں کیا۔ باہر کے بادشاہوں کو بھی شاید ان بادیہ فلشیز پر حکومت کرنا بچھے زیادہ سخن مند نظر نہ آتا تھا۔ لہذا انہیں ان کے حال پر جھوڑے رکھتے تھے۔ چند شہروں اور قبیلے کے سوا عام زندگی بدیریاں اور خانہ بدوشی کی تھی۔ زراعت بہت کم تھی۔ لوگوں کا پیشہ بالعموم تجارت تھا۔ میدانی اور سہوا اعلاقوں میں البتہ کچھ سربرہی اور شادابی بھی تھی۔ طائف کا علاقہ سربرہ تھا۔ اور پیرت و المول کا پیشہ زراعت تھا۔ ساحلی علاقوں میں ادھراً اور جھوٹی چھوٹی سلطنتیں بھی تھیں جو رؤوم یا ایران کی بادشاہیوں کے زیر اثر تھیں۔

عرب کے جنوبی علاقوں میں میں شاہ جہش کی سریستی میں ایک عیسائی سلطنت قائم تھی جس کے سربراہ ابڑھنے نے حضور کی پیدائش کے سال مکہ پر سامنہ ہزار فوج کے ساتھ جس میں فوتے ہے تھی بھی تھے۔ چڑھائی کی تھی تاکہ بیت اللہ کو مسماں کر دے اور عربوں کی توجہ سے ہٹا کر میں کے ایک نو قدر کینیسا کی طرف پھر دے۔ بخزان میں بھی ایک عیسائی سلطنت قائم تھی۔ اور اسی قسم کا ایک کلیسا وہاں بھی بنایا گیا تھا۔ عرب بُت پرست ہر سے کے باوجود اپنے موروثی ابراہیمی مرکز کجھ کو جھوڑنے پر بالکل آمادہ نہ تھے۔ اس کی بدولت انہیں بلے شمار سیاسی و معاشری فائدہ بھی حاصل تھے۔ جن پر ان کی زندگی کا دار و مدار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ میں قید قریب دلادت نبوی سے بحث ہتا کے محروم ترین خاندان بنو کشمیر میں ۹ ریح الاولی کو روز سو سال بیرونیت صبح صادق بھاطاں ۲۳، اپریل ۷۰۰ھ ہوئی۔ اس سے پہلے دن ۵ دنی — قبل اصحاب الفیل کا واقعہ میشہ ہچکا تھا۔ جس کے بعد میں بزرگان قریش نے آپ کے وادا عبدالمطلب کی سربراہی میں کعبۃ اللہ کے پر سے پڑا کروہ مشہور دعا کی تھی جسے ابن حشام نے سیرت میں نقل کیا ہے:

لَا هُنْمَّ إِنَّ الْعَبَدَ يَعْمَلُونَ دَحْلَهُ فَا مِنْعَ دَحَالَهُ

و اسے اللہ نبده اپنے ذریسے کی خفاظت کرتا ہے تو اپنے گھر کا خود دفاع کر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا دفاع کیا۔ کئی سال تک مکہ میں بتوں کی پرستش کا سلسلہ متوقف رہا اور صرف خدا نے واحد کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ اس بات کی تہمید تھی

کہ بست پرستی اور شرک کو محکرنے والا دنیا میں تشریف لا جکا۔ اس کا استقبال اس طرح ہوا چاہیے کہ خدمتے واحد کی عبادت کے نامہ بلند ہوں اور بُجت سر نگوں ہو جائیں۔

چند دن باہ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ آمنہ کے علاوہ اپنی حکلائی ام امین اور ابو لہب کے بزرگی فرمیے کا دو حصہ پیا۔ پھر ایں مکتے کے شرفاء کے رواج کے مطابق قبیلہ ہوزان کی ایک شاخ بنو سعد کی ایک خاتون حیله نے آپ کی رضاعت کی ذمہ داری لے لی۔ آپ پیدائشی تیسم سنتے۔ والدہ تیسم آپ کی ولادت سے چار پانچ ماہ قبل فوت ہو چکے تھے۔ اسی نے آپ کی پرورش عبدالملکت۔ آپ کے وادا۔ کی زیر نگرانی ہوتی۔ کم و بیش ۵ سال کی عمر تک آپ بنو سعد میں رہے پھر مکتہ لاسے گئے۔ مکتہ اس کے بعد مجددی ہی آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور آپ سراسر عرب املاکت کی گورنی آگئے۔ ۸ سال کی عمر میں وادا فوت ہے تو پرورش کا ذمہ ابو طالب۔ آپ کے چھا۔ نے لیا۔ انہی کے ساتھ آپ نے آپ بار بار بخارت میں حصہ لیا اور جوان ہو کر اڑاوانہ ہی کار و بار کرتے رہے۔ کار و بار کو سلسلے میں آپ نے شام، میان اور حکومت کے علاقوں کا سفر کیا۔ مکتہ بلکہ سارے عرب میں پہنچنے کا کوئی رواج نہ تھا۔ آپ بھی اُتھی۔ ان پڑھے۔ مکتہ کی ایک ریشن خاتون خدجہ مختلف لوگوں کے ساتھ شرکت کا کار و بار کیا کرتی رہیں۔ آپ کے صدقی و امانت کی شہرت من کراس نے آپ کو شرکت کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا اور یہی کار و بار آخر کار رشتہ ازدواج میں مسلک کرنے کا باعث بی گیا۔ آپ کی عمر اس وقت ۵۰ سال اور خدجہ کی عمر ۳۰ یا ۴۰ برس تھی۔ آپ کی ساری اولاد۔ دو بیٹے اور چار بیٹیاں انہی کے بطن سے تھیں، صرف ابراہیم مستشفی میں جو ماڑیہ قبیلہ کے بطن سے متینہ میں پیدا ہوئے۔ ترینہ اولاد نے بیکن میں وفات پائی اور صرف چار بیٹیاں۔ زینب، رقیۃ، ام کاشمہ اور فاطمہ زندہ رہیں۔

آپ کا بچپن، درمکبی اور جوانی نہایت پاکیزہ تھی۔ عوام، خواص میں صادر و ایمن کے لقب سے مشہور تھے۔ شروع سے ہی بست پرستی، خراب فوشی اور ہر قسم کی براحتی سے نفور تھے۔ میلوں عظیلوں، ناق رنگ کی مخلوقوں اور ہبہ لعب کے مشاغل سے اجتناب کرتے تھے۔ اچھائی کے انفرادی و اجتماعی کاموں میں لگے رہتے تھے۔ قوم کے بڑے لوگ آپ کو اہم معاملات میں مشورہ لے کر لئے شریک رکھتے اور آپ کی اصلاح رائے پر لوگوں کو احتساب دھتا۔ چالیس برس کی عمر تک بہنچتے ہوئے آپ تنہائی پسند ہو گئے اور غاروں میں اکیلے بیٹھے کر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ مکتہ کے مشہور پہاڑ حرام کی ایک تنگ و تاریک

غفار آپ کی تہبیا یوں کام کرو چکی۔ آخرہ رمضان کو اسی غار حرام میں پہلی وحی یعنی سورہ اقراء کی پاہنچ پہلی آیتیں نازل ہوئیں،
 اُنْ أَيْمَانِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَهُ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلِقٍ اِنْ هُنَّ اَنْجَوْهُ
 زَبْلَةَ الْأَكْرَمُ هُنَّ الَّذِي عَلَمُ بِالْقَلْمَهُ عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا فِي قُبْلَهُ
 پھر اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو جسے ہے کے خون سے پیدا کیا۔ پڑھا اور تیرا
 رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا بخوبی جانتا
 نہ تھا۔

یہ پہلی موقع حقا کو افرشہ آپ کے رو برو ہو کر یہ پیغام دے گیا تھا۔ اس سے قبل
 پچھے خواب تو آپ کر دکھائی دیتے تھے۔ لیکن یہ غار حرام والا تحریر بالکل نیا تھا۔ بتنا ضارب
 بشوتوں اس منفرد واقعہ سے آپ کا گھبراانا لازم تھا۔ چنانچہ آپ لرزتے کا نتھے گھر پہنچے۔
 خدیجہ نے متکی دی اور اپنے چچازاد بھائی ورثت بن نفل سے آپ کو طلایا۔ اُس نے
 واقعہ سن کر آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور خدا کے کام میں مدد و نصرت کا
 پختہ وعدہ کیا، مگر افسوس ورثت کا بہت جلد اختلال ہو گیا۔
حضرت کی زندگی پہلی وحی کے بعد پیغام الہی کا سلسہ کچھ دیر تک منقطع رہا۔ شاید
 اس نے کریم سبق اچھی طرح اذرب ہو جائے۔ تو پھر اگلا سبق دیا
 جانا ممکن سمجھا گیا، یا شاید اس نے کہ آپ اہم ترین خدائی پیغام سے مانوس ہو کر
 آئے وائے احوالِ نظرت کے لئے پوری طرح تیار ہو جائیں۔ اس اڑھائی تین سال کے وقفے
 میں آپ کو جبریل نظرت اور تکشی دیتے کہ: ”اے محمد! آپ اللہ کے برجی رسول ہیں“
 شروع ہجھے رسالت کی گواہی طلبی رہی۔ آخر دسمبری وحی آخری:

لَيَقُولُ الْمُفَدِّيُهُ قُمْ فَانْشُورْهُ وَرِبْلَقْ فَكَتْشُهُ وَلَيَقُولُ بَلَقْ فَطَهِيرُهُ
 ”اے نبیل! اوڑھ کر سوئے والے! امطہ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑی بیان کر اور اپنے
 پکڑے صاف کر، پہلی وحی میں اگر اس حقیقت کا اظہار تھا کہ اللہ تعالیٰ اگر قلم بیسی بیجا
 چیز کو ذریعہ تعلیم نہ سکتا ہے۔ تو ایک امتی کو قاری و عالم کیوں نہیں پساست کہ تو اس
 دوسری وحی میں آپ کو کریمیت بالا دکھل کر فرمائے انداز ادا کرنے، اللہ تعالیٰ کی عظمت و
 تجلی کو واضح کرنے اور نظاہری و باطنی طہارت و نظرافت کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ
 نے ہمارا الہی اللہ کا پیغام بچکے چکے اپنے اعزہ و اقراب اور دوستوں کو سنا اشارہ کیا۔
 خواتین میں سے خدیجہ، بالائی آزاد مردوں میں سے ابو بکر صدیق، بچوں میں سے علی

اور غلاموں میں سے زینبؓ حارثہ نے سب سے پہلے بیک کیا۔ اس کے بعد رشید اردو کو کھل جیش کا حکم ملا اور آپ نے انہیں دعوت دے کر پیام حق شادیا، مگر لوگ بنتے اور مراح کرتے ہوئے آجھے گئے۔ پھر جیش عام کا حکم گواہ اور آپ نے پہلی بڑھ کر سب قبائل کو نام بنا مپکار کر جلایا۔ تو، جمع ہو گئے تو آپ نے پہلے ان سے اپنے صادق و امین ہونے کا بہر ملا اعتراف کرایا اور پھر تو جمیلی کا پیغام پہنچایا۔ اشاعت اسلام کی رفتار بہت سشت میں، مگر جو لوگ اسے وہ پھر جیش کے لئے اسلام کی خاطر وقف ہو جاتے، عوام کے لئے آبائی دین اور شرکیہ رسول ترک کو ناشاق تھا۔ خواص کو اس پیغام میں مسادات انسانی کا سبق دیکھ کر وہ خشت ہوتی تھی۔ وہ کجھ اللہ کے عبادوں ہونے کے باعث آل اللہ کہلاتے تھے۔ دور و نزدیک ان کا حضر اسلام کیا جاتا تھا۔ ریاست و حکومت کی لگدیاں چھوڑنا انہیں مشکل نظر آتا تھا۔ جنہا بیک کو چھوڑ کر ایمان لائے میں سبقت کرنے والے بالعموم غلام، باہر سے اک کرکٹہ میں بیٹے ہوئے لوگ اور "عوامی طبقوں" سے تخلی رکھنے والے افراد تھے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تھا لو بڑھتی رہی قریش کی مراحت و مخالفت بھی ترقی کرتی گئی۔ فوبت یہاں تک پہنچی کہ مخالفت نے عداوت اور شدید اجتماعی مراحت کا رنگ، اختیار کر لیا۔ لوگ اپنے آبائی عطا مدار عبارات، ورسوم کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ ریشن اور سیاسی ملاقات یافتہ طبقہ اس نئی آڑا میں اپنی لفظی تصویر کرتا تھا۔ پہلے لوگ انفرادی طور پر مخالفت کرتے تھے پھر بمخالفت جماعتی رنگ اختیار کر گئی اور آباؤ و اجداد کے طور طریقے کو بھانے کی خاطر ان کی عورت و ناموس اور بزرگی کے واسطے دیتے جانے لگے۔ تمام قبائل نے اپنے نو مسلموں کو ستانا اور اسلام سے پھرنسے کی کوشش کرنا اپنا فلیضہ قرار دے دیا۔ دین کی آواز و حیرے دھیرے اذہان و قلوب کو فتح کری رہی۔ عمر بن الخطاب عدوی اور حمزہؓ بن عبدالمطلب پاشمی کے اسلام لائے سے اہل اسلام کو تقویت ملی تو کفار تنہلا اور رہ گئے۔ یہاں اور جس پر جس چلتا ہے مسلمانوں کو تذییب کا فناز نہیں۔ حضور گے شکار ہوں تو آپ نے صبر و تحمل کی تلقین کے سامنے ملک جسٹوں کو محبت کر جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ مسلمان چکے جہش کو جانے لگے۔ کفار نے راستہ رکھا مگر محبت کا سلسلہ بند نہ ہوا۔ شاہ جہش نجاشی کو قریشی سفارت نے مسلمانوں کو واپس کرنے پر آمادہ کرنا چاہا مگر ناکام رہی اور ائمہ شاہ جہش خود مسلمان ہو گیا۔ اسی واقعہ سے قریشی عداوت اور

مجہر کرکے، اصلیٰ اور انہوں نے مسلمانوں کو ناقابل تصور اور بیش پہنچا دیتے۔ کسی کو پانی میں ڈوبوئے کسی کو گرم کوکلوں، پر لداہا اسکی کو در در سرکش لفڑی سے باندھ کر چھپڑا، بعض کو در در خون کے نہروں سے باندھ کر چھوڑ دیا اور جسم کسی جدائے اور راسی حالت میں وفا نہ ہو رہا۔ مسلمانوں کا باہمیکاٹ ہوا۔ خاندانات پری ہائمش قطع نمان کیا گیا اور حضور چند مسلمانوں اور بیوی ہائمش سبب ایک کھائی میں پناہ پہنچے ہر عبور ہوئے۔

نشوت کے نیار صوریں سال حضرت محمد پیر کی وفات ہو گئی۔ حضور پیر طبری از مرادیان آپڑیں اور بچوں کے باعث شدید پریشانی کا سامنا ہوا۔ اسی سال آپ کے چچا اور خاندان کے سرپرہاء ابوطاہب کی وفات ہو گئی جو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے۔ یہ قادر میر پیرینانی کا باعث شدید تر۔ اسی سال معراج کا واقعہ پیش آیا۔ آپ کا تسلیت مالیوں ہو کر حضور نے حکوم پر کربلا کی عرب سے تعاون حاصل کرنے اور انہیں اسلام لھنے کی ترغیب دیتے کا کام شروع فراہی۔ سب فراہل سنے ایمان لانے یا فعادوں و نصرت کرنے سے الکار کیا۔ طائف بھی فخر پیغام سے گئے تو وہ لوگ سخت بد سلوک سے بلکہ بد قیمتی سے بیش اُسے۔ اسی کو ششن بھی اس سال جو پرائے ولے قبائل سے ملے اور انہی کی رسالت پہنچانا شروع فراہی۔ مدینہ کے چند اشخاص نے جو اکٹے تو اکٹے ملکتے ایک مشوارے کے نتیجے، اسلام قبول کر دیا۔ اور یوں اسلام کی آواز ملت سے باہر در رک جا ہئی۔ ان لوگوں کی تلقین و تبلیغ سے مد فی قبائل اور فتوح کے پہنچتے لوگ مسلمان ہوئے اور آئندہ سال موسم بیچ میں سو کے قرب انصار مدینہ میں گئے اور آپ سے بیت ہونے کو حاضر ہوئے۔ ان میں کوہنوری کے انتخاب کا عذر رکیا اور آپ سے اصحاب کو اکاؤ کا یعنی حضرت کامیکم دیا۔ یوں ہجرت مدینہ کا غاز ہوا۔ جب لکھ میں سوائے خورلوں ہی بیکوئی اور ضعیف و مخذول مسلمانوں کے سوا اور کوئی نہ رہا تو آپ سے بھی محیت یار غار البر کا صدر میں ہجرت فرمائی۔

بحد فی فر رک اسلامی عقائد کی بعض تفاصیل نازل ہوئیں۔ (اصل عقائد اور کچھ اخلاقی تفہیمات کا نزول مکہ میں ہو چکا تھا) یہ دو اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اسلام کو ایک اپنا دل بن، اپنی سلطنت و حکومت اور اپنا خالص اسلامی محاشرہ پیش کر۔ اس دور میں عجادات کے علاوہ معاشرتی، معاشی، اخلاقی، سیاسی اور صلح دینگ کے احکام نازل ہوئے۔ مکہ میں مشترکین کی مکومت تھی لیکن دشمن صرف انہیں

مک محدود تھے، مدینہ میں ان کے علاوہ اب کتاب اور منافقین سے بھی معاملہ پیش آیا۔ جنگ بدر سے بلوک بیک کا ایک طولی سلسلہ غروات پیش آیا۔ مشتکین کرنے مہمود مدینہ اور منافقین کے ساتھ ساز باز کر کے بار بار اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو کھسپہ کرنے کی کوششیں کیں۔ جنگ بدر میں ۳۰۰۰ غیر مسلح مسلمانوں کو ایک نیڑا سرحد مسلح کفار پر پہلی مرتبہ میدان جنگ میں فتح حاصل ہوئی۔ اور اسلام کی دعا کہ ہر طرف بیچھے گئی۔ جنگ احمد میں پہلے بیتل کفار کو شکست ہوئی مگر چند مسلمانوں کی غفلت اور رجاعت کے باعث کفار کے دوبارہ اپنا ناک ملک کے باعث کافی نقصان ہوا۔ جنگ خندق میں قبائل عرب کی متحدہ قوت مدینہ پر چڑھا آئی مگر آخر کار محاسرو اٹھا کر ناکام اپنی لوٹی۔ رشتہ میں حد پیغمبر کا صلح نامہ مرتب ہوا جس میں پہلی مرتبہ کفار کرنے مسلمانوں کو ایک فریق مقابلہ تسلیم کر کے ان سے دس سالاً معاہدہ صلح کیا۔ اگلے سال جنگ بیتل ہوئی۔ اور یہودی قوت منتظر و مفتوح ہو گئی۔ اس سے پہلے یہ لوگ مدینہ میں بار بار عہد شکنی کر چکے تھے۔ دو قبائل بنو قیفیخ اور بنو قیفیخ تسبیر میں جلاوطن ہوئے تھے۔ اور تمیل قبیلہ شور قبیلہ پہنچے مقرر کردہ شامت کے مقابلہ قتل اور علامی کی سزا برداشت کر چکا تھا۔

رشتہ میں کفار ملک کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور نے مکر پر فوج کشی کی اور خون خرابی کے بغیر مکمل کر فتح کریا۔ اگلے سال رومیوں نے بے سبب حدود عرب کو پار کیا اور مقابلے کے بعد حضور مخدوم ایک شلکہ جبار سمیت حدود شام تک پہنچے۔ مکر دمی پچھے ہٹ گئے اور یہ علاقوں کے بغیر مفتوح ہو گیا۔ اسی سال ج فرض ہوا اور حضور نے پہنچ مسلمانوں کو واپس کر صمدیت کی راہت میکج کے لئے روانہ فرمایا۔ اگلے سال آپ خود ج پر تشریف لے گئے۔ اور سوالا کہ مسلمانوں سمیت ارکانِ جمادا فرمائے۔ اسی موقع پر میدانِ عرفات میں خطبہ بنو یهودی کے بعد مہیل دین کی بشارت نازل ہوئی۔

آیُوْهَا أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيَنَكُمْ وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ دِعْمَتِي وَرَحِيمْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (الائدہ)، راجح میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کا مل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اسے مہارے لئے اسلام کو یعنیت دین پسند کیا۔

صلح حد پیغمبر کے بعد مکون واطینیان کا ایک وقفہ ملا تھا۔ جس میں حضور نے وقت کے باوشا ہوئی اور سلطنتوں کے سربراہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ شاہ ایران نے نامہ بمارک کو جاک کر دیا اور گستاخانہ کلامات زبان پر لایا۔ آپ کو اطلاع میں تو فرمایا کہ اس نے اپنی سلطنت کو پُر زرے کے کڑا لھبے۔ (چنانچہ عہد خلافت فارغ تھی میں۔

یہ میں گوئی حرف بحروف پوری سہی اور عہدہ عثمانی میں شاہ و برکان اپنی سلطنت سے باہر کا بیل کی حدود میں بجا سے جلا وطنی مارا گیا) شاہ و دم ایمان تو نہ لایا مگر حضورؐ کی ترسنے کی تصدیق کی۔ شاہ مصطفیٰ اپنے جذبات کا انٹھا رکیا اور تختے روشن کئے۔

آخری رجع کے بعد ۱۶ ربیع الاول اللہؐ کو ہر روز سوم بوقتِ چاشت آبستے ایک خلسر عالم است کے بعد داعیِ اجل کو بیل کیا۔

اسلامی تعلیمات

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتی وصفاتی توحید کا عقیدہ جو خصائصِ اسلام بہت ہے۔ اسلام کے سواد بنانے کے موجودہ ادیان و مذاہب میں یہ عقیدہ انسی و تاخت و صراحت کے سامنے نہیں ملتا۔ بے۔ رسالتِ یعنی اللہ کے سب انبیاء و رسول پر از آدم تا محدث رسوال اللہ خاتم النبیین ان کی سمعت و عصمت سمجھتے۔ ایمان لانا۔ جن کا نام کتاب و سنت میں آجکا ہے۔ ان پر نام پڑاں تفصیلی ایمان لانا اور باقی پر اجمالی ایمان رکھنا۔ چ۔ کتبِ الہیہ جو انبیاء و رسول پر نازل ہوئیں ان کی صفات اور اپنے اپنے ادفافات میں واجب العمل ہے۔ ایمان لانا۔ و۔ حلقہ کذا اللہ پر ایمان لانا کردہ خدا کی سمعت کے خادم اور کارکن میں۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرقہ ان کے ذمہ کئے ہیں۔ مثلاً وحی لاناجڑیں کے سپرد تھا۔ وہ بے چون و بجز بلا کم و کامست انجام دیتے ہیں۔ وہ تذکیر و تائیش اور افروہائش نسل و تولید سے مبترا ہیں۔ وہ یوم آخرت پر ایمان لانا کہ اس کائنات کو ایک دنی اجتماعی فنا کا شکار ہونا ہے۔ اور اگلے پچھے سب حساب و کتاب اور جزا اور سزا میں کے لئے اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے۔ اور اپنے اپنے فیصلے کے مطابق جنت یا روضخ میں جائیں گے۔ و۔ دنیا میں سب کچھ اللہ کے ارادے اور قدرت اور علم ازیں کے مطابق ہوتا ہے مگر انسان کو نیک و بد میں انتباہ کرنے اور اس کے مطابق چلنے کا اختیار حاصل ہے۔ حق موت کے بعد از سر زندگی شروع ہو گی جس میں اعمال کا پورا پورا بدل رکھے گا۔

۲۔ عین وفات اس عاقل و بالغ مسلمان پر ناگزیر ہے۔ فرقہ کے علاوہ کچھ سنت و فوائل بھی ہیں جن سے فرقہ کی تکمیل ہوتی اور قرب خداوندی کا حصول ہو سکتا ہے۔ ب۔ صاحبِ نسب مسلمانوں پر سال کے بعد زکوٰۃ فرض ہے جو نقدی کے علاوہ ہموالی سچارت اور مالی مولیشی پر بھی مقرر کی گئی ہے۔ ہر جنس اور نوع کے مختلف نصاب

منفرد کئے گئے ہیں۔ جو بہر عاقل بات مسلم پر مسلمان کے روزے سے فرض کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ نفل روزہ کے فضائل بیان کئے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو اس کی طرف رغبت ہو۔ دو صفات استقامت مسلمانوں پر عرب بھر پیش اکب۔ بار جو کعبہ فرض مصہراً یا گیا ہے۔ تاکہ دنیا بھر کے مسلمان اس اجتماعی عبارت بہ شامیل ہو کر اسلام کی عالمگیری برپا رہی اور مساوات اسلام کا عمیق منظاً برپا کر کے رضائے الہی حاصل کوئی۔

ان عبارات کے علاوہ تلاوت قرآن اور حصول علم دین پر فرض کیا گیا ہے۔ ضروریات و قسم کے لحاظ سے ہر قسم کے علوم و فنون کو حاصل کرنا بھی لازم گردا ہے۔ جیسا کہ حضور کی سنت اور خلفائیت راشدین کے عمل سے واضح ہو یا ہے۔

۲- معاشرتی احکام اسلام نے زوجین، والدین، والاد، ہمسایلوں، اہل شہر اہل وطن، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کے فسح اور واضح احکام بیان کئے ہیں۔ جن پر عمل پڑا ہوئے سے ذندگی میں سکون والطینان اور سوراسائی میں امن و سلامتی پیدا ہوتی ہے۔ یہ احکام مدنی سورتوں بالخصوص اتفاقہ، انتشار، التحریم، المائدہ، الطلاق میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اور کتب حدیث میں بے شمار ابواب کے تحت ان کی شرح و تفصیل آئی ہے۔

۳- معاشری احکام ذرائع معاشر کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ دھوکا، فرب، نیمات، غصب، چوری، ادک، رسکو و بیسی مختشوں کی مذمت و تحریم وارد ہوئی ہے۔ حرام ہیشوں کی رخصیت بیان کی گئی ہے۔ بیخ و شراء، تجارت، صنعت و ملازمت ہر ق ذندگی کے سبھی معاملات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۴- اخلاقی احکام اسلامی تعلیمات میں اخلاقی احکام کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اخلاقی احکام اخلاقی حشر کے فضائل اور اخلاقی سیئے کے روایتی بیان ہوئے ہیں۔ صدق و امان، دیانت، راری، وعدہ و فائی، عدل و احسان، تقویٰ، صبر و شکر، ذکر الہی، عز و رُگر اور خدمت، خلق کی ترغیب ری گئی ہے۔ اور کذب و خیانت، بد دیانتی، بد عہدی، بے انصافی، خود غرضی، بغرض و حسد سبب و شتم بھی جسے اخلاقی کی نہ تھت بیان کر کے ان سے نفرت دلائی گئی ہے۔

۵- سیاسی احکام اتحاد، انقلاب، ضبط، صفت، بندی، مشورہ، امانت، امبرادر احسان ذمہ راری کا حکم دیا گیا ہے۔ کوئی خاص طرز حکومت

واضح طریقہ نہیں بتایا گیا تا کہ مسلمان ہر قسم کے حالات میں اور ہر زمانے میں مناسب بنتنام خود کیں۔ مناسب حد بندیاں قائم کر دی گئی ہیں۔ اور راعی و رعایت کے حقوق و فرائض بتا دیتے گے ہیں۔ غوئے کا انظہر ملکت اور طرز حکومت وہ قرار دیا گیا ہے جو آپ کے اولین شاگردوں نے قائم کیا۔ جونتا قریب تبریز کا۔ اتنا ہی بہتر ہو گا۔ اور جتنا اس سے بعید ہو گا اتنا ہی بڑا ہو گا۔ مقاصد حکومت بتا دیتے گے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ہر دور کے مسلمانوں کو نظر و ضبط اور حکومت خود قائم کنالا نام ہے۔

۴۔ جہاد اور صلح و جنگ کے احکام [صلح اور وقت محدود متنع کو شش کرنا] فرض مطہر یا گیا ہے۔ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے بے شمار فضائل بتائے گئے ہیں۔ شہادت کی حکومت کو چیزاتِ جادوائی قرار دیا گیا ہے۔ دو مستقل سورتوں یعنی الافق اور التزہر کے علاوہ اکثر مدنی سورتوں میں جہاد و قتال اور حرب و ضرب کے احکام بیان ہوتے ہیں۔ غیر دل کے ساتھ مناسب حالات، میں صلح و معاہدے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور پابندی عہد پر بردا نور دیا گیا ہے۔ عہد شکنوں کے خلاف اعلان جنہاً کا حکم ہے۔ اسلحہ تیار رکھنا، فوز جنگ سیکھنا، ہر قسم کی وقت مہیا کرنا مسلم جماعت کے فرائض میں داخل ہے۔ اسلام کے وفاع اور حق کی سرپرندہ کی خاطر وقت تیار رہتے کا حکم قرآن مجید میں بڑی وضاحت، کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے علاوہ دین میں عالمی نظام کی بھی تفصیل آتی ہے۔

۵۔ دین و شریعت [کے معنوں میں فرق بھی ہے۔ دین کا مطلب ہے حیات، دینوی گزارنے کا افراطی و اجتماعی نظام۔ اسلام اللہ تعالیٰ کے احکام و نویا ہی کے اس مجموعے کا نام ہے جو اس کے بغیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا والوں کی رہنمائی کی خاطر تاریخ اور مقصداں کا یہ ہے کہ لوگ اپنی افراطی اور اجتماعی زندگی کو اس طریقے کے مطابق کر دیں۔ تاکہ دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح حاصل ہو۔ ہر یقیناً دین اسلام کا دامی تھا۔ اُن الٰتیین عَنْهُ اللّٰهُ الْإِسْلَامُ (آل عمران) "بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے"

وَمَنْ يَتَّبِعْ عَيْنَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَأَنَّ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمَغَاسِبِينَ "آل عمران" اور جو اسلام کے سوا کوئی طرز حیات چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کر جائے گا۔ اور وہ پھریلی زندگی میں نقصان پائے گا۔ ابراہیم اور لیعقوب نے اپنی اولاد کو دین اسلام

پڑنامہ رہنے کی وصیت کی تھی۔

بِيَارْسَى إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لِكُفُّارَ الظَّالِمِينَ فَلَا تَحْمِلُنَّ إِلَّا مَا أَنْتُمْ مُمْسِلِمُونَ ه
 (البقرة) ”میرے پیارے بیٹوں اللہ نے تمہارے لئے یہ دین پکن لیا ہے سوتھ مرد اسی مال میں صرزاک مسلمان ہے“ دین کے بنیادی حقائق، عقاید، اخلاق اور بنیادی عبارات جھیشنا یک رہی ہیں۔ وقتی ضروربات کے لحاظ سے قانون و شریعت میں رو و بدل ہونا رہا۔

إِنَّمَا كُفَّارُ الظَّالِمِينَ مَنْ كَفَرَ بِشَرِيعَتِنَا وَمِنْهَاجًا (القرآن) ”هم نے تم میں سے ہرامت کے لئے قانون و شریعت اور راہِ عمل مقرر کی“ پس شریعت سے مرد دین کے قانونی احکام میں۔

اسلامی شریعت کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے۔ مگر اس میں ہر زمانے پر عمل درآمد کے لئے اجماع و اجتہاد اور قیاس کی کافی لمحہ رکھی گئی ہے۔ ۱۰ سالی اسلامی فقہ (قانون و شریعت) کے چار ماخذ مذہب رئے کے ہیں : کتاب، الشہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس۔ ۱۰ سال کی ضرورت یہ تھی کہ ہر دو ورکے احوال و ظروف میں شرعی احکام پر عمل کیا جائے۔ شریعت میں بالعموم عدالتی نظام، عدل والاصاف کے احکام اور طریقے، جرائم و حدود، قانون شہادت مدعی و مدعی عامل کے احکام، قاضی کے صفات و احکام بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ معاملات باہمی کا ہر وہ مقدمہ جس میں نہایت پیداوار کی ایک ایسا حکام بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی تفاصیل کے لئے حدیث و فقہ کی کتابوں کے ابواب و فصول کا مطالعہ بڑا و پچھپا ہے۔

نَعْمَنْ بُنُوتْ ہے۔ اسلام خدا کا آخری دین ہے جو اعلان خداوندی کے مطابق اکمال و اتمام کے مراحل پر کر چکا ہے۔ حلال و حرام کے ضوابط، قوانین شرع واللہ اور بندے کا تعلق اور بندوں کے باہمی تعلقات کو آخری شکل میں آثار دیا گیا ہے۔ اب کسی جدید قانونے قانون یا کتاب و دستور کا نہ انعطای ہے ضرورت۔ انہی حقائق کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سورہ الحزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا لقب عطا فرمایا ہے۔ اسلامی عقائد کی فہرست میں جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کا بیان آتا ہے تو اس سے مُراد آپ کو اس حیثیت سے رسول اللہ مانتا ہوں گے: کہ آپ آخری بنی اور آخری فامور من اللہ ہیں۔ اب از رو کے اسلام کی جدید رسالت و نبوت کا انتظار نہیں۔ یہی سبب ہے کہ صحابہؓ نے جھوٹے مدعاوں نبوت کے خلاف قتال کی۔ اور انہیں کیفر کردار نہ کہ پہنچایا۔ بعد کی صدیوں میں بھی جب اور جہاں کہیں

کوئی شخص نبوت و رسالت کا مدعی بن کر اُنھاؤ سے کذاب و دجال قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ
دہنی سلوک کیا گیا جو حکومت کے باغیوں سے کیا جاتا ہے جنہوں کے بعد کسی جدید نبوت و رسالت
کا دعویٰ دوسرا سے الفاظ میں حضور کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا ہے۔ ایسے شخص کو رائجِ وقت
قوانین کے مطابق جو باعثی کی سزا ہے اس سے بھی شدید تر سزا ملنی چاہیے۔ وہ اسلام کی مرکزیت
عفیٰ نہ رسانا۔ کا باعثی صفت ہے۔

قرآن مجید قرآن مجید سال کے عرصے میں وقتاً فوتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل کی صرفت
اُنتری۔ یہ سب کم و کاست اپنی بالکل اصلی شکل میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے پاس لاکھوں
کروڑوں مسلمانوں کی صورت میں موجود ہے۔ اور سر زمانے میں ہر مسلم بکار و قوم کے اندر
اس کے بے شمار حافظ موجود رہے ہیں۔ آج دنیا بھر کی مذہبی کتابوں میں صرف یہی وہ کتاب
ہے جو صحیح محتی میں بھی بھیغتہ محفوظ ہے۔ اس کے بے شمار تواجم و تفاضل بخوبی گیتیں اور آنندہ
بھی لکھی جائیں گی مگر بے شمار زبانوں کی یہ کتابوں میں قرآن کے ترتیبے اور تفہیم کیلاتے ہیں،
قرآن صرف وہ کتاب ہے جس کی تہذیب ازوالوں، خطبوں، جلسوں، گروہوں اور مسجدوں میں
تلادت کرتے ہیں۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے کسی ملک میں کسی پریس میں بھی یہ
کتاب چھے، ایک ہی ہو گی۔ اس میں سرتوں فرقہ نہیں آئے گا۔ اس کی جس قرأت پر حضور کر
کے پہلے شاگردوں نے اسے صحیح کیا تھا، اسی پر پڑھہ ہزار برس سے پڑھی جاتی اور لکھی
چلی آئی ہے۔ بعض الفاظ کے لب و لہجے کی ادائگی میں جو فرقی ہے اسے بھی محفوظ رکھا گیا ہے۔
اس کا رسم الخط بھی محفوظ ہے۔ اس کے الفاظ، حروف، نکتے، آیات، ہر چیز کو شمار کیا
گیا ہے۔ جتنا کام اس کی پر ہو گا اس کی اور کسی کتاب پر نہیں ہوگا۔ اس کو سمجھنے
سمجھانے اور پڑھنے پڑھنے کے لئے بہت سے علوم و فنون ایجاد ہوئے ہیں جو آج
مسلم عوام میں مشہور و معروف ہیں۔ تعریض کتاب ہر پہلو اور ہر حکما میں دنیا کی بے مثال
کتاب ہے۔ اسلامی عقیدے کی رو سے اس کے الفاظ و معافی اور قرأت و تجوید ہر چیز
خدا کی طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوئی تھی اور جیش محفوظ رہے گی۔

اعجاز القرآن اعجاز القرآن مگر ان میں سب سے بڑا اور زندہ و پایہ نہ محرجه قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے کفار کو پہلے اس جیسی کتاب بنالا ستھ کا چیلنج دیا۔ اور فرمایا کہ تم لوگ قرآن کو کوہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفہیف قرار دیتے ہو لہذا،

فَلِتَّيْنَ اجْتَمَعَتِ الْجُنُونُ وَالْأَنْسُ عَلَى أَبْنَيَاتِهِ بِمِثْلِ هَذَا الْقُسْ أَنْ
لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَا كَانَ بِقُصْهُ نُسْخَةٌ بِعَصْرٍ حَتَّى يُبَيِّنَهُ

مکیہ اگر اس قرآن کی مثل لئے آئے پہ جن داشت بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک دوسرے کے مدعاو
ہونے کے باوجود وہ اس کی مثل شناسیکیں سمجھے، جب اس تحدی پر کچھ وقت گزرا گیا۔ اور
کوئی مرد میدان سامنے نہ آیا تو اس کی شناسیکیں نہیں کرو گئی۔ اور اس قرآن جیسی دس
سورتیں لئے کر کیا گیا۔ فَإِنْ أَيْعَشْتُ سُورَةً مُفْتَرِيَاتٍ ”اس
جیسی دس خود ساختہ سورتیں لے آؤ“ جب اس پر بھی کوئی مدعی مقابل نہ اٹھا تو آخری غیر
مشروط واعی پیغام یوں دیا گیا۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَرَيْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَاتُوا إِسْرَارَةً مِّنْ مِثْلِهِ
وَأَدْعُوا شَهِيدَاءَ كَمْ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ أَنْ كُنْتُمْ صَدِيقِنَ ۝
(البقرہ)، اور یہ کتاب جو ہے اپنے بنے پر آثاری اگر تھیں اس میں کوئی شک ہے تو
اس جیسی ایک سورت بننا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب گواہوں مددگاروں کو بلاو،
اگر تم پتے ہو تو کر کے دکھاؤ؛ اس آیت میں کسی قوم، کسی زمانے یا ملک کی کوئی شرط نہیں۔
قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت الکوثر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہلا اس جیسے ہیں جلے ہی
بننا کر لے آؤ۔ چھرخاں لین کر غیرت والے کے لئے یہاں تک فرمادیا گا کہ :

فَإِنْ لَمْ تَعْمَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاقْتُلُوا نَارَ الْآتِيِّ وَقُوْدُهَا النَّاسُ
وَالْحَمَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَفِرِينَ ۝ ”پھر اگر ایسا ذکر و اور
اور ہرگز کبھی نہ کر سکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جس کا ایسہ من انسان اور پھر ہوں گے۔
وہ منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے“ مگر دشمنوں کو سانپ سونگکر دیا۔ وہ گالیاں دیتے
ہے۔ اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کرتے رہے۔ سازشیں کرتے رہے۔ فوجی کارروائیاں
کرتے رہے۔ مگر یہ چیز جوان کے لئے پیغام ہوتا ہے۔ اسے قبول نہ کیا اور نہ کبھی کریں گے۔
اس سے بڑھ کر قرآن کی صداقت کا اور کون سا عملی و علمی ثبوت ہو سکتا ہے؟ جو اس کی
صداقت کے نہ اڑاویں دلائیں اور بھی موجود ہیں!

جنت و دوزخ | عقیدہ ایمان بالآخرت کی تفصیل میں جنت و دوزخ کا معنیہ بھی
جنت و دوزخ شامل ہے۔ جنت کا لفظی معنی باغ ہے وہ رضائے الہی کا طور ہے
جس میں ان لوگوں کو ہمیشہ کی زندگی کر لئے داخل کیا جائے گا جو میدان حشر کے حساب
کتاب میں کامیاب نکلیں گے اور جن کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں گی۔ اگر ایمان سلامت

ہم اتو گز کاروں کو کیا تر اہل فضل سے یا پیغمبر اور ان کے فریان برواروں کی شفاعت سے بخش
دیا جائے گا۔ کچھ ایسے بھی ایماندار ہوں گے جنہیں کچھ وقت کے لئے سزا کی خاطر۔ تاکہ وہ
گناہوں سے پاک و صاف ہو جائیں۔ دوزخ میں بھی جائے گا۔ اور سزا ختم ہونے پر یا
بذریعہ شفاعت یا رحمت خداوندی سے دوزخ سے رہا کر کے جنت میں بھیجا جائے گا
جنت کی نعمتیں بے حد و شمار ہوں گی اور دنیا میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جنتم۔
دوزخ۔ خدا کے عذاب، اور ظہور عدل کا مقام ہے۔ مشرق و کافر اور منافق تو اس میں
اپنے اپنے درجے اور مرتبے کے مطابق بھیشہ رہیں گے مگر اہل ایمان کے لئے وہ ایک مقام
سیاست و طہارت ہو گا، کہ انہیں گناہوں کی میل کیل سے صاف کر کے جنت جیسے پاک مقام
میں لے جایا جائے۔ جس طرح جنت کے بے شمار درجے ہوں گے اسی طرح جہنم اور اس کے
عذاب کے بھی درجے اور درجے ہوں گے۔ لغو بال اللہ صلوا

جمع قرآن میں اسلام کے تمام مخالفات پر پہنچنے کے باوجود حقیقت و اقدیم
ہے کہ قرآن کی جمع و ترتیب کا کام اس کتاب کے نزول کے پہلے دن سے
شروع ہو گی تھا۔ جو اختتام نزول کے سامنہ اتمام کو پہنچ گیا۔ حسب وحدۃ خداوندی:
إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ، وَ قُدْرَةُ آنَّهُ (القيامة)، وَ اسے جمع کرنا اور پڑھانا نحو
ہمارے ذہن ہے: ترجمان القرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں
فرمایا ہے کہ، ای جمعہ فی صدر لفظ "یعنی اسے رسول! اسے آپ کے سینے میں
جمع کرنا اور پھر آپ کی زبان سے پڑھوانا اللہ کے ذمہ ہے۔" پس جمع قرآن کا پہلا خرینش
رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک تھا۔ جوں جوں قرآن اُترتا گیا آپ کے سینے
میں حفظ ہوتا گیا۔ ہر فتحی اُترنے والی سورت یا آیت انجمازی رنگ میں سب سے پہلے جزوی
سے من کر آپ کو پار ہو جاتی تھی۔ سو مت لمبی ہر یا چھوٹی، اس محلتے میں کوئی فرق و امتیاز
نہ تھا۔ پھر آپ نے قرآن کو لکھوانے اور کسی اصحاب کو اس کے صفات تیار کرنے کا حکم دے
رکھا تھا۔ ان لوگوں کو کتاب وحی کہا جاتا تھا۔ خلفائے راشدین کے علاوہ کم و بیش دو درجن
لوگ وحی کے کاتب رہے ہیں۔ آپ انہیں بلاؤ کر اپنے سامنے لکھوائے تھے، پڑھو کر گستاخ، ہر
آیت اور سورت کا محتوى و قرع بتاتے تھے۔ لکھنے کا سامان یہ تھا: چوری چوری ہڈیاں،
پتھر کے طویل و عریض مکڑے، لڑہے کی تختیاں، ہر کی کھال کی جھلی، ان جیزروں پر لمبے
کیلیں سے کھود کر لکھا جانا تھا۔ فلم و ذات بھی استعمال ہوتی اور ان پیزروں کے علاوہ
بعض دفعہ اور سامان کی بت بت بھی کام میں لایا جاتا تھا۔ کتابیں وحی کو حکم تھا کہ بالحروف آپ

کے قریب رہیں تاکہ بوقت صدورت بلوا کرنا اگر مجلس میں موجود ہوں تو بھی وہی لکھوائی جاسکے بہت سے لوگ حافظ قرآن بھی سمجھتے۔ ویسے بھی نزول قرآن کی رفتار بہت سُفت تھی کہ سو برس میں تمام وکمال کو پہنچا، لہذا اس کا یاد کر لینا بہت سہل تھا۔ آج تک توہمارے پچھے تین چار سال میں حافظ ہو جاتے ہیں۔ آپ شاہزادوں کے علاوہ خطبوں میں، وعظ و تقریر کی علسوں میں، غیر علسوں کو شیخنگ کے وقت قرآن کی تلاوت فرماتے رہتے ہیں اور ہر وقت لوگوں کی یادداشت تازہ ہوتی رہتی تھی۔ مسجد بنوگی کے علاوہ مدینیت کی حملہ دار مساجد میں اور دُور دراز دیہات دھرمگار میں قرآن کی تعلیم و تلاوت کا سلسہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ مردوں کے علاوہ یہ سلسہ بچوں اور خواتین میں بھی چلتا رہتا تھا۔ خواتین حضور کے گھروں میں یادوسے مقامات پر جمع ہو کر مذاکرات و مکالمات اور مسائل شروع کے تعلیم و تعلم کے علاوہ قرآن کی تلاوت و حفظ میں بھی کوشان رہتی تھیں۔ اُس دور میں ریاست و حکومت کا عہدہ اُن لوگوں کو متنا جو دوسری اہلیتوں کے ساتھ ساتھ علم قرآن میں بھی کافی درست رکھتے تھے۔ یہ گرایا تعلیم قرآن کی ایک بھی ترقیب نہیں۔ کتابیوں و میں کے علاوہ اور لوگ بھی اپنی یادداشت کے طور پر قرآن لکھتے اور اسے زبانی یاد رکھنے کے علاوہ کتابت کے ذریعے سے بھی محفوظ رکھتے تھے۔ حضور محمد و عبیدین کے خطبوں میں قرآن کا کوئی نہ کوئی حقہ تلاوت فرماتے رہتے تھے۔ خیر اور عشاگی فرض شاہزادوں کے علاوہ مذاہجہیوں آپ اور آپ کے اصحاب بھی بھی سورتلوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ کتب حدیث اس قسم کے بے شمار واقعات سے پُر ہیں۔ حضور کے زمانے میں آپ کی زبردستگانی نہ صرف قرآن مجید کا جمع ہونا اور بہت سے لوگوں کے پاس اس کے مکرر بحث کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بات بھی انہر میں الشمس ہے کہ اس کی ترجیب سُور و آیات بھی آپ ہی نے صاحبہ کرتبانی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جریل جب قرآن کا کوئی حصہ سے کو آئے تو آپ کو یاد کرنا کے سامنے یہ بھی بتاتے تھے کہ اسے فلاں مقام پر فلاں سورت سے پہلے اور فلاں کے بعد باتفاق آب سے قبل اور فلاں کے بعد دون کیا جائے۔

حضور کے جیں چیات میں آخر وفت، اک۔ کسی حکم یا ہنی کے نزول کا امکان باقی خا۔ دین کی نکیلیں ہو چکی ہیں۔ مگر بعض احمد و ابو اسی کی رضاحت ممکن تھی کہ اسی اخلاقی تبلیغ کا نزول ہو سکتا تھا۔ اس مصلحت کے پیش نظر حضور نے ان مختلف جموروں اور یادداشتوں کو جو کتابیں دیں کہ پاس موجود عین کسی ابک۔ صحیفہ یا کتاب کی شکل نہیں دی۔ اگر ایسا حکم دیا جاتا تو کسی نبی آئیت، باسورت کے نزول کے بعد بھراں کتاب۔ کوئی طریقاً اور از سرفورت، کرنا پڑتا۔

یہ کام خلیفہ رسول ابو بکر صدیق شفے انجام دیا۔ جنگ یاد میں شہید ہئے واسے صحابہ میں بہت سے حفاظ قرآن بھی ہے۔ جب اس کی اطلاع دار الخلافہ میں ہنسی تو حضرت عمر فاروق کی غلطی طبیعت اور زگاہ دودر میں نے فوراً فیصلہ کیا کہ اب قرآن کو ایک مصحف میں سرکاری مددانی میں بحکم کرنے کا وفت آچکا ہے۔ چنانچہ ان کے مشورے سے خلافت صدیقی ہیں یہ اہم کام سراجخان پایا۔ اس میں جیلیل القدر فقیہ ر عملے صحابہ اور حفاظ قرآن سے دری گئی۔ اور تقریباً پچھے ماہ کے عرصے میں ایک مصحف، تیار ہو گی۔ جو مصحف امام کہلایا۔ یہ نسخہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تحول میں رہا پھر حساب عمر فاروق کے پاس رہا۔ ان کی شہادت کے بعد اتم المؤمنین حکمیت سے اپنی تحولی میں رکھا۔ حضرت عثمان رضی وآلہ وآلہ وہیں کے دور خلافت میں کچھ لوگوں میں قرأت قرآنی میں اختلاف ہوا۔ اس واقعے سے مناشر ہو کر انہیں نے مہر بر کام اُسی پہلی جماعت کے سربراہی جو خلافت صدیقی میں جمع قرآن کا کام کر بیکھی۔ اس کیمی کے ناظم کاشی، وحی زین بن شاہست، نے۔ انہوں نے حضرت حفظیت۔ یہ اصل فتح منلگا کر اس کی ساتھیں فکھیں اور سلطنت کے تمام صوبوں میں بھجوادیں سیفع اختلاف کے نتیجے حکم دیا۔ اگر کوئی کو اس کے علاوہ اگر کسی کے پاس کوئی اور یادداشت ہو تو اسے ضائع کر دیا جائے۔ اس طرح قرآن شایع ہوا اور مشرق و مغرب میں ہر طرف ایک ہی نسخہ پر سب مسلمان متفق ہو گے۔ حضرت عثمان غنی کو اس سبب سے جام القرآن کہا گیا۔ ان مختلف نقول کی اصل کا پیاس ترکی تاشقندہ، مدینہ منورہ کے علاوہ بعض اور مقامات پر بھی بتائی جائی ہیں۔ ان کے علاوہ پنجاب پہلک، لاہور پریمی لارہور میں حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بنایا جا ہے جس میں موجود مصاحف سے سربرفری نہیں ہے۔

جمع قرآن پر عالم اسلام کے مشہور عقین و اکابر حمید اللہ کا خطہ موجود ہے جو خطبات بہادر نامی کتاب کی زبان ہے۔

تذکرہ حکمیت عالم اسلام میں ہر مسلم کے گھر میں قرآن مجید کے متعدد نسخے موجود ہیں۔

جنگ یاد میں بڑھتا اور اولاد کو پڑھانا ہے۔ ہر مسلم آبادی میں کسی حافظ قرآن ہوتے ہیں جو سماز تراویح میں ہر سر عام پورا قرآن کم از کم ایک مرتبہ زبانی سُلٹے ہیں۔ ہر اچھا مسلمان اس بات کا خواہیں مند ہوتا ہے کہ میری اولاد یا ان میں سے ایک آدمی ضرور حافظ ہو۔ پس قرآن کا حرف، بحروف، حفظ و مصنوں ہونا ہر خاص و عام پر واضح ہے۔ بھی سبب ہے کہ اعداد اسلام کو قرآن پر اس بہلو سے اعزاز کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ اعزازات، اور شکوک و شبہات، کافشا نہ بنانے کے لئے انہوں نے حدیث کو چھاہے۔

مستشرقین کی جماعت نے اس موضوع پر کھل کر انہیاں خیال کیا ہے۔ کیونکہ حدیث کی تعلیم و قلم اور اس کے مختلف علوم و فنون پر گفتگو کرنا علماء کا کام رہا ہے۔ اعلام اسلام کی دیکھاوی بھی بعض لمبین نے مبہی حدیث کو نقد و جرح کا شانہ شناشیا ہے۔ اس وجہ سے اس موضوع پر مقل اور فرم افضل گفتگو کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں پہلا سوال یہ ہے کہ آیا دور نبوگی میں حدیث کا لکھا ہوا ذخیرہ موجود تھا یا نہیں؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہاں موجود مقام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و ابانت ملکے بحق حالات یہی حکم سے احادیث کی کتابت و حفاظت کی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشترکین مکہ، قبائل عرب اور بیرون سے کئی تحریری معابر سے کئے جنہیں باقاعدہ ضبط تحریر ہیں لایا گیا۔ اور ان پر فرقہ قین کے دستخط اور مہریں ثبت ہوئیں۔ حدیث کی تعریف کی رو سے سبب مواد حدیث ہی کا حصہ ہے۔ اور حدیث و سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں عغظہ ہے۔ ان معابر میں سے صلح حدیثیہ، میثاق مدینہ اور دیگر کئی معابر میں مشہور ہیں۔ ابن عبد ربه نے العقدۃ الفرید میں بہت سے اخفاصل اور قبائل عرب کو سنجھنے کے مواثیق و معابرات کو کئی صفات میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح حضور نے عیز مسلم امراء اور رؤساؤں اور ملوک و حکام کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے جو عغظہ ہیں۔ سربراہ محکات ہونے کی حیثیت سے آپ نے بہت سے لوگوں سے خط و کتابت کی، بہت سے گورنرول اور حکام کو فرمان جاری کئے، یہ سب حدیث کا حصہ ہیں۔ جنگ بدروسے قبل آپ نے عبد اللہ بن عجش کو ایک عنصر جماعت کے سہراہ ایک سربراہ خط و سے کو بھجا اور حکم دیا کہ فلاں مقام پر پہنچ کر اسے کھوٹا اس پر گلدار آمد کرنا۔ عصتنیں زکر کو آپ نے فساب زکر کی تحریری میں بھیجیں تاکہ ان کے مطابق مختلف احوال کی زکر و صنوں کریں۔ آپ کے زمانے میں کسی بار مردم شماری ہوئی اور اس کی برپایں حضور کے حکم سے مرتبہ کی گئیں۔ کئی صحابہ نے۔ مثلاً عبد اللہ بن عمر و ابن الْعاصی — آپ کے اسراؤں نے احادیث کا ذخیرہ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر مرتب کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جو خطہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا اسے ایک صحابی ابو شاہ عینی نے تحریری شکل میں طلب کیا تو حضور نے فرمایا: ۹۰۲۷۰۰ الابی شاہ «ابو شاہ کو یہ خطہ لکھ کر دو۔» تعیین ارشاد ضرور ہوئی تھی، اس میں توجہاں گفتگو ہی نہیں ہے۔ عبد اللہ بن عمر کے علاوہ دوسرے کئی اصحاب مثلاً علی بن ابی طالب، اش بن علی ماکب، ابو موسیٰ اشعری، جابر بن عبد اللہ النصاری اور عبد اللہ بن عباس نے حضور کے عہد میں احادیث لکھیں۔ عرب میں ٹھوڑا اسلام سے قبل قبائل و بدوی زندگی کے باعث، لکھنے پر منع کا رواج

بہت سے محتاطاً۔ ابتداءً اسلام میں قرآن کے علاوہ اور کچھ لکھنے پر پابندی لگادی گئی تاکہ فُضلاً کی رتبہ کے ساتھ کوئی اور چیز خلط مطوط نہ ہونے پائے۔ جب بہت سے لوگ پڑھ لکھ گئے اور یہ خدا شر نہ رہا تو آپ سنے تاہم حدیث کی اجازت دے دی۔ خود ایک شخص کی اس شکایت پر کہ اس کا حافظہ ذرا اچھا نہ تھا اور آپ، کی باتیں یاد نہ رہتی تھیں، ارشاد فرمایا۔ استین پیغمبرؐ کے ۱۱ اپنے دلیں باتھ سے مددلو۔

سفیرِ حضرت میں آپ کا عطا کردہ اہمان نام سرا در بین ماںک کے پاس محفوظ محتاط، کئی لوگوں کو جایگروں بخشیں اور تحریر لکھ کر دی۔ قبل اعلیٰ عرب کو بہت سے خلط مکھوا کے۔ بغیر مسلکوں، بالخصوص پہلو کے ساتھ خطا و کتا بست، رہتی تھی۔ اور جنہوں ان کی دیانت و امانت پر بھروسہ نہ تھا لہذا خلوط کو پڑھنے اور جواب دینے کی خاطر آپ سنے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت موجود ہے۔ ذیلِ بن ثابت کو عربانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بہت تھوڑے عرصے میں عربانی میں چہارت پیدا کر لی۔ اوس کے بعد یہ خدھت اپنی کے مناقن رہی۔ نظر ہر بے کر حضورؐ کے یہ خلط بھی ذخیرہ حدیث ہی میں شامل ہیں۔ علامہ ابن عبد البر تابعی کے لے اپنی مشہور کتاب جامع بیان العلم میں حضورؐ کا یہ حکم و روح کیا ہے کہ، قیقدہ والعلم بالکتاب اب، "علم کو لکھ کر محفوظ کر لو۔" اس دور میں علم حدیث کا یہ سارا مورد منتشر یادداشتمن کی صورت میں لوگوں کے پاس موجود تھا حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ کسی شخص کے سوال پر اپنی تواریخی نیام سے ایک تحریر ذکال کر دکھائی تھی۔ جو حضورؐ نے انہیں فحاص اور خون ہما کے حفاظم پر لکھوائی تھی۔

عجید صحابہؓ میں روایت حدیث کا مدار عموماً زبانی یادداشتمن پر رہا لیکن بہت سے بزرگوں کے پاس اپنے اپنے مجھے بھی موجود تھے۔ روایات میں حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ کے پاس بھی اس قسم کی ایک یادداشت کا پتہ چلتا ہے۔ لوگ روایت حدیث میں عموماً بڑی احتیاط کرتے تھے۔ کیونکہ ایک متوتر حدیث من کذب علیٰ متعدد افتیتبوآ مقدمہ من الدار (وججان) بوجہ کر مجبور کر جھوٹ بدلے وہ جتنی ہے۔) انہیں اس احتیاط پر مجبور کرنی تھی۔ تاہم حب ضرورت حدیث بیان کی جاتی تھی۔ صحابہؓ میں زبانی یا لبغت و ضرورت تحریری روایت حدیث زیادہ تر ان حضرات سنے کی ہے۔ ابوہریرہؓ، ابو سعیدؓ خدھبی، جابرؓ بن عبد اللہ، ابن عباسؓ، عبید اللہ بن عباسؓ، عبید اللہ بن عمرؓ، عبید اللہ بن عمر و عبدالگنڈہ بن مسعود خلق ائمۃ راشدین کو خلافت کے معاملات سے کم فرستہ، ملی اہمدا ان کی روایات ان بزرگوں سے کم رہیں۔ ایک سے لے کر سو تک، احادیث بیان کرنے والے صحابہؓ بہت سیں۔

تابعین کے دور میں منتشر پا داشتوں سے ابتدائی کتب مرتب ہوئیں۔ عمروں عبد الحزیر نے اپنے دورِ خلافت میں سرکاری اہتمام سے جمیع حدیث کا کام شروع کرایا تاگزرنگی کے نتیجے کم و می اور یہ کام سرکاری سرپرستی سے محروم رہ گیا۔ اس دور میں جماز کے علاوہ عراق، شام اور میں بھی روایت و تدوین حدیث کے مرکز بن گئے۔ تبع تابعین کے دور میں مولانا امام حبک مذکا امام محمد بن منذر شافعی، کتاب آلات اشارابی (یعنی عطف)، کتاب آلات اشار محمد بن الحسن مرتب ہوئیں پکھو اور کتابیں بھی ہیں جو بالعلوم شائع نہیں ہوئیں۔ ان کے بعد مصنف عبد الرزاق صنوان مسند بقیہ بن مخدمنہی و عیز حما کا زمانہ یا اور پھر مسند احمد بن حبیل جیسی جیلیل القدر کتاب مرتب ہوئی۔ اور پھر صحابہ کی مشہور کتب سخواری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حمیہ پہنچنے والوں کو چاند کر لکھی گئیں۔ مصری صدی جمیع حدیث کی نہیں بلکہ تدوین کتب حدیث کی صدی ہے۔ جسے از راه شہارت و عداوت اعدام اسلام نے "حدیث بنانے کی صدی" فرار دے رکھا ہے۔ آخر میں ایک حقیقت کا ظہار نہ رہی ہے۔ فقد و جرح حدیث پر علمائے اسلام نے جتنی محنت کی ہے اور جس قدر علوم اس میں مدقون ہوئے ہیں۔ پھر مذاہب کی آسمانی کتابوں کی حفاظت و روایت میں اس کا سوا بلکہ سزا و احتجاج بھی کام نہیں ہوتا۔ باقیہ کی کتابوں میں کوئی مستعمل مرقوم سند نہیں ہے۔ راویوں کو پرکشہ کے کوئی اصول و مفہوم بطر نہیں ہیں۔ قرآن تو ایک ممحونہ نبوی ہے ہی، ہماری حدیث و سنت کی کتابیں بھی دوسروں کی آسمانی کتابوں سے زیادہ مستند اور محترم ہیں۔ اناجیل ارجمند کے مصنفوں میں معلوم نہیں کون اور کیسے لوگ ملتے۔ ہماری کتب حدیث کے جامیع مشہور و معروف ثقہ اور عادل و ضابط ہیں۔ وہ اپنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہر حدیث کی سند بیان کرتے ہیں۔ راویوں کو جا پختہ پرکشہ ہے۔ کوئی راوی اگر مشکوک نظر آئے تو اس کی حدیث کرنا قابل اعتبار نہ ہوتے ہیں۔ راویوں کے احوال، ان کے احوال اور پھر ان کے احوال کے دراسات نہ کسے احوال کتب بجال میں جمع ہیں۔ علم جرح و تجدیل کی مدد سے ہر شخص کی قدر و قیمت اور اس کی روایت کا درجہ متعین ہے۔ یہ احتیاط اور محنت کہیں اور رُنگ نہیں آتی۔

تدوین فرقہ و مکاتب فرقہ میں ان مسائل و احکام کے بیان کا نام ہے جو کتاب و سنت میں متعدد مقامات پر پھر سے ہوتے ہیں۔ انہیں سمیت کر ایک خاص قریب سے سمجھنیا اور جہاں یہ دلوں خاموش ہوں دلائیں ابتداء ذیلیں سے کام کر کھنم لٹکانا۔ اس

سے معلوم ہوا کہ فرقہ کتاب و سنت ہی سے نکلی ہے۔ ان کے خلاف یا یہ عکس کسی تیسری چیز کا نام نہیں۔ قرآن و حدیث میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ فَلَوْلَا تَفَكَّرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ وَنَهْجُ طَائِفَةٍ لَيَتَقْبَحُوا فِي الدِّينِ (التوبہ) (۱۰۷)

(التوبہ) «سوالیا کیوں نہیں ہوتا کہ ان میں کے سرگردی میں سے ایک جماعت پیغمبر کے پاس آ کر رہے تاکہ دین کی گڑائی حاصل کر سکے؟

مَنْ يُشَدِّدُ إِلَهُ بِهِ خَيْرٌ أَيْقَنَهُ أَقْرَبُ إِلَيْنَ وَالْمُحَمَّدُ بِهِ حَسْنٌ كَمَدَانَى چاہتا ہے اُسے دین میں فقاہت، عطا کرتا ہے؟ یہ سماری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

فقہاءِ اسلام نے اپنی فہمی و قافی زبان میں فرقہ کی یہ تعریف کی ہے: فقه و علم ہے جس میں ہمارے اعمال کے بارے میں واجب حرام، مستحب، مکروہ یا مباح ہونے کی حیثیت سے احکام الہی کو معلوم کیا جائے۔ وہ سرے الخاطیل اسلام کے قانونی احکام و فوایہ کا نام فرقہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کی اجازت دی، بعض مسائل میں خود بھی اجتہاد کیا۔ آپؐ کے اصحابؓ میں وہ لوگ فقہاء کہاۓ جو خدا داد بحث اور علمی استدلال کے مطابق کتاب و سنت سے احکام نکالتے تھے۔ اور جہاں ان سے فیصلہ کیں علم کی روشنی وہاں اجتہاد عین کرتے تھے۔ حدیث و فرقہ کی کتابوں سے ان کے نام غایباں نظر آتے ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، اتم المؤمنین عائشہ صدیقہ، اتم المؤمنین اتم شبلہ، انس بن مالک، ابو ہریرہ ابو سعید خدھری، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبد اللہ، علیہ السلام، زبیر بن عبید الرحمن بن عوف، عمران بن حصین، ابو بکرؑ کا شفیع، عبادہ بن صامت، ابو الدرداء، معاذ بن جبل، ابو شفیان۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ چونکہ عرب میں پڑھنے لکھنے کا روانج کم تھا لہذا پڑھانکھا اور صاحب فتویٰ ہوئے کے باعث پہلے علماء کا نام قائم رکھا گیا، آئے کے چل کر یہی نام فقہاء سے بدلتا گیا۔

خلافتِ راشدہ کے بعد اموی و عباسی دور میں بوجہ فقہاءِ امت نے سرکاری سرپرستی سے بے نیاز ہو کر شرعی احکام کی تدوین اور اجتہاد و فیاض کا کام آزادا نہ طور پر کیا۔ ان دو ادارے میں سینیں اسلامی ممالک میں بہت سے فقیہ نظر آتے ہیں۔ مگر جن فقہاء کے مسامک فرقہ کو تدوین و ترتیب اور شہرتِ دوام فیض ہوئی وہ ابو حینیفہ، مالک، شافعی، اور احمد بن حنبل تھے۔ فرقہ سے ان حضرات کے شفف کا بڑا باعث سلطنت کی وسعت اور نسبت نئے مسائل کا پیدا ہونا تھا۔ ہر قسم کے احوال میں ہر سی مشکل کا حل جو ہے

کرنا ضروری تھا کیونکہ اسلام خدا کا آخری دین، قرآن آخری کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری بھی تھے۔ اب کسی آسمانی ہدایت کا انتظار نہ تھا۔ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے ہی مسائل کو حل کرنا ضروری تھا۔ غیر مسلموں کو اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے شرع و قانون کے مسئلے میں ایسا کام کیا ہے جو بے مثال ہے۔ کسی دوسری قوم کے ہاتھ میں ہو دیلوں میں بھی۔ فقر و قانون کا مام نہیں ہوا جو اپنے اسلام کر سکے۔ ہر علمائے اور ہر دو رکی کچھ منفرد قسم کی ضروریات بھی ہوتی ہیں۔ فقہائے اسلام نے تو وہ فقہ اور مکاتب، فقہ کے قیام کی صورت میں اپنے نظر کام کیا ہے جو کسی بھی ہمہ زبان سلطنت کو چلانے کے لئے ہر زبانے میں مشکل راہ کا کام دے سکتا ہے۔ علاوہ ازین تشریخ و قانون سازی کے ضمن میں ایک کارنامہ ایسا بھی ہے جس کی دادغیر مسلم علماء بھی دیے ہے بخوبی متفہماں رہ سکے، وہ کام سے فن اصول فقہ کی ایجاد و اختراع۔ کتاب و سنت کے مختلف متفہماں، پر بھرے ہوئے والاکل کو جمع کر کے ایک مدلل و مفصل علم و فن کی صورت گردی کرنا واقعی جان بوجھوں کا کام تھا۔ ہمارے فقہاء کا یہ قابل فخر کارنامہ۔ اصول بزرگ دی اور ان جیسی دوسری جملیں القدر کتابوں میں ایسے قواعد و ضوابط منضبط کر دیے گئے ہیں کہ قیامت تک، ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے قانون کا وضع کر لینا اتنا مشکل کام نہیں، سوال یہ تھا کہ قانون سازی کی بنیاد پر اور اس کے قواعد و ضوابط کیا ہوں جنہیں اس مشکل کام میں مدنظر رکھا جائے۔

یوں نوامت مسلم ہیں دو تابعین سے لے کر اب تک بے شمار فقہاء پیدا ہوئے مگر چار حصے۔ اب تک جن کے نام پر مستقل مکاتب، فقہ وجود میں آئے اور وسیع ذخیرہ کتب تیار ہوئے۔ حنفی کتب تک دار امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منتسب ہے۔ انہوں نے بہت سے مختلف علوم و فنون کے ماہرین کی ایک جماعت تیار کی اور اپنی نگرانی میں ان سے بے شمار قانونی مسائل پر فیصلہ کرائے۔ ان فیصلوں اور آراء کا مجموعہ فقہ حنفی کہلاتا ہے۔ ان کی جماعت میں ابو یوسف مجتبی ہے وگ بھی تھے جو باروں الرشید کے دوسری حکومت میں چیف جنرل بلکہ وزیر عدل کے ہمہ سے پر فائز تھے۔ محمد بن الحسن شیعیانی نے فقہ حنفی کو تابوں کی صورت میں مدون کیا۔ اس فقہ پر عقل و فکار اور شان اجتماعیت کا غلبہ ہے۔ شایدیاں سی سبب سے تابوں اسالن کی علیم عباسی حکومت کا قانون رہ چکا ہے۔ حنفی کہلاتے کے باوجود اس فقہ میں شایدیاں فنصد سے زائد اجتہادات ابوحنیفہ کے نہیں میں ہیں۔ جو اصول حنفی جماعت نے وضع کئے تھے ان کی بناء پر جو بھی اجتہاد جب بھی

کیا جائے حنفی کہل سکتا ہے۔ مانکی فتوح امام مالک ع بن الحنفی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غسوب ہے۔ وہ حدیث و فقر کے عینہ امام سنتے۔ ان کے اصول کی رو سے کتاب و مصنفت کے بعد عقل ابن مدینہ کو شناسان اولیت حاصل رہی ہے۔ ان کی مشہور کتاب موقوفہ ہے جس میں مرفوع احادیث کم اور ان کے فتویٰ کے ساتھ صحاہر و تابعین کے آثار زیادہ ہیں۔ یہ فقر نزیادہ ترا فریقہ داندش میں چیلی اور سلطنت کا دستور ہی ہے۔ اس فقر کا طریقہ امتیاز مصلحت عاملہ مسلم کا مسئلہ ہے جسے ہر زمانے میں اجتہاد کی بنیاد بنا یا جاسکتا ہے۔ تیسرا مکتب فکر شافعی ہے جو امام محمد بن اوریں الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غسوب ہے۔ امام شافعی نے امام مالک ع بن الحنفی اور محمد بن الحنفی سے علم حاصل کیا۔ ان کے زمانے میں حدیث کا ذخیرہ پیٹھے کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ صورت میں موجود تھا۔ برہادیت اور حملہ اسلامیہ کے ہر حصے کی احادیث جمع پر بھلی تھیں۔ امام شافعی نے اس سارے مواد اور فقر حنفی و مالکی کو پیش نظر کوکر بہت سے مسائل میں جدید اجتہاد و استقبال کئے۔ ان کی فقر کا مرکز نزیادہ ترمذی رہا ہے جہاں انہوں نے ایک عرصہ مقیم رکھ کر وفات پائی۔ ان کا بڑا کارنامہ کتاب الالم کے بعد امور فقر کی کتاب اور سازدہ ہے۔ اس رسائلے میں انہوں نے اجتہاد و استقبال اور قیاس کے اصول بیان کئے ہیں۔ بعد کے سب فقيهاء اس ستاب کی اولیت اور انصیحات کے مغز فرستے ہیں۔ چوتھا مکتب تکمیل خبیہ ہے جو مشہور محدث و فقیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غسوب ہے۔ امام احمد نے عباسی عہد نوابی حکومت مغلیم اور واثق کے دور میں ان کے ایجاد کردہ مسند خلائق قرآن کے سلسلے میں حکومت کا بڑی پامری اور استقامت سے مقابلہ کیا اور آخر کار فراب پ آئئے۔ اس بنا پر انہیں امام اہل مصنفت کہا گیا ہے۔ وہ امام شافعی کے واسطے سے مانکی و حنفی فقرے سے مستینہ ہوئے اور ان کا اپنا ایک منفرد مسلک بنایا جو ضبطی کہلاتا ہے۔ اس مسلک میں اجتہاد و استقبال کی نوبت کم آتی ہے اور ضعیف حدیث کے مقابلے میں ابہتہ اور قیاس نہیں کیا جاتا۔ اس مسلک کو اب عین تیمیہ اور ابن القیم جیسے عظیم علماء و فقہاء میسر آئے جہنوں نے اس مسلک کو چار چاند ملکا۔ اور اس احجزان کو عمل رفع کیا کہ حبیلی مذہب کوئی خوبی مسلک نہیں ہے۔

علم الکلام اور اس کا ارتقاء راشدین کے عہد میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت دسیخ بوجیا جوں نئے نئے ممالک فتح ہوتے گئے، ان میں اسلامی تبلیغات کچھ تو اپنی سادگی اور فطرتِ انسانی کے قریب تر ہوئے کے باعث اور کچھ حکمران قوم کا دین و مذہب

ہونے کی وجہ سے چھیلتی رہیں اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ یہ لوگ پڑے آبائی مذاہب کے بعض عقاید و رسوم اور رانی تہذیب و ثقافت کے منظاہر ساختہ لائے۔ اسلام اس معاملے میں خاصاً لپکدار دین ہے۔ کہ جب تک کوئی عمل، عقیدہ یا رسم اس کے مبنی و مصالوں سے نہ ملکر اسے وہ لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ تھے آئندے والوں میں بھی، روقنی، جھوٹی، پارستی، صاحبی، یونانی، بندھو، ہندو، لاہوریہ بت ترک، ماوی، مزدکی، غرض مختلف اقسام و اجناس اور مذاہب و ادیان کے لوگ سنتے مسلمانوں کے ساختہ ان کے اختلاف سے زندقا و الحاد کی تحریکیں اٹھیں۔ ان اقوام کے غلام اور ہونڈیاں شاہی محلات اور امراض کے گھروں کی زینت شہیں۔ ہونڈیاں بعض تو اپنے اصل دین پر رہیں۔ اور بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ ان سے جو شش پیدا ہوئی وہا کے چل کر سیاست و محابت پر جھاگتی۔ ہم و بھیتے ہیں کہ خلفاء نے بنی امیہ و بنی عباس کی اکثریت ہونڈیوں کی اولاد بھی۔ اور تو اور علی ہبیں (یعنی زین العابدین) جو صدر و امیر دین میں ایک بلند مقام رکھتے تھے وہ بھی ایک ایسا لائی خاقان شہر بالوں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ خالون خلافت فاروقی میں مال غنیمت ہیں آئی تھیں۔ اسی طرح کئی امیر فقر و حدیث، بھی المسنل تھے۔ بنی امیہ میں خالد بن زید میں معاویہ کی ہوندی فلسفہ، ریاضی، بیت اور علم جنوب میں خاصی بھی تھی۔ ابو جعفر منصور عباسی نے یونانی، ہندوی، رومی اور عربی فلسفہ اور ادب و ثقافت کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کر لیا۔ اس حرج مسلمان دیگر اقوام کے علوم و فنون اور حکمت و فلسفہ سے ہٹانا ہوئے۔ سسلہ چلتا رہا اور ماہون عباسی نے اسے بہت وسعت دی۔ اس نے یونانی، رومی اور عربی ثقافت و ادب کی سرچشمی میں پہنچے سب پیش روں کی کرامات کر دیا۔ مختلف ہندیوں کے ملک، مختلف مذاہب کے میل جوں، دیگر اقوام کے علوم کی وسیع اشاعت نے مسلمانوں میں نئے نئے خیالات کی ترویج کی اور بہت سے نئے فرقے پیدا ہو گئے۔ ان میں جبریہ، قدریہ، کرامیہ، معتزلہ، خوارج، رواضن، زیادہ مشہور ہے۔ ہر فرقہ مچھکی اور فرقوں میں بہت گی۔ اور ہر طرف مذہبی اور فرقہ دار اس سمجھیں امتحن کھڑی ہوئیں۔ بعض فرقے عرض سیاست کی پیداوار سمجھتے۔ ملکر مدد ایام سے انہوں نے مذہبی جامرا و مُرحدیا۔ مسلمانوں کے مفتوجہ حمالک میں فارستی عنصر کے علاوہ کچھ تعداد ہے تو کی اور کافی تعداد لفڑاگی کی بھی تھی۔ ان لوگوں کے اپنے مدارس ساختے۔ اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنی روایات سمجھیں۔ ان کے پاس اپنے مذہبی لطیبی کا بھی ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ یہودی تو ذرا کم امیز نظر رکھتے ہیں مگر نصیری مسلمانوں میں گھٹے طریقے سے تھے۔ ان کے

میں مشہور فرقے تھے۔ جن میں شیعیت، حلوی و اشحاد، تجسم، اوصیت و انہیت، سیع پر ہر دو قبیلہ و مناطقہ جاری رہتا تھا۔ ان فرقوں کے نام یہ ہیں؛ یعقوبی، فاطمی اور علائیانی۔ مصادر اسکندریہ، شام و فلسطین، افوبہ و جبڑہ، افریقہ، سسلی، سپین، موصل، عراق اور فارس میں ان کی بڑی تعداد اباد تھی۔ مسلمانوں کا ان کے منافر اور مباحثات اور نلسپن اور الیاذی مسائل سے متنازع ہونا بالکل قدرتی امر تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے متعدد فرقوں کی مانند مسلمانوں میں بھی ذات و صفات، خدا وندی، حشو و شرور دلخواہ جبر و قدر، اور انہی جیسے دیگر فلسفیانہ مسائل میں شدید اختلاف اور نزاع بھپا ہوئی۔

عیسائیوں میں سین میسی کی اجدادی صدیوں سے اسکندریہ کے مقام پر "رجیما فلاطون" کے نام سے ایک فلسفی مذہب قائم چلا آتا تھا۔ اس مذہب کے اہمیاتی فلسفیانہ خیالات سے بھی مسلمان خصوصاً مفتکہ اور صوفیہ شدید متنازع ہوئے۔ اس مذہب کے مباحثت کا خالص یہ ہے؛ عالم کی اپناداری کیسے ہوئی؟ عالم قدیم ہے پاحداٹ؟ روح کی حقیقت کیسے ہے؟ جسم کے ساتھ تعالیٰ سے پہلے روح کہاں تھی اور جہادی کے بعد کہاں جاتی ہے؟ اس مذہب میں یونانی شرک و پوت پرستی کے عنصر شامل ہو گئے اور اس نے عیسائیت کا مقابله کیا۔ عیسائیت کے فبلے کے ساتھ ہی اس اخلاقی مذہب کے کچھ لوگ عیسائی ہو گئے اور انہوں نے یہ فلسفہ عیسائی مذہب کا جزو بناؤ لایا۔ اسلام آیا تو مسلمان بھی اس فلسفی مذہب سے متنازع ہوئے جس کی مثال ہمیں اخوان الصفا اور معترک اور بعض صوفیہ کے افکار و مبادی میں ملتی ہے۔

جدید اخلاقی فلسفے کا ترجمہ سریانی زبان میں بھی ہوا اور اسلامی مفتوحہ مالک میں سے رکھا۔ فصیبین، افطال کیدہ اور جندلیسیا پر اس لظریج کے مرکز رہ چکے تھے۔ اسی لظریج کے ایک بڑے حصے کو عربوں نے عربی کا جامہ پہنایا اور اس طرح یونانی اخلاقی مذہب کے خیالات مسلمانوں میں پھیلے۔ علاوه ازیں منطق، طبیعتیات، طب اور ریاضی کی بہت سی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں اور مسلمانوں میں ان علوم و فنون کا شافت ترقی پذیر رہنے لگا۔ سریانی عنصریں سے سب سے زیادہ جو لوگ مسلمانوں میں مشہور ہوئے وہ ابی دلمیان اور اسرجیں تھے۔ ابی دلمیان یک سنتی مذہب کا بانی بھی سنا جو نسرا نیت اوثر نہیں تھی، کا مخلوط نظر آتا ہے۔ حافظ ابن حزم نے اپنی مشہور کتاب الفضل میں بار بار اس کا ذکر کیا ہے۔ اس سریانی لظریج نے بھی مسلمانوں پر گہرے اثرات ڈالے۔ کئی مسلم فرقوں اور صوفیہ میں ان کے فلسفے کی ملادی نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ فارسی و عجمی ادب و شعر

نے مسلمانوں کو کافی متناہر کیا ہے، گویونا فی ادب سے عرب کم متناہر ہے۔
 اموی اور عباسی خلفاء نے کئی میسا میکوں کو شاہی طبیب مقرر کیا تھا۔ ان اطباء میں
 جمیں اپسے لوگ دکھائی دیتے ہیں جو دیک و قت طبیب اور فلاسفہ تھے۔ شاہی محلات میں
 ان کی اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ اصرار اور وزراہ بھی ان سے طبیب شور سے لیتے تھے۔ اس طرح
 ان کا سوسائٹی کے اعلیٰ طبقوں پر اثر انداز ہونا قابلِ تجھب نہیں۔ ان لوگوں میں مشہور تر
 ابن اشائی، عبد الملک بن الجرجانی (رجوجعہ میں مسلمان ہو گیا تھا) اور سرخجیہ بہشت مشہور تھے
 غالی راغفی اور بالطی فرقہ اپنے مدھبی عقاید میں یہودیت، موسیٰت، جدید افلان طائفت
 اور بعض صرافی دینیاتی تقدیمات سے بھی شدید متناہر ہے۔ ان میں بھی حمل و احتال، بحث و جھیل
 عقاید پسے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ابن حزم کی الفصل، شہرتانی کی مسئلہ وال محل اور احمد
 امین انصاری کی کتب کا مطالعہ مفہوم شاست ہو گا۔ شیعی و شیعہ اور موافق کا اختلاف ویکھ کر
 ایک اور فرقہ پیدا ہو جائے جو میں کہا جاتا ہے۔ اقل اقل یہ بھی ایک سیاسی نظریہ مختال
 بعد میں خواص و در واخض کی مانند ایک مذہبی فرقہ ہن گیا۔ انہوں نے بھی ایمان، کفر، مومن اور
 کافر کے باسے میں فلسفیہ ز نظریات اختیار کر لئے۔ وقت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے
 بخات آختر کے لئے صرف ایمان کر کافی قرار دیا اور کہا کہ: ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی
 گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایمان صرف قلبی اعتقاد کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص دل سے
 مومن ہے تو بیضا ہر یہودی و نصرانی یا بیت پرست بھی ہو جائے تو بھی بخات پائے گا۔ یہ
 عقیدہ خواص کے اس عقیدہ کے باطل بر عکس مختار کرنا کہ کبیر سے آدمی کا فرد مرید اور تائیش
 کے نہ جھنم کا مستحق ہو جاتا ہے۔

قدر کے فرقہ جو بالفاظ اکابر میں معتبر ہے بھی کہلایا، اس مات کا قابلِ مختار انسان پر اعتمدار
 ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کا خالق نہیں بلکہ شرک انسان خود تخلیق کرتا ہے۔ اس فرقے کا پہلا بیچ
 معبد جہنم اور غیلانِ مشق نے بویا۔ راغفہ کے عقاید میں بھی قدرتیہ و مختار کا واضح
 اثر نظر آتا ہے۔ ان کے بال مقابل ایک دوسرے فرقہ امتحا جو جبریہ کہلایا۔ ان کے قول کے
 مطابق انسان مجرم جھض ہے، کائنات کا سارا نظام جس پر قائم ہے، انسان کو کوئی اختیار
 حاصل نہیں۔ اس فرقہ کا باقی جھم کی صفوں مختا۔ اس نے صفات خداوندی کی فہمی کی، قرآن
 کو مخلوق بتایا، جنت و دوزخ کا قواب و عذاب دامنی نہیں ہو گا۔ بلکہ ان پر بھی خا طاری
 ہو جائے گی میرے دونوں فرقے بعد میں تاپید ہو گئے مگر ان کے عقاید و تقدیمات مسلمانوں
 کے کئی فرقوں میں پھیل گئیں مثلاً معتبر و میہم۔

محترک کے اولین امام داصل بن عطاء اور عکر و بن عبید سنتھ۔ معبد بنہنہ کی طرح یہ بھی حضرت حسن بن عسیری کے شاگرد سنتھ۔ پھر ان کا حلقو درس چھڈنے کیلئے پڑھنے اور اپنے نئے خیالات و مثلاً یہ کہ گناہ بکبریہ کا مر جنگ بڑے مومن ہے تو کافر، بلکہ ان دونوں کے بین میں ہے اس کی اشاعت کرنے لگے۔ ان کا نام مفتول ایاس نے رکھا گی کہ یہ لوگ بکریہ گناہ کرنے والے کو اسلام اور کفر و دونوں سے الگ (معتمد) قرار دیتے تھے اور اسی مناسبت پر حسن بن عسیری نے انہیں اپنے ملک و درس سے نکال دیا تھا۔ ایمان و کفر کے مسائل میں مفترزل کا صلک خارج اور رحیمہ کے وسط میں تھا تا اس سختے ہیں بتایا ہے کہ مر جنہ و جبریت کی طرح خوارج بھی آہستہ آہستہ اپنی انتہا پسندی اور حاذر جگلی کے باعث تقریباً ختم ہو گئے، لیکن فرقہ مفترزل کو عرض حاصل ہوا اور آسے چل کر عبادتی دوڑیں یہ لوگ مشہور فتنہ مغلق قرآن کو اٹھانے اور اس کی خاطر ویسے قتل و غارت اور فلم و شد کا سبب ثابت ہوتے۔ انہیں خاص روپی عقاید کی بناء پر اموری دور میں بھی کسی سرکاری رکاوٹ یا نازراً اٹکی کا نقشانہ نہیں بننا پڑا۔ مگر یہ سیاستیوں نے قوان کی کھلی سر پرستی کی خلیفہ ابو جعفر منصور کا عکر و بن عقبید کا معتقد اور اس کے علم و فضل کا معتبر ہونا اظہر من افسوس ہے۔ بعد کے مکرانوں میں سے ماہر بن محضم اور واثق کھلے معتبری سنتھ۔ مفتول کی العدل و التوحید کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی لفظی کرتے تھے سالان کو مختار مانتے تھے۔ خلق قرآن کے قائل تھے۔ اور مر جنگ کی سرکوڈ کافر و موسیں بکھر بین بین شمار کرتے تھے۔ اموری خلفاء میں سے یہ زید بن الولید اور آخری خلیفہ مروان بن محمد و دونوں مفترزل تھے۔

مفترزل نے فلسفہ زبان سے استفادہ کیا اور اسے اپنے سمجھت و مناظرات میں خوب خوب استعمال کیا۔ ان کے عظیم امیر میں الجہذی مخالف، فاطم اور الجما حظیزیادہ مشہور ہوتے۔ ان لوگوں نے فلسفہ زبان کو اپنے عقاید کے رنگ میں ڈھان کر ایک نیا فلسفہ ایجاد کیا جسے علم النکلام کا نام دیا گیا۔ اسی علم کلام کے بن پر انہوں نے اپنے مسلم عمالیین کے علاوہ یہود و لنصاری اور دہریہ دمجموں کو زیر کیا۔ یہ خیز مسلم اپنے فلسفیانہ خیالات سے مسلم عوام و خاص کے لئے باعث پریشانی سنتھ۔ انہوں نے اسلام کے خلاف شکرک و شبہات اور اعتراضات کا ابزار لگادیا۔ مفترزل نے ان کا شدید مقابلہ ترکیا مگر مسلمانوں میں بھی اقتراق و تشتت کا اگرائیج بولیا۔ ان کے خاص عقاید اور فلسفی آراء کے باعث مسلم عوام ان سے منفصل رہتے۔ مسلمانوں کا ادب و نظم و نثر بھی اس فلسفیانہ فرقہ بانی سے متاثر ہوا۔ عباسیوں نے بھی امیر کا حنفۃ اللہ کے لئے بھی عنابر سے زیادہ تر کام لیا وہ عجمی تھے۔

انقلابِ حکومت کے بعد ایک طرف عبادیتیوں اور راشمیوں میں شدید جو چیلش شروع ہو گئی تھی تو دوسرا طرف جگی، ہندی اور لینا قی شہد بہوں نے مسلم عوام و خواص پر پائپے دُور اس اثرت دوست خود کو دیے۔ عبادیتیوں نے اپنی ہوشیاری سے راشمیوں کے ساتھ اپنی اندر ویں سیاسی کشمکش کو شدید سختی زبانگ دے دیا۔ یوں راشمیوں پر ان کے مظالم (جودہ اصل بنی آیہ کے مظالم سے کمی طرح کم درست) مذہب کے پردے میں پچھے رہے۔ جگی عنصر نے اپنی سیاسی مالوں سی دنما اپنی کو رضید تفییض کے پردے سے بیٹھا لیا۔ یوں ایک خالص سیاسی جنگ نے "خالص نہیں" رہنگ احتیاک کر لیا۔ اموی دُور کی قلمیانہ مناظروں بازی نہ اس دُور میں خوب ترقی کی۔ فرقہ متنزل کو پیشے اور نشووناچاپانے کا کھلا مردم تھا جو آگیا۔

اس دُور میں علم و فن، تہذیب و ثقافت اور فلسفہ و متعلقہ کو ترقی کے ساتھ الحاد اور زندگہ بھی ایک فتنہ بن کر نووار ہوا۔ فلسفہ میان ان اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا۔ اور ہر طرف بحث و مناظرہ کی جگہ برا پا چھیس۔ ہر اسلامی و عیار اسلامی فرقہ فلسفہ و متعلقہ کے اسلوں سے نیس تھا۔ عالم اسلام کے مرکزی شہر مختلف اور متنازع تہذیب بہوں کے سکھم بہن پچھے تھے۔ ان حالات میں الحاد اور زندگہ کا گلزار ٹھہر رفاقتی تعجب نہیں تھا۔ ابو العلاء مفری نے اپنے رسالہ الغفران میں کہی شعر اور اواباء، سیاستدانوں، حکومت کے عہدیداروں اور صوفیوں کا نام زنا و قہد میں شمار کیا ہے مثلاً دہبل شاعر، بشار بن برد، ابو لواس، صلح بن عبد القدوس، ابو سلم خراسانی ردولت عبادیت کا اصل بانی، باہک خرمی، افسین اور حلیج صوفی۔ مفری کی اس فہرست میں سہما کر اپنی المقتضع اور کئی دوسرے لوگوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی ثقافت کے ہندی ثقافت کے ساتھ میل جوں کے باعث کئی مسلم فرقوں میں ہندوؤں کے فلسفیانہ عقاید کا اخزنظر آتا ہے۔ مثلاً احمد بن حافظ، ابو مسلم خراسانی، قرمط، ابن زکریا رازی تھا سخ اردواح کے فائل تھے۔ بہت سے خیمہ فرقے جن کا ذکر اب تھرم اور شہر ستانی سے کیا ہے۔ تنائی پر ایمان رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن سینا یہ ہودی کا بھی۔ جو اس دور سے پہلے ہو چکا تھا، تنائی پر قوی ایمان تھا، نصیریہ فرقہ بھی تنائی کا غالیں تھا۔ جرجیوں کی حادم ازدی ہندوؤں کے سوتانی فرقے بھی عقاید رکھتا تھا۔ عختار بن عہید تفہی نے پہنچ دکا عقیدہ پھدا، احتیا کر لیا تھا اس کے بعد اول تفہی کے کئی اور فرقے اس کے فائل رہے میں معلوم رہے کہ تفہی بوجہما سے ہائی بعض احکام میں ہوا ہے اس کا باعث بآمار نہیں تھا۔ بہادر کا عقیدہ موجود بائبل کی پہلی کتاب میں طغمان فرعون کے سلسلے میں یوں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کا شرک و کفر دیکھا تو وہ تھیتیں آدم پر سچھتا یا اور اس پر پہنچے فیصلہ بدل ڈالے۔ اسی طرز

رجعت کا عقیدہ جو یہود و نصاریٰ میں مشہور ہے یہ بھی بعض مسلمان فرقوں — مثلًا غالی پیور — نے اختیار کر لیا۔

خلق قرآن جو مفترک کا مشہور عقیدہ ہے اس کی تاریخ علماء ابن الاشیر نے یوں بیان کی ہے کہ احمد بن ابی دواو (جو مامون کاتف اقصیٰ الفضیلہ صاحب) نے خلق قرآن اور مفترک کے دیگر عقاید بشر مریسی سے حاصل کئے، باشر نے جسم بن صفوان سے رجس کا ذکر کراد پر گزرا، جس کے نے جعده بن در حصہ سے، جعده نے ابیان بن سعیان حالت سے، ابیان نے طالوت سے جو سبیل الحصم کا بھائیجا اور داماد تھا، طالوت نے یہ عقیدہ مبیہ بھی احصم یہودی سے لیا جو خلائق تواریخ کا قائل تھا اور جس نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جاؤ کیا تھا۔ ابن عبدہ بن العۃ الفزیر میں امام شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ امام مفتخر کا عقیدہ یہود کے عقیدہ میمع مفترک سے مانزوڑ ہے۔ علی بن ابی طالب نے ان غالی روایتیں کو آگ میں جھوک، دیا تھا۔ لیکن جوڑتھے ہے وہ انہیں خدا کا، مانسنتھے باز نہ آئے۔ یہود کے نزدیک مجھ مفترک کے خروج ناک جہاد فی سبیل اللہ مفترک ہے بھی عقیدہ غلط و اف弇 کا بھی ہے کجب تک جمہد می مفترک خود رک کرے جہاد فی سبیل اللہ نہ ہے۔ اسی طرح یہود کی مانند غسلۃ بھی تحریف قرآن کے قابل ہوئے ہیں۔ یہود نے جو تکمیل کرنا پڑا تھا ان قرار دیا تھا ان غالی روایتیں نے بھی کہا کہ جب تک مغلی سے وحی علی کے سجدے محمدؐ بر لانا رہا، معاذ اللہ منہ علی صدعا القياس خدا کے ساتھ مخلوق کی تشبیہ کا عقیدہ بھی یہود سے بعض مسلمان فرقوں میں داخل ہوا۔

یہود کی مانند نصاریٰ بھی بعض مسلمان فرقوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ رُگ یونانی علمی کے ماہر تھے۔ اور انہوں نے یونانی و رومی تفاوت، اور مشرک مذہب سے متاثر ہو کر شیعیت و تہمیس، حکول و اصحاب، انبیت، والوھیت، میمع کے عقاید اختیار کر لئے تھے۔ اسکندر یونیشنام و عراق اور فلسطین میں ان کے کئی مدارس موجود تھے۔ جن میں طب و جنوم کے علاوہ فلسفہ ریاضی، منطق و حیثیت کی تکمیل ہوتی تھی۔ فرقہ مفترک اپنے قدرتی عقاید میں نصاریٰ سے متاثر ہوا ہے۔ اسی طرح صفاتِ الیہ کے مسائل میں سمجھ و تعمیم بھی ان میں اسی راہ سے داخل ہوئی۔ اسی طرح بعض صوفی فرقوں میں رحمانیت کے رجحان کا بغیر بھی نصرانیت ہے۔

اس شام کنگنکو کے بعد قاریٰ کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہو گا کہ اموی و عباسی سلطنت میں علمی و منطقی علوم کی اس شہرت، داشتائی نئے نئے فرقوں کے ظهور مفترک و دیگر کی ان ترکتیاں کیے گئے تھے؟ مسلمانوں میں سبھی اہل سنت و جماعت کی عظیم کثرت مری ہے۔ ان کے علماء ائمہ کی کتنے رہے؟ اس کا جواب بڑا اسان

ہے۔ علمائے اسلام نے دینی علوم۔ فقیر، حدیث، فقہ، اصول قفسی، اصول حدیث اور اصول فقہ۔ کو حضرت کی۔ مدارس و جامع میں ان کی تعلیم دی۔ جہاں ضرورت، پیش آئی دوسرے فرقوں سے بحث و مناظرہ بھی لیا۔ بڑے بڑے ائمہ فقہ خود مشکل ہوئے ہیں۔ منتظر امام الحنفیہ نعماں بن ثابت نے علم فقہ کی طرف توجہ کرنے سے قبل علم کلام و عقاید میں مہارت حاصل کی۔ ان کے علاوہ دوسرے اکثر نہیں بین کلامی مسائل سے پوری طرح آشنا تھے مگر انہوں نے منتظر اور دیگر فرقوں کی مانند سارا زور صرف بحث و جدل پر صرف نہیں کی بلکہ اس کی طرف بلا ضرورت کہ ہی توجہ کی۔ ویسے ہم تفاسیر میں منتظر کا رتوبتی تفصیل کے پاتے ہیں۔ اسی طرح علم عقاید پر جو کتابیں لکھی گئیں ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ کلامی مسائل پر زیادہ تر کلام ہمیں امام ابو الحسن اشعری، امام ابو المنصور رازی، امام غزالی رازی، امام ابن حزم رنسی اور علام عبد اللہ بن شهرستانی کے ہیں ملتا ہے۔ امام غزالی نے بھی اس سلسلے میں خاصا ضمیم کام چھوڑا ہے۔ آخر میں سید علہرا بن حذون کے مشہور مقدمہ تاریخ سے علم آنکلام پر ایک جام مگر منتظر نے پیش کرتے ہیں دو محض بطور خلاصہ

علماء نکھلتے ہیں کہ ”علم آنکلام“ سے مراد وہ علم ہے جس میں دینی عقاید کا ابھاث اور بدعتی فرقوں کا رتوبتی و لالائی سے کیا جاتا ہے۔ بدعتی وہ نوگ ہیں جو اعتقادات میں سلف صالیحین اور اہل سنت کے طریقے سے مختلف ہو گئے تھے۔ دین کا سب سے بڑا بیادی عقیدہ کو یہ ہے۔ بدعتی فرقوں نے یہود و کفاری اور دیگر مذاہب بالآخر سے متاثر ہو کر اسی عقیدے میں کوہاٹی، اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور اک میں عقل و ذہن جیوان ہو جاتا ہے۔ وہ ذات اعلیٰ و برتر گو اپنی صفات و افعال سے دنیا و کائنات کے ذریعے ذریعے سے خالہ ہو ہو یہا ہے مگر انسانی حواس کی گرفت سے بالآخر ہے۔ ہماری عقلی رہنمائی کرتی ہے کہ دنیا کی ہر جیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہے۔ ہم ایک سبب سے دوسرے پھر تیسرے تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ جب دینیوی واقعی اسباب کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو لازماً ہمارے دریافت پر کے ہوئے آخری سبب کا بھی کوئی اور سبب ہو گا اور پھر ان تمام اسباب کا ایک سبب ہونا لازم ہے جو اخنوخ و وجود ہو جائی و قیوم ہوا اور کسی دوسرے خالق کا محتاج نہ ہو۔ پیغمبروں نے اس سے اگرے بحث و تفہیص سے منع کر دیا یہ کہ کوئی فلسفی یا سائنسی ہمیں اس سے اس کے ہمیں لے جا سکتی۔ ہاں؛ پیغمبروں کا صدق و امانت، ان کا علم و عمل اور تقویٰ مان یعنی کے بعد منزل آسان ہو جاتی ہے۔ جو بات ہماری عقل سے بالآخر ہو اسے پیغمبروں کے ہمراوے پر مان لیا جاتے۔ تو حیدر الہی کی مانند رسالت، آخرت، بعد الموت، حشر و فشر، عذاب، و روابط، قبر اور جنت و

وونسخ ایسی چیزیں ہیں جن کے اور اک کا کوئی مادتی ذریعہ نہیں۔ یہاں لازماً اس علم و فن کے مابین
— انبیاء و رسول پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ جو جانیں ہماری عقائد و تکالیف سے بالاتر ہوں ان کا خلاف
عقل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسلامی عقاید مشاہدے اور حقیقت کے خلاف نہیں ہیں بلکہ سیم
کے خلاف ہیں۔ ساری دنیا سے زیادہ عاقل و فہمی شیو اور رسول ہوتے ہیں۔ ان کی عقل و فہم
ان کی کتابوں، تعلیمات، اقوال و افعال اور انسانیت کی صلاح و فلاح کے لئے کی گئی ان کی
خدمات سے ظاہر و باہر ہے۔ پس جوبات ایک کمر و عقل دالے کی سمجھیں ہیں نہ آئے وہ اسے
اپنے سے اعلیٰ تر عقل و انسے سے سُجن کر مان لے تو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے خلاف، عقل پات
ما فی ہے۔

فلسفہ یونان کی نشوواشاعت اور غیرہ نہ ہب و الور سے میں جوں کئے باعث ہبت
سی خلاف اسلام بائیں مسلمانوں میں رائج ہو گیئی۔ بہت سے بدعتی فرقے پیدا ہو گئے ان
کا تقدیر کرنے کے لئے علماء اسلام نے انہی ہتھیاروں سے کام لیا۔ جن سے وہ باطل پرست
مشرک تھے۔ یہ ہتھیار اسلام کی سان پر چڑھ کر اور بھی پیڑا در کار آمد ہو گئے۔ علمائے اسلام
نے صفاتِ خداوندی کا مسئلہ انہی دلائل و براهین سے ثابت کیا جن کو اسلام کے خلاف،
استھان کیا جاتا تھا۔

صفاتِ خداوندی کے مسئلے میں دار و ہونے والی بعض آیات، واحداً بیت مُتشا بجهان
میں داخل ہیں۔ انہی کو مگر افراد سے اپنی قبولیت کے ثبوت میں پیش کی جیسا کہ مکتبۃ اللہ،
رسوی اللہ و عبادو کے الفاظ سے اور عیسیٰ کی بن بآپ پیغمبر مسیح سے نصاریٰ نے اپنیت و
الوصیت مسیح کا استسلام کیا تھا۔ حالانکہ رب اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اللہ کے
الفاظ اس کی صحیح تحریک میں کافی ہیں۔ اسی طرح آدم کے بارے میں: وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ
رُّوحِيْ کا الفاظ موجود ہے۔ اور آدم کی بلا ولدین پسلاکش پر سب کا انفاق ہے۔ پس
علمائے اسلام نے عقلی دلائل سے انقل سائل کو ثابت کیا اور ضمانت زدہ لوگوں کے شکر کے
وہیات اور اعتراضات کو توڑ کیا۔

خود قرآن وحدہ بیث، میں اسلامی عقاید کا عقلی اثبات موجود تھا۔ جس سے فہمہا در
کو جڑات، پسداہ ہوئی کہ خالقین کے تزویے کے خود انہی کے خلف کو استغفار کریں۔
اممہ سلف نے ان آیاتِ متشابحات پر گفتگو نہیں کی تھی لیکن جب مگر افراد فرقے اسٹھے اور انہوں
نے عقلی دلائل سے اپنے مذہب مقصادر بلوے کرنے کی کوشش کی تو علم الکلام و المختار
اسیجاد ہوتا کہ دشمن کا جواب، اس کے دلائل و شواہد اور فلسفے اور منطق سے دیا جائے۔

امامت کا مشدید ہیں محنوں میں مگر اہل فرقوں نے پیش کیا وہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن جو ناس ہوتے سے اہل بدعت مثلث تھارج، بدلفض اور مفتخر وغیرہ اس پر بحث، وہ مذکورہ کرتے تھے لہذا علم عقائد کی کتابوں میں اس پر بھی مفصل اور مدل بحثیں کی گئیں۔ علم کلام کے امام ابوالحسن آشرمی، قاضی ابو بکر باقلانی، امام الحسین ابوالحالی، امام ابو حامد الغزراوی، ابن القیمیہ وغیرہ ہیں۔

علام ابوبکر بن نعیم کی فہرست میں امام ابوالتصویر اور امام طحاوی حنفی کا بآسانی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ کئی اور نام ہم نے اور پر گتوئے ہیں۔

تھوف اور اس کا نشوونہ کما ہریں: ایک اسلامی فلسفہ جو علم الکلام والعقائد کے نام سے ہوا اور دوسرا غیر اسلامی فلسفہ مثلثہ یونانی فلسفہ، ایرانی فلسفہ، ہندو فلسفہ وغیرہ اسی طرح تھوف، کو بھی دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ چہلی قسم خالص اسلامی صرف ہے۔ جو حدیث بھوٹی میں وارد ہوئے والے لفظ احسان سے ثابت ہے۔ اس کو خلوص و تقویٰ، حب فی اللہ اور شرع محمدی پر چلے کا طریقہ۔ طریقت و حقیقت۔ کامیں بھی دریا جا سکتا ہے۔ پہنچ تھوف نے مسلمانوں میں روحانیت، ایجاد اور باطنیت پھیلانی اور اس کے بعلوں سے کئی جدید فریضہ پیدا ہوئے۔ دوسرا تھوف کتاب و سنت پر عمل کرنے والوں کا ہے۔ اس نہاد وہ پرستی، حجۃ و دینا، خواہشاتِ نفس کا اتباع اور بغیر قوموں سے درآمد ہونے والے غیر اسلامی عقاید و اعمال کا شدید رد کیا۔

تصوف کا لفظ لکتاب و سنت یا اشارہ صحابہ و تابعین میں ہمیں نہیں ملتا۔ اس کا ماڈہ مفایا صدقہ بتایا گیا ہے مگر اس صورت میں لفظ کی نکل کچھ اور ہونی چاہیے حقی۔ دراصل یہ لفظ صوف (بغیر ادنی) سے مانخوذ ہے۔ صوف، انہیا، صحابہ، تابعین اور صلحاء کا لباس رہا ہے۔ صوفی چونکہ صوف کا لباس پہننے اور سادہ زندگی کرناستے ہے۔ لہذا وہ صوفی کہلاتے اور اس سے لفظ تھوف بنایا گیا۔ حدیث جب میں محضور نے احسان کی تعریف یوں فرمائی ہے:

”احسان یہ ہے کہ تو الله کی عبادت استنباط خلوص اور عاجزی سے کرے گویا اللہ کو سامنے دیکھ رہا ہے کیونکہ الگ ترہ اسے نہیں دیکھتا تو دنونجھے دیکھاتے ہے“ گویا حضور قلب، خلوص، خنزور و خضرع اور اختصار کے سامنہ عبادت کا نام احسان رہا (فاطلہ دیکھ تھوف)، ہمہ۔ یہی باعثِ عطا کا اصل صوفیوں۔ مثلًا خواجه حسن بصری، جنید بغدادی بائزید بسطامیؓ

عبدالقادر جیلانی، شہاب الدین سہروردی اور بہاول الدین نقشبندی نے تحریکِ نفس اور تصفیہ کے قلب و روح کو تصورت اور تفسیر مشریعت قرار دیا ہے۔ بر عینہم سہنہ و پاکستان میں برپے برے صوفیاً و علماء کو زر سے میں۔ جنہوں نے اسلامی تعلیم و تربیت کا فلسفہ مصراً بجا م دیا۔ اشاعتِ اسلام میں ان لوگوں کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف کے علاوہ یہاں شیخ احمد رضا سہنہ دی، خواجہ باقی باللہ دہلوی، علی بن عثمان، ہجویری، بابا فرید جیسی قدامہ شخصیتیں نظر آتی ہیں جو اسلامی شریع اور دینی علم و عمل کی علمبرداری تھیں۔ شیخ احمد رضا سہنہ دی تو بہر حال مجدد الف ثانی سنتے۔ اور ان کا کارنامہ تجدید مرقد الحاد و بالطینیت اور اصلیح تصرف کو محیط تھا۔ مگر شاہ ولی اللہ کے علاوہ اس تک میں صحیح اسلامی تصنیف کے علم برداروں میں سین سید احمد شہید رائے بہلوی، سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین دہلوی، خواجہ مسیح الدین حشمتی، شیخ بہباد الدین زکریا ملتانی، سید جلال الدین بخاری بیسے بندگوں کے نام بھی نظر آتے ہیں۔

اسلام میں سہنہ و ولی کے وحدت الجود، یوگ اور رہیانیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ کتاب و سنت کی تعلیمات اس صحن میں بالکل واضح اور صریح ہیں۔ صوفیوں میں ہمیں تمسیحی صدی کی ایک مشہور مقناز صدیفہ شخصیت حسین بن منصور حلاق کی طبق ہے۔ ان کی کتاب "طواسین" سے ان لوگوں کے خیال کی تایید ہوتی ہے۔ جنہوں نے حلاق کو شعبدہ باز، جادوگر اور باطنی فرقہ کاداعی قرار دیا ہے۔ اسی جرم میں اسے قتل بھی کیا گیا۔ احمد امین مصری کی تحقیق کے مطابق حلاق نے سہنہ دستان کا سفر کیا اور جادو کی تعلیم حاصل کی۔ اما بدر کے مرکر حکم کی زیارت کی اور اپنے آپ کو امام منتظر کا دیکھ قرار دیا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی گیا زندگہ دالحاد کی تہمت اس کے ساتھ ساتھ لگئی۔ شیخ امام امیر کے باطنی فرقہ کی دعوت کو پھیلاتے کے لئے اس نے کئی سفر اضطرار کے ساتھ۔ مگر چیزست ہے کہ شیخ فرمادین عطاء اور مولانا جلال الدین روضی جیسے صوفی بزرگوں نے حلاق کی طرف سے یہ مددوت پیش کی ہے کہ غلبہ شوق اور درجہ و سُکر کی حالت میں خلاف، شرع الفاظ اس کی ذبان سے نکل گئے تھے۔ ان کی اگر تاریخ کی جاتی تو بہتر ہوتا۔ لیکن ان حضرات کی دلیل اگر تسلیم کر لی جائے تو مسلمانوں کے مسئلہ مشریع صوفیوں — باینید بٹھاہی اور جنید بخداؤی — سے بھی وجد و شوق اور سُکر کی حالت میں بعض خلاف، شرع الفاظ کا صد و رثابت ہوتا ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ ان حضرات کو نہ تو علمہ و زندگی قرار دیا گی اور نہ ان کے قتل کا فتنی صادر کیا گی اور حلاق کی طرف طواسین کے علاوہ لطف درجن کے قریب کتا ہیں مسوب ہیں۔

کتاب العمل والتوحید، علم البقاء والفناء، کتاب حصر صور غبرہ۔ ان کتابوں میں حلول و اخخار اور توحید اور پایا جیسے ہندو دانہ اور ملحد اور خیالات پاسے جاتے ہیں جو اسلامی تقدیمات کے لیے خلاف ہیں جس شرک کے رہا اور حسن تو حید کے اثبات کے لئے لاکھوں پیغمبر مجھے سے گئے، کتابیں آناری گیکیں بچے بننا تکالیف و مصائب پیغمبر دل اور ان کے ساتھیوں پر کہنے، بے شمار انسان قتل ہوتے۔ کیا رہ شرک کا رہ اور وہ توحید قرآن و حدیث سے اخذ کی جاتے گی یا ان کے بارے سے جن میں حلول و اخخار اور دحدت اور ان کی تعلیم پائی جاتی ہے؟ پیغمبر آنحضرت مسلم کی لاکی ہوئی تعلیم توحید تو بالکل صاف اور واضح ہے۔ اس میں ہمیں ان عقاید و ادیان کے روکے سوا اور کچھ نہیں بلکہ جو حلقات کی طرف مفہوم ہونے والی کتب ہیں درج ہیں۔

شیخ الکرمی الدین ابن عربی کی شخصیت اور ان کا تصوف و حکمت بھی مسلم علماء و فقهاء بکہ خور صوفیا میں بھی نہ نادعاً فہرست پڑھتے ہیں، ان کی تفہیف فرحاں نکیہ اور فضوس الحکم بڑے گہرے روزوکریات، اور وقین و غامض خیالات سے پُر ہیں۔ ان کے خلاف جو مسئلے کے باعث سب سے نیادہ شور و غل اٹھا وہ ان کا دحدت وجود کا مسئلہ ہے۔ یہ کوئی اسلامی مسئلہ نہیں، کتاب و سنت اور سنار صحابہ و تابعین کے علاوہ علم عقاید و کلام کی کتابوں میں توحید اہلی کا جو صاف اور واضح بیان ہے۔ یہ مسئلہ اس کے بکسر خلاف جاتا ہے۔ اس مسئلے کا وجود ہیں ہندو فیلمات میں بتاہے۔ اور علمی اسلام نے اس کا ہجت کھلا رکھا ہے۔ ابن عربی کا رہ کرنے والے علماء، فقہاء اور رحمدین میں سمجھ حافظ ابن نجمیہ، علامہ ابن خلید دان اور امام بن حجر عسقلانی کے چکدا نام بھی فنظر آتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی طرف سے مذکور کرنے والے اور بھیجنے والے اور بذریعہ ناولیں ابن عربی کے خیالات، اسلامی تعلیمات سے ہم آپنے کرنے کی کوشش کرنے والے حضرات، میں امام فخر الدین رازی اور علامہ جلال الدین سینوٹی کے بڑے بڑے نام بھی ملتے ہیں ایک بات تو بالکل واضح اور ناقابل انتکار ہے کہ ابن عربی نے رمز و کیات کی فلسفیات زبان استعمال کرنے میں بڑی فراز ولی سے کام براہے۔

ہمارے ناقص خیال میں اسلامی تصوف، کامقصود ماڈہ پرستی اور نفس پروری کی خلافت، باطن کا تزکیرہ، اخلاقی و آداب کی صفائی، وہ بآپرستی سے گزیز اور دو رسماء کی اسلامی سادگی کا اجبار تھا۔ مسلم سلطنت کے دیسیع و عربیں پھر جانشی سے مسلمانوں ہیں عیش پسندی اور دنیا سے رغبت پیدا ہو گئی۔ اس کا مقابلہ کرنے کی خاطر سو فی حصہ

نہ نامہ احمد زندگی اختیار کی اور اسی کا درس دیا۔ عوام کے باطنی تزکیہ کی خاطر انہوں نے آجادیوں سے تراویح سے پر فارمئے اور منانقاہیں بنائیں جن میں اپنے شاگردوں اور مریدوں کو اپنی زیر نگرانی رکھ کر شوق آخرت، حب خداوندی، حب رسول اور پاکیزگی، عقیدہ و عمل کی مشق کرتے۔ چھر ان شاگردوں کو دو دروازے ملاؤں میں تبلیغ دین اور تربیت عوام کے لئے روانہ کیا۔ ان کی دلکشی و تیکی عوام کو دھوکہ دیتے اور اپنے خلاف اسلام مقاصد کی خاطر کچھ درس سے لوگوں نے قصوف کا جامارا درج کیا۔ عوام ان لوگوں کی دیسیس کا رکھنے سے ناواقف تھے، انہوں نے چھلک کو مغز سمجھ لیا اور کچھ لوگ ان جسمی صوفیوں کے ہمراہ نہیں جاتی میں جنس کے۔ دین کی اصل اور بیماری تعلیمات محفوظ میں اور رہیں گی لہذا ہر روز میں ان جھوٹ تدبیاں تصور کو بالحوم و ہمی تمام حاصل رہا جس کے وہ دراصل خدا رکھتے۔

آخر میں ہم صحیح صوفیوں کے کچھ نام پڑھ کرستے ہیں: اولین قرنی، حسن بصری، مالک بن دیبار، ابراہیم بن اوسیم، شیعیانی، رابع بصری، معروف کرنی، جنید بغدادی، سعیق قطیل ابو سلیمان دارانی، دعاۃ النک مصری، سصل ترمذی، ابو یزید بسطامی، ابو یحیی بشلی، امام غزالی ابن تیمیہ، ابن القیم، سید عبد القادر جیلانی، عمر بن عبد اللہ شہرورمی، ابو الحسن شاذی بہجات الدین رومی، عبدالوارث شرافی، سید عبد الرحمن دباغ۔ بر صیر پاکستان و ہند کے مشہور صوفی مجددوں کے نام اور پرگوڑے چلے ہیں۔

تجدد و احیاء کے دین کی تحریکیں

تجدد و احیاء کے دین کی تحریکیں اصل اللہ علیہ وسلم کے ہمدردانہ پایۂ نکیل تک پہنچایا گیا۔ اب ہر ایت رہا می کئے کسی جدید پہنچا کی ضرورت نہیں۔ زندگی ہر دم روائی و روانی اور متمکن عمل کا نام ہے۔ انسان نے بے شمار مآثری امکانات دی جوادات کی میں اور تہذیک رکارہے گا۔ سبز و دوسرے بزرگ میں انسانی تجزیہ پر دریافت کا ساتھ دیتے کے نے اللہ تعالیٰ نے فتنہ د تجدید کا دروازہ ھلاک رکھا ہے۔ فتح اور دوسریں اپنے اجتہادات کے زیستی کے زندگی کی ضروریات سنبھالیں اور پرے عزم و نیم کر کے رہیں گے۔

باطل قوتی شروع سے ہی پرے سے سازد سالمیں اور پرے عزم و نیم کے ساتھ اسلام پر حملہ آور بھی ہیں۔ دین حق کا امیر یخودیوں کا اکھاڑا بنے گی ہر دو یعنی کوشش ہوتی رہی ہے۔ اس امرتے، میں اللہ تعالیٰ نے بدعتات، والحاد کی ملادت سے دین کو پاک دسافر رکھنے کے لئے اذیاب عزیمت و تجدید کی موجودگی کا اہتمام فرمایا ہے۔ یہ شجاع انسان جذبہ حق سے محور تھے اور بڑی سہت اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنا کام انجام دیتے رہے ہیں۔

اما دریث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برس سرخ جماعت کی سپھیت موجودگی کی خبر دی ہے جو باطل سے لوثی اور غلبہ پاتی رہے گی۔ یہ بھی فرمادی ہے کہ ہر قرن میں ہر صدی میں ۷ محدثین ملت دین کو ترقیت اور سربراہ شاداب رکھنے کی سعی کرتے رہیں گے۔ اس جماعت کے افراد ہمیں مضر میں، محمد میں، فتح میں، فتحیا، صوفیا، منتکھمیت اور ارباب سیف و قلم میں ہر دلنشے اور ہر بلک میں اپنا فلیضا بسامام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تاریخ ان کے کارناموں سے مزین ہے اور رامست نے ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس عنوان کے تحت ہمیں احیائے اسلام کی کوششوں اور تجدید دین کے ذمہ جاوید کارناموں کا مختصر تعارف کرنا ہے۔ تجدید احیاء کا کام اشخاص انصاف اور طور پر بھی انجام دیتے رہے ہیں اور مختلف جماعتوں ہی۔ عموماً ایسا بھی ہو رہا ہے کہ ایک قد آور اور صاحب عزم و استقلال شخصیت امتحنی ہے اور اس نے تائیخ کا دھماکا ابدیل دیا ہے۔ اس کی زندگی ہی میں یا اس کے بعد اس کی آمد ایک نزد خیر کی بانگئی ہے اور اس نے الحادوں پر دینی اور بدعت و شرک کا جھاڑ جھنڈا بوجسد ملت سے الگ کر کے پرے چینک دیا ہے۔

اس قسم کی پہلی تحجید خلینہ راشد عمر خانی عربی ع عبد الحزیر امومی کی ذات و الاصفا میں نظر ہو جائی۔ انہوں نے علم و ستم، دولت پرستی، خاندانی تقویق، جنبہ داری، اقتدار پر زبرد بھی امیت کے خاندانی شاہی حقوق، خوشامد پرستی، امداد و خلفاء کی بے جا بح صرفی، عربی و فیض عربی کی تقویق، امومی و آئینی رقبات غرض براس چیز کا قلعہ تیج کیا جسے دو رہنماؤں اور دو خلافت راشدہ کے خلاف پایا۔ اسلامی علوم و معارف بالخصوص حدیث کی سر پرستی کی اور اسے سرکاری ہمگانی میں مذکور کرائے کا احتمام کیا۔ عین مسلموں پر جزویادتیاں حکام اور "شاہی خاندان" کے افراد کی حرمت سے ہوتی تھیں انہیں ملبا میٹ کیا۔ تبلیغ و اشتافت اسلام کا انتظام کیا۔ اسلامی سادگی کا احیاء کیا اور اس کی ابتداء اپنی ذات اور اپنے گھر سے گی۔ زندگی کا گوئی گوشہ، سلطنت کا کوئی حصہ، رعایا کا کوئی طبقان کی اسلامی اصلاحات سے فیض یاب ہوئے بغیر نہ رہا۔ اگر سازش سے انہیں زہرہ دلوادیا جاتا اور ان کی عمر طویل ہوئی تو تاریخ ہمیشہ کے مخالف ہو جاتی۔ بنو امیت کا یہ فرزند اپنی برادری کی چھیلانی ہوئی بہت سی بدعات میں ایک روشن سورج کی طرح تاریخ کے صفات پر چک رہا ہے۔ کاٹن بنو عباس بھی اس طرح کا کوئی انسان منقص شخص پرلا سکتے!

عمر خانی کی وفات کے بعد حکومت و سیاست ایک دفعہ بھر دوبار جا طبیت کی طرف، بوٹ لگئی۔ تابعیت کی مقدس جماعت نے سرمایہ سر پرستی اور عیش پسندی کی دیار کا لاستہ

روکنے کی پوری کوشش کی مگر یہ سیلا بامنہ تماہی چلا گیا۔ اس سیل بے پناہ کے لئے نہ باندھتے یہ جس شفعت نے سب سے بڑھ کر اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کو کھپایا وہ حسن بصری کی قدر اُن شخصیتی وہ علم و فضیلت اور تقویٰ و خلوص کا پیکر تھے۔ اولیاء اللہ کے تقریباً سارے سلسلے انہی میں مذکور ہوتے ہیں۔ وہ بیک وقت مفتر، متکلم، فقیر، محدث، واعظ، صوفی، مدرس اور بے نظر طبیب تھے۔ ان کے خاطبے آگ لگادیتے، زبان شکٹاً لگاتی، و عناظ سخنے والے ترتیبے رہ جاتے۔ ان کی فضاحت و بلاعث، اور طرز بیان مثالی مقام کیوں نہ ہوا ہوں نے ام المؤمنین امام مسلمؑ کے گھر میں پروردش پائی تھی۔ اور ان کی گود میں پڑے تھے بعض دفعہم المؤمنین کا وودھ بھی چو سامنہ۔ شاید اس پاک و دودھ کے کچھ قفرے حلن سے اُتر گئے ہوں جن سے ان کی زبان و بیان سیف قاطع بن گئی تھی! انہوں نے اپنے حلقہ درس میں بڑے بڑے فقہاء و محدثین اور علم و فن کی ہر شاخ کے ائمہ کی تربیت کی تھی۔ حسن بصری زہد و تقویٰ اور خلوص اسلامی کا پیکر تھے۔ انہوں نے وقت کی پھیلیت ہوئی ماذہ پر سچے پر بڑی زور دار ضریب ریاضیک، سادگی، بے تکلفی، دنیا کی بے خاتمی اور دار آختر کا شوق، یہ تاثرات ان کی مجلسیں ایسے دلالہ شخص ساتھے کر جاتا تھا۔ وہ تمثیل و محاوروں کی زبان میں حکومت وقت کی بے راہ روی اور حکام کی بے لگامی پر چڑیں کیا کرتے تھے۔ عوام ان کے عاشق و دلدادہ تھے۔ ان کی ہر دل عزیز تھا اور بے لاگ تنقید سے اموی حکومت کا اپنے جانپ جاتی تھی۔ حق گولہ و بے باک ان کا شمار تھی۔ صوفیوں کے سبھی خالوادے حسن بصری کو تاریخ اسلام کا پہلا صوفی۔ یعنی بعض صحابہ مثلاً ابوذر غفاری کے بعد۔ قرار دیتے ہیں مگر انہوں نے کہ بعد کا تصرف کچھ گد لا ہو گیا تھا۔۔۔ بخلاف وہ کتنے صوفی تھے جنہوں نے باستثنائے چند اتنی بند آہنگ اور بے شوفی سے حکام و وقت کی بے راہ روی پر محلی تنقید کی تھی؟ اور اپنے کو مردان کار کا ایسا بے مثال حلقة تیار کیا تھا جس میں ہر علم و فن اور ہر طبقہ کے لوگ زیر تربیت رہتے تھے؟

اس کے بعد عباسی دور آیا، بنی امیر کی سلطنت کو زوال آگئا اور کئی تحبیبات اُجھا رک کر اور قسم قسم کے عوامی دلچسپی کے نعرے بُلد کر کے حکومت کو تو بدل دیا گیا مگر اب یہی حکومت اموی ذور سے بھی کچھ گوری تھی، بلکہ ہمیں اموی ذور کے بعض حکمران ان سے ہاشمی ہونے کے علاوہ کرنی خاص خوبی نہ تھی، بلکہ ہمیں کرختم کر دیا کیا تھا۔ متناہی ہمیں علوپوں کے سوا بدر جہاں ہتھ نظر آتے ہیں۔ بنی امیر کو ہمیں چن کر ختم کر دیا کیا تھا۔ متناہی ہمیں علوپوں کے کوئی تدعیٰ حکومت نہ رہتا تھا۔ مگر انہوں نے بھی اصلاح احوال کی صحیح کوششوں کے

مجاہے فرقہ بندی کا سہارے کر انقلاب لانا چاہا اور اس میں کئی بارنا کام ہوئے۔ مادہ پشتی، عیش پسندی، سرمایہ داری زور دی پر ہتھی۔ ان حالات میں سہیں چند مردان با صفائی صوفی جماعت کے افراد نظر آتے ہیں جن کا ہدف صحیح تھا اور تنقید ذاتی اغراض سے ہالا تر ہتھی۔ یہ جماعت سفیان توری، خصیل بن عیاض، ہرودون کرنجی^۲ اور بخاری حنفی پر مشتمل ہتھی۔ انہوں نے اپنی خدا ترسی، زہد و اتقاع، ایثار و بے غرضی، بے لوث خدمتِ علائق اور بے لاذگ آذارہ تھی کے ذریعے سے حق کی شیخ روشن روش رکھی۔ سفیان توری صوفی با صفائی ہوئے کے ساتھ سامنہ ایک عظیم محدث اور برہر سے قدآ و رفیقہ بھی ہتھی۔ حکومت اور ارباب حکومت کو کبھی خاطر بیٹھنی نہیں لاتے۔ قال اللہ و قال الرسول سے کام تھا۔ بے شمار لوگ ان سے فیض یاب ہوئے اور اپنے طبقوں کی آوارہ مزاجی اور رنگینی طبع کے باوجود حق کا بول بالا رہا۔

امام ابو عینیف اور ماکت بن الن اپنی اپنی ذات میں ایک تحریک ہتھی۔ انہوں نے آزادانہ کسی حکومت کی سر پرستی و مکملی سے بے نیاز رہ کر اسلام کا نظام قانون مددوں کیا۔ کئی بار حکومتِ وقت سے مکر بھی ہوئی مگر یہ بزرگ نہ بھلکے۔ امام ماکت کی فتح مغربی ماکت۔ افریقہ و اندر س۔ کافی نون بھی تو امام ابو عینیف کی فتح نے عباسی سلطنت کے نظام قانون کو اپنے زیر اثر لے لیا۔ دونوں بزرگوں نے شاگردوں کی عظیم جماعتیں قائم کیں جو نہ دلقوٹی، خدا ترسی علم و عمل اور صفاتے بالمن کی سلطنت کی۔ امام بنیں۔ ان میں سے بالخصوص امام ابو عینیف سے حکومتِ وقت ہمیشہ لڑائی و قراسی رہی۔ امام صاحب کا جنازہ ابو جعفر منصور کی جیل سے اٹھا۔ جب منصور کو معلوم ہوا کہ ابو عینیف نے دستیت کی تھی کہا نہیں ان کی زر خرید زمین میں وطن کیا جائے کیونکہ سر کاری قبرستان غصب کی زمین پر بنا یا یعنی تھا تو وہ جنح ٹھا کر دے ہے کوئی جو مجھے ابو عینیف سے بچائے جس نے مجھے نہ زندگی میں چھوڑا نہ موت کے بعد اُن حضرات کے بعد امام شافعی^۳ اور احمد بن حنبل کا نام ضمہرا و عملاءِ امت کی فہرست میں ملتا نہ ہے۔ دونوں علم و عمل اور تلقوٹی خلوص کے پیغمبر ہتھی۔ امام شافعی تو ایک مرتبہ قتل سے امام محمد بن الحسن کی سفارش اور زمرداری پر بچکے مگر بعد میں انہیں کمائی ہیں زبر دلوایا گیا جو ان کی موت کا سبب ہوا۔ احمد بن حنبل کی ذات تر شہامت و شہادت کا پہماڑ تھی۔ تین حکماء نوی کا نظم و تنشد اُنہیں کھلر جن سے نزروں کے سکا۔ آخر کار حکومت بھک گئی۔ مگر اس مردِ حق کا سر باطل کے سامنے شہجہا کا سکی مسئلہ حلیق قرآن کے سلسلے میں احمد بن حنبل کا کردار اُسی نوعیت کا ثابت ہوا۔ جیسا کہ مندرجہ اکبر کا فتنہ اندام کے ضمن میں ہو چکا تھا۔ ان کا نفرہ حق ہمیشہ کے لئے انہیں امام اہل سنت کا خطاب دلا

تیسرا صدی ہجری کی ایک اور عظیم شخصیت امام ابوالحسن اشعری تھے۔ انہوں نے مشہور مختزلی امام ابوعلی بجای کی مگر انی اور سرپرستی میں پروردش پائی۔ انہی سے علم حاصل کیا اور مختزل کے مائیں نازد کیلئے اور مناظرِ رہن سئے۔ چالیس برس مذہب اخترzialی کی خدمت کے بعد اس سے برسر عام توبہ کی اور باقی زندگی سُنت کی خدمت و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔ انہوں نے اپنے زور استدلال، خداداد نور بیان اور زور قلم سے اخترzialی اور مختزل کے پرچے ادا دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے دین کی خدمت کا بڑا عظیم کام لیا۔ آج بھی ان کی کتابیں اہل سنت و حدیث کے لئے مشتعل رہا ہے۔ وہ علوم شرعیہ کے علاوہ فلسفہ و منطق اور دوسرے راجح وقت عقلی و مشتمل اتنی علوم کے ماہر تھے۔ انہوں نے "مشتی علم کلام" کی بنیاد رکھی۔ اشعری کے بعد مغلیہ کا چراخ نہیں جل سکا۔ بعد کے شام متكلیتیں انہی کے خوش رہنے میں چوتھی صدی ہجری کے امام ابوالمنصور راتریدی مادرالغفار چینی ترکستان ہر کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے حدیث و فقیر اور متكلم تھے۔ فقریں جنپی تھے اور صاحب قلم صفت۔ انہوں نے اشعری علم کلام میں کچھ حکم و انصاف کیا اور اسے مزید متوازن بنایا۔ کتاب تاویلات القرآن ان کی عظیم تصنیف ہے جنپی علم اسلام بالعلوم عقاید و کلام میں ماتریدی کے پرورد ہیں۔ پانچوں چھٹی صدی ہجری کے مشہور فلسفی، صوفی، مخلص اخلاقی، فقیر اور محمدیت امام ابوحامد عزراکی کا نام مصلحین امت کی فہرست میں نہایت چکدار ہے۔ ان کی شہرت مشرق و مغرب میں چھلی۔ انہوں نے تصوف کی تجدید کا کارنا میرزا نجاحم دیا۔ بہت ذصین و فطیں، ناہدو عابد اور عظیم متكلم ہوئے کے ساتھ ساتھ صاحبِ ول بروگ تھے۔ فلسفہ اخلاق ان کا خاص مضمون رہا ہے۔ وہ قلب درود کی بیماریوں اور خطراتِ النفس کے ماہر و محقق تھے۔ ان کی تصنیفات پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی علم کلام اور صحیح تصوف کیا چیز ہے۔ فلسفہ یونان کا مطالعہ انہوں نے گہری نظر سے کیا اور اس کے رو میں تہافتہ الفلاسفہ نامی کتاب لکھی۔ وہ علم اصول فقیر کے بھی امام تھے۔ اور ان کی کتاب المحتضنی اس فن میں نہایت عظیم ہے۔ ان کے زمانے میں باطنیت نے تصوف کے بھیں میں اسلام پر حملہ کر رکھا تھا۔ امام عزراکی نے اس فتنے کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور ولائل سے کتاب و سُنت کی تحریت اور اسلامی عقاید کی برتری ثابت کی۔ اپنے دوسرے فتوی کے رد میں اور نام نہاد علماء و مبلغ کو حسن بھجوڑنے میں ان کا رہنگ، کچھ اس قسم کا نظر آتا ہے جو بعد کی صدیوں میں اب تینہ اور شاہ ولی اللہ نے اختیار کیا۔ وہ وقت کے حکام کے شاکر رہے اور ان پر زبان و قلم سے برملا

تنقید و احتساب کے کوڑے بر ساتے رہے۔ ایک دفعہ انہوں نے وقت کے عظیم فرمائروں ترک سلطان سنجر سے بھرے بازار میں کہا تھا؛ "افسوس تیرے گھوڑوں کی گرفتاری نہیں ملتوں سے ٹوٹ رہی ہیں۔ اور عوام کی گرد نیں شیکسوں اور واجبات کے بوجھ سے ٹوٹ رہی ہیں۔" امام غزالی کا کارِ تجدید اسلامی تاریخ کا ایک نہری باب ہے۔

اسی دور کی ایک اور عظیم شخصیت جس نے اصلاح امت اور توبہ بدعات کا فرضہ بڑھی تندی کی اور بے باک سے انجام دیا وہ سید عجمہ انقاد جبلانی کی ستری تھی۔ ہمارے ہاں کے معروف سلاسلِ تصور فیں سے قادری سلسلہ انہی سے منسوب ہے۔ وہ ایک مبنی المذهب حدث، فقیر، واعظ، عہدہ رئی و معلم اور مصلح تھے۔ عوام میں ان کے کشف و کرامات کے خالے سے بہت سی بدعات پھیل ہوئی ہیں۔ مکروہ توحید و سنت کے علمبردار، حق کوئی نہیں تھیں تھیں رضا رضی اور اصلاح فرض میں جذبہ شانی تھے۔ بڑھے خادم حق، منکر المزاج اور عوام سے محبت کرنے والے سے تھے۔ حکام سے طبیعت کمتر و نکور رہتی اور ان کے ساتھ کافی حق پختے سے کبھی درجنہ نہ کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار غیر مسلم مشرف بالسلام ہے۔ وہ تفیر، حدیث، فقر و اور اصول فرقہ و اختلاف ائمہ کا درس اپنے مدرسے میں خود دیتے تھے۔ عوام نے جتنا فیض ان سے پایا، مشکل کسی اور عالم و مبلغ سے اُس دور میں پایا ہو گا۔ صحیح اسلامی تصور اور بنوی احسان کے علم بردارستہ اور المحادو زندگہ اور غلط غیر شرعی تصور و رسوم تصور کا روزگار نامعقول ہیا۔ بنایا تھا۔ واعظیں تا پیر بہت تھی۔ کچھ ہیں کہ ان کے دعاظم کی تائیری سے بعض لوگ مر جاتے تھے۔ ان کے موعاذ و خطبات فتوح النیب کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ غلبۃ الطائفین نامی کتاب آپ کی تصنیف بنائی جاتی ہے۔ مکروہ تحریف و تغیر سے بچ نہیں سکتے۔ لمحہ فرقوں نے اس میں کتری تفسیر کر دیا ہے۔

چھٹی صدی ہجری کی ہی ایک اور سیماں پا شناخت علامہ عبد الرحمن ابن جوزی کی ہے۔ وہ مورخ، ناقد، محمدث فقیر، واعظ، اصولی، مدرس اور دوسری کمی خصوصیات کے حامل تھے۔ وسعت مطالعہ اور کثرت تصنیف میں پیگانہ روزگار تھے۔ ان کا بزرگ بعد اور احراق تھی میں دودھاری تلوار تھے۔ حدیث سے شفقت زیادہ تھا۔ اور اس کی جائیج پر کھیں کچھ متشد و محب تھے مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی مشہور کتاب "موضوعات" نے فی حدیث کے کئی بدرید گوشے واشکاف کئے۔ بعد اول بہل بعد ایک کے لئے رعد و برق کی دو گونہ صفات کے مالک تھے۔ انہوں نے تحریر و تقریر سے شفتت کا اصلی چہرہ پیش کیا جو بعد اور وہم و خرافات کی دھنندیں اُو جھل ہوتا جا رہا تھا۔ کتاب الملوک موصوعاً

کے علاوہ تبیس، ایکیس بھی ان کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے مکانِ شیطان کو بیان کر کے اس وقت کے معاشرے کے خواص و عوام میں ان کی نشان دہی کی ہے۔ حکمرانوں، علماء، مشائخ اور زید و حدیث کے مدعیوں کو خاص طور پر لقہ و تبرہ کا لشانہ بنایا ہے۔ تاریخ میں ان کی کتنی بہت المتفقہ اپنے اسلام سے لے کر ان کے دور رچھپی صدی بھری تک کے واقعات و احوال و خواش کے بیان پر مشتمل ہے اور نہایت قیمتی کتاب ہے۔ ان کے علاوہ بھی ان کی بہت سی تصنیفیں ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں علماء کے آخرت میں سے سچے جو اپنی زندگی کو اسلام کے سلسلے میں ڈسال کر دوسروں کی تقلیم و تربیت کا اہتمام کرتے اور وقت کے دعاء سے کوئی اپنی مرمنی کے مطابق موروث نہ کسی کر سکتے ہیں۔

علماء و فقیہا اور کے ساتھ ادب ادب بزرگیت کی صفت میں کچھ ادب سیف حکماں اور درویش صفت سلاطین کے نام بھی آتے ہیں جنہوں نے دور زوال میں زندگیان اسلام کی خاطر و قنف کیں اور میدانِ جہاد میں کڑا رہ دیں جنہوں نے دنیا بھر کی تازہ دم عیسائی قوت کا باہر ارم مقابلہ کر کے اس کے داشت کھٹک کرے، اسلامی عدل وال صاف، امن و مساوات، عہد کی پابندی نہ دو ریاست، خدمت کتاب و سنت میں کم لوگ ہی ان کی نیلگیری سمجھتے ہیں۔ یہ تین شخصیں اور تینوں کا تعلق ترکی سے ہے، عماد الدین زنگی، فور الدین زنگی اور صلاح الدین ابو ربی بادشاہ ہونہ کے باوجود انہوں نے خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ کی۔ قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت میں تن من دھن لگا دیا۔ یہ تینوں صلیبی جنگوں کے «مسلم ہیرو» ہیں جنہوں نے اسلام کی شریعت پر بناہ کی ضرب سے وہمنا ان اسلام کے سرقلہ اور کفر کے علم سرگھوں کے۔ یہ علم و عمل کے پیغمبر بھی سچے مسلمان قوم ان کے وجود پر فخر کر سکتی ہے۔ ان کے یقین عالم اور ایمان کامل نے ابو بکر و عمر نبی کی یاد تازہ کر دی۔ ان کے شور دروں اور شوقی جمادات نے عثمان بن عزیز کی سجدہ ریزیوں کو زندہ کر دیا۔ ان کی شمشیر خارا شکاف نے علیہ اور خالہؑ کے میرے تازہ کے۔ حجۃُ اللہ تعالیٰ ہم ان لوگوں کو بلے کھٹکے اربابِ عز و جل کی صفت میں کھڑا کر کے دورِ صماہی کی یاد تازہ کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا وجود ایک تحریک مخفاجس سے مشرق و مغرب متاثر ہیئے عیز مسلم مورخین نے ان پر جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھنے سے آنکھیں اشک، ہاڑ اور دل بیڑوں اچھتے لگتے ہیں۔ یہ سب پھٹپی صدی کے جمادیہ ہیں۔

علام احمد بن عبد السلام اسی پھٹپی صدی بھری کا ایک اوزنابندہ ستارہ ہے۔ یہ شخص علم و عمل کا پہاڑ ہے تقریباً دھلوس کا صحراء نامہ بہدا کنوار اور حق گولی و بیباکی کا نازر رہ روزگار تھا۔ ان کا شمارِ عجیب ترین ملت میں ہوتا تھا۔ زید و درع، صبر و شکر، خدمت دین و ملت،

وَقِالْحَادِ وَبِدِعَتٍ مِّنْ إِنْ يَرَهُنَا - وَهُوَ أَنْ عَلَمَهُ عَنِ الْحَقِّ أَوْ
أَوْ لِيَأْتِيَ صَادِقٍ مِّنْ سَبَقَهُ - جَنِّيَ صُورَتْ دِبَكَهُ كَرَالِ اللَّهِ يَادِ آتَاهُنَّ - بَلْ بَشَّارُ خَلِيفَ
بَلْ حَدَّوْثَرَدَا غَنَّا وَأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ شَنْجَيْ تَلَوَارَهُنَّ - وَفَتَهُ كَهَامَ كَوْدَغَطَ
وَبِنَدَسَهُ مُومَ كَرَدَجَسَهُ أَوْ رِبَسَتَ عَلَمَ وَعَلَمَ سَهُ بِرَهَسَهُ سَرَكَشَنَ السَّانَلُونَ كَوْهَسَانَزَهَ حَقَّ بَرَ
جَحَادَيْنَسَهُ تَهَتَّا سَارَهُ نَفَنَهُ كَامْقَابَلَهُ كَرَنَهُ كَلْعَقَيْنَ مِنْ أَنَّ كَفَاصَّاجَ اُورَخَطَبَاتَ آگَ لَهَا
وَبَيْتَهُنَّ - وَهُوَ جَرَأَتْ، وَاسْتَقَامَتْ كَاهْكَوَهُ گَرَانَهُنَّ - أَنْهُنَّ دِكَهُ كَرَسَنَ بَهْرَهُيَ اُورَسَهْيَهُ بَنَ
الْحَسَبَيْنَ كَيْ بَادَتَاهُ ہُوَجَاتِيَّهُيَيْشَعَعَالِدِيَنَ صَاحِبَ تَصَانِيفَ بَرَزَگَهُنَّ - التَّقْوَاهُنَّ الْكَبَرَيِّيَّهُ اُورَ
بَجَازَالْفَرَقَانَ اَنَّ كَيْ عَلَىَ كَبَرَاهُيَ اُورَمَحَمَّدَاهُ بَصِيرَتَهُ، كَيْ شَاهَدَهُ عَدْلَهُنَّ -

سَائِرُونَ صَدِيَّ بَحْرَيَيَّهُ كَيْ وَسَطَهُنَّ غَنَّارِهُتَهُ اَبَنَ عَلَقَيَيَّهُ وَزَيْرَ خَلِيفَهُ مُسْتَعِصَمَ بَالَّشَّاهَ اَوَّلَهُ
الْحَسِيرَالْمَشْكُونَ نَسِيرَالرَّدِينَ طَوْسَيَيَّهُ كَيْ مَلِيَّ بَعْلَكَتَهُ، اُورَاسْلَامَ اُورَهُلَامَ كَيْ غَلَافَ سَازَشَ كَيْ تَبَجَّهَ
مِنْ ہَلَکَهُ اَخَارَهُنَّ دِبَغَهَارَهُ كَوْتَبَاهَهُ كَرَدَالَهُ، صَدِيَّهُنَّ كَيْ عَظَمَتْ سَرَنْجَوَنَ سُوَگَّيَهُ مُسْلِمَانَوَنَ کَاقْلَنَ عَامَ
ہُوَوَا، جَنِّيَّنَ کَرَاسَلَامِيَّهُنَّهُ بَبَ وَلَقَافَتَهُنَّ کَا اِيكَ، اِيكَ لَشَانَ اَمَشَادِيَّا اَلْجَيَا - هَلَتَ اِسْلَامِيَّهُ پَرَّ
اِيكَ ماَلَوَیَّسَ کَاعَالِمِیَّهُ رَهِیَ سُوَگَّيَهُ، بَرَلَسَهُ نَامَ غَلَافَتَهُ، عَبَاسِیَّهُ کَارَکَزَ بَقْلَادَهُ دَمَشَقَ اَوْ مَصْرَهُ مِنْ
نَفَلَ ہُوَگَّيَا - اَوْ بَارِدَهُ نَكْبَتَهُ کَيْ لَکَشَانَیَّسَ چَهَاگَیَّهُنَّ - نَفَاقِ بَاهِیَّهُ، فَرَقَهَازِیَّهُ، دِبَنَپَرَسَتِیَّهُ بَهْرَیَشَوَهُ خَرَثَ
خَلَفَاسَکَیَّ نَاهِلَیَّهُ، سَلاَطِینَ کَیَّکَرَدَرَیَّهُ اُورَعَفَلتَهُنَّهُنَّ یَہُجَادَنَ دَکَھَایَا - لَوْکُونَ کَیْ سَبِیَّوَنَ مِنْ تَرَآتا
هَنَّخَا کَاَپَ، کَیَا ہُوَگَا؟ اَسِيَّ زَمَانَهُنَّ مِنْ اَسِسَ دَوْرَکَاهُمَّدَهُ اَبَنَ تَبَیِّهَ پَیدَا ہُوَا -

اَبَنَ تَبَیِّهَ عَلَمَ وَفَضْلَهُ، زَبَدَهُ وَرَعَ، تَقْوَى وَرَطِّهَارَتَهُ، حَافَظَهُ وَذَبَانَتَهُ مِنْ بَلْ بَشَّارُ خَفَفَتِ
تَهَتَّهُ، دِبَكَهُ وَقَتَ مَنْتَرَهُ تَلَمُّمَ، فَلَسَفِيَّ، صَوْفَیَّ، حَمَدَتَهُ، فَیَّهَهُ وَمَجَّهَهُ، مَصْنَفَهُ وَدَرَسَتَهُ ،
وَاعَنَدَهُ خَلِيفَ، اِمْرَأَلِلْمَرْوَفَ وَنَهْيَ عَنِ الْمَنْكَرَهُ مِنْ شَمَشِرَبَهُ زَنَهَارَ، شَرَکَهُ وَبِدِعَتَهُ، اُورَالْحَادِهُ
وَزَندَقَهُ کَسَّهَهُ پَیَّامَ مُوتَهُ، تَلَوَارَهَا تَهَتَّهُنَّهُنَّ کَرَفَجَوَنَ کَیْ کَانَ کَرَنَهُ دَلَسَهُ جَهَادَهُ فِی سَبِيلِ اللَّهِ
تَهَتَّهُ - اِمامَ اَبَنَ تَبَیِّهَ کَارَمَاتَهُ فَتَنَوَّهُ سَهُ پَرَّخَا - اَنَدَرَوَنَ اُورَبِرَوَنَهُ اَوْ حَلَّهُ آدَرَ اِسْلَامَ کَهَصَارَهُ کَوَهَ
کَوَرَنَهُ کَیْ جَدَوَجَهَدَهُ مَصْرُوفَتَهُنَّ - اَبَنَ تَبَیِّهَ نَهَنَےَ اِيكَ سِلَابَ بِلَارَ اَبَنَ کَرَشَامَ فَتَنَوَّهُ کَامْقاَلَهُ
کَیَا، سِيفَ، وَقَمَ سَهُ عَنِ الْحَقِّ کَيْ کَفَدَهُتَهُ - وَهُوَ بَلْ تَکَانَ قَلَمَ بَرَدَاشَتَهُ لَكَنَّهُ وَاسِتَّهُ تَبَرِّهُ مَضَوْعَهُ پَرَّ
اَنَّ کَاَقَلَمَ فَرَأَرَدَانَ ہُوَجَاتَا تَهَقَّا - بَلْ نَيَّلَهُ حَافَلَتَهُ کَيْ مَدَسَهُ عَبَارَتَوَنَ کَیْ عَبَارَتَهُنَّ نَهَلَ کَرَنَهُ مَلَتَهُ
آیَاتَ قَرَآنِرَهُ اُورَاحَادِرَهُ شَهُوَیَّهُ کَهُ عَلَادَهُ آثَارَ صَحَابَهُنَّ وَنَبِيِّهُنَّ اُورَاقَوَالَ فَقِهَهُ اَسَپَرَهُ دَقَرَوَتَهُ
چَلَدَجَاهَتَهُ نَهَنَےَ بَلْ نَظَرَتَهُنَّهُنَّ کَهُ تَسَامَ شَرَعِيَّهُ، فَلَسَفِيَّ، مَنْظَقَيَّ، تَامَسَنَیَّهُ، عَقْلِيَّ وَلَقْلَعِيَّ عَلَمَوَنَ اَنَّ کَهُ
سَاهَنَهُ اِيكَ تَرَتِیَبَهُنَّ سَهُ بَجَتَهُنَّهُنَّ، وَهُوَ جَبَ چَبَاهُنَّ اُورَجَهَانَ سَهُ چَاهُنَّ اَقْتَبَاسَاتَ

و دلائل کا انبار لگاتے پڑتے جانتے۔ وقت استدلال کا یہ عالم تھا کہ تم متعاب چوت ہو جاتا اور وہ فاتحانہ اداز میں قلم کی رفتار کو مزید تیز کر کے دلائی و شواہد کا انبار لگاتا تھا۔ انہوں نے بیک وقت فلسفہ، محدثین، باطنیہ، روافض، انصاری اور دیگر متبدی میں واحد اسلام کے خلاف پونچھی لڑائی لڑائی۔ حق گوئی اور بہیا کی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بیہت، کوئی دبہر، کوئی حکومت اور جاہ و جلال اس سلطان علم و عمل کو زیر شد کر سکا۔ باہم معاشر سب کی آنحضرتیں آئیں۔ آئے دن انقلابِ حکومت کے باعث مت نئی اجنس کا سامنا ہا مگر وہ استقامت، اور صبر و وقار کا ایک کرو گران شاہت ہوئے۔ انہوں نے تقدیم و تدرییں اور تصنیف و تالیف کا آتا کام کیا کہ آئی اسے دیکھ کر چرت، ہوتی ہے۔ وہ خود ایک تحریک سنتے۔ ان کی محبت و تربیت سے ابن القیم اور ابن کثیر بھی لوگ اٹھ جھوپ نے علوم و فنون کے انبار لگادیے۔ ان لوگوں کے احسان سے مسلمانوں کی گردی میں تلقیمت بوجصل رہیں گی۔

حافظ ابن تیمیہ کی کتاب منحاج الشریف و بدعت کے رد میں بے مثال ہے۔ اس میں بڑے ورقی کلامی اور فلسفی مسائل کا حل ملتا ہے۔ الجوابات المبحوثۃ و تنصاریہ میں بے نظر ہے۔ ان کے فتحیم فتاویٰ بے شمار فرازد کے حامل ہیں۔ ان کے شاگرد ابن القیم نے بھی میہان تصنیف میں اعلیٰ قسم کی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ فتویٰ میں یہ دلوں حضرات، جملی سنتے۔ تحریر میں کہیں کہیں خدشت کا اثر عسوس ہوتا ہے۔ ان کی جلالت قدراً و حلمت شان پر ساری امت متفق رہی ہے۔ استادوں کی نسبت شاگرد پر تصریف کا اثر زیادہ نہایاں ہے۔ ان دونوں حضرات کو اعتزال اور بدعت والحاد کے مقابلے میں اہل سنت کا تمہان اور وکیل تسلیم کیا جاتا ہے۔

دوسری اور گیارہویں صدی ہجری میں مجدد و افت شافعی شیخ احمد شریمندی سے احیائے اسلام اور تجدید ملت کا عنیم کارنا مرا بخاجم دیا۔ مجدد الف ثانی (دوسری نیڑھ سال) کا تصور شاید دربار اکبری کے خوشابد پرست درباریوں کی اس گمراہی کا جواب تھا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذرہ و ایک ہزار برس م معاذ اللہ گزر چکا ہے۔ اب اپنے دین کی ضرورت ہے چنانچہ بعض شکم پرست مسلمان امراء نے ہندو دوؤں اور دیگر یونیورسٹیوں کے ساتھ مل کر ایک بیان میڈیسین کی ایجاد کیا جس کی مرکزیت کاسہرا و قصعہ کے جاہل بادشاہ اکبر سے سر ماں دھا گیا۔ اس نئے دین کا نام دینی الہی اکبر شاہی رکھا گیا۔ اس میں شرک و کفر، بیت پرستی آفتاب پرستی، آتش پرستی، شاہ پرستی، اور خدا جانے کیا کیا پرستی، شامل کی گئی۔ اسلام کو چونکہ معاذ اللہ مسونخ کیا جا رہا تھا اس نے اس کا کوئی حصہ شامل نہیں کیا۔ اس دین کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے سے پھیلا یا گیا۔ اور کچھ مرے سے کئے اسلام کو عمل اس سریzen

سے رخصت کر دیا گیا۔ اسی المعاو و بہ عات کے پلندے کے کو دریا بڑو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد سرہنہدی کو توفیق بخشتی اور انہوں نے اسے واقعی ختم کر دیا۔ اس بناء پر ان کا القب مقیدۃ الدافت ثانی ہوا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بر صیرتہند پاکستان میں اسلام کی اشاعت کا سہرا چند قدسی لفظ صوفیوں کے سر ہے۔ حکومتیں بالعموم اس سے لا تعلق اور غیر جانبدار رہی ہیں چند ایک چھوٹ کر اکثر حکمران عین دنیا دار با دشائیت ہے۔ وہ صرف اپنی ذاتی اغراض اور شایعہ مصالح کی خاطر بعض اوقات دین کی سرپرستی کا جامسرا اور حصہ لیتے ہیں۔ حقیقت میں انہوں نے خدمت دین کا فریضہ ادا نہیں کی۔ مخلیل سلطنت کا مشہور با دشائیہ ہمایوں جب شیر شاہ سوہی سے شکست کھا کر بھاگا تو کئی سال ایران میں پناہ گزیں رہا اور وہاں کی مشہور منصب صغیری حکومت سے امداد طلب کرتا رہا۔ آخر کار اسے یہ امداد ہمیسا ہرگزی۔ وہ صرف فوجی اور مادی امداد کا تحفہ کے کہیں واپس نہ لتا بلکہ اس مدد و نصرت کے جلویں ایک سنتہ مدہب کا تحفہ بھی لایا۔ اس کے بعد بڑے بڑے فوجی اور سول عہدوں سے ایرانی اہلکاروں کو طنز لگے اور یہ ملک نئی نئی آزادیوں سے آشنا ہے۔ یاد ہے کہ اسے چل کر جب مخلیل سلطنت پر زوال آیا تو پہاڑ کے بڑے بڑے رو سام و امراء، گورنر، فوجی حکماء، نواب اور با دشائیہ اکثر ایسی ایرانی شخصی کی یاد گاریں میتیں۔ انہی کے ہاتھوں زوال سلطنت و حکومت کا کام انجام کو ہے چا۔

اکبر شاہی دور میں جن طبقوں کے ہاتھوں اسلام اور اہل اسلام کو شدید دھچکا لگا وہ علماء و صوفیاء، امراء و رو سام، شاہی درباری، حکومت کے بڑے بڑے اہل کار اور فوجی عہدیدار تھے۔ حضرت شیخ سرہنہدی نے اپنے ولی ملادیسے والے مکا تیب کے ذریعے ان سب طبقوں کو خوارکیا، جنمھڑا اور ان کے فرائض کی یاد و بانی کرائی۔ ان مکتبات میں انہوں نے تفسیر قرآن شرح حدیث، فتوہ اصول اور صحیح اسلامی تصور کے وہ موتی بکھیرے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان دجدی میں آجاتا ہے۔ حضرت شیخ بدعت والیا کے علاوہ ایک قبر الہی کی بجلیت ہے۔ ان کے مکا تیب میں رعد کی گرج، بھلی کی چمک، سیلاپ کی تیزی، سمندروں کی کھڑائی اور پہاڑوں کا دقار پایا جاتا ہے۔ انہوں نے علمائے سور اور شکم پرست مشائخ کو صور اسرافیل پھونک کر جگایا۔ عیز اسلامی تصور کر دیا تھی شرع سے رد کیا اور صحیح اسلامی تصور اور نبوی احسان کو اس سرنوز نہ کیا۔ اس ملک میں بدعت والیاد کے دھارے کے سلسلت سنت و شریعت کا بند باندھتے ہیں جو کہ دنار انہوں نے ادا کیا تھا اس کے اثرات انشا اللہ تعالیٰ قیامت باقی رہیں گے۔ ان کے بعد احیائی نے اسلام کی تحریکیں انہی سے متاخر نظر آئیں۔ انہوں نے جو ہمیگ

بیہی عظیم شہنشاہ کو خدا درستگل کی شرع کی چوکھت پر جھکا دیا۔ دین الہی اکبر شاہی صرف اور ان تاریخ کی ذیمت بن کر رہ گیا۔ انہی کا اثر تھا کہ اس دنیا دار شاہی گمراہ سے اور بہت زیبعت حاصلگیر حسیا پابند شرع اور خادم دین بادشاہ احتلا۔ اگر ہالمگیر کے جانشین نا اہل ثابت نہ ہوتے تو آج ہندوپاکستان کی تاریخ اور جغرافیہ دو دو مختلف ہوتے۔

حضرت مجید کی اصلاحی و تجدیدی تحریک سے بر صیغہ کے ہر کونے اور ہر گوشے میں ایسے درود میں اسلام کا ایک جال بچا دیا تھا جنہوں نے اسلامی علوم اور کتاب و سنت کی اشاعت میں اپنی جانیں کھپا دیں۔ بدعت والحاد اور باطنیت کو نول کھدروں میں منہ چھپا نے پر جمود ہو گئی۔ یہ تحریک اگے چل کر کئی تحریکوں کا پیش خیانتاہت ہوئی اور دین کا کام کرنے والوں نے اس سے رہنمائی حاصل کی۔

بارہویں صدی ہجری میں عالم اسلام کا ایک عظیم ملکہ، علوم عقیل و فقیر کا جامع و مجمع، الفرقہ عالم دین، فقیر، محمدث، صوفی، محدث دل و دماغ رکھنے والا جیرت ایک مصنف، اسلام کے لئے دل درود مذر لکھنے والا ایک ہمدرگر داشت و رسیں ملت اسلامیہ میں کارنامہ تجدید اصلاح انجام دیتا ہوا نظر رہا۔ اس بے مثال شفیقت کا نام شاہ ولی اللہ ہے۔ ان کے زمانے میں سلطنتِ مغلیہ زوال کا شکار ہو چکی تھی۔ مرہٹے اور سکھ بیک میں اور حرم چمار ہے سنتے۔ ہر طرف افران فرنی کا عالم تھا۔ ناہل حکمران نام کے بادشاہ رہ گئے سنتے۔ طلاف الحکم کا دورہ دوڑھا۔ مایوسیوں نے ملت اسلامیہ کو یگھر لیا تھا۔ مغربی اقوام تاجروں کے بھیں میں متده ہندوستان میں آ کر اب یہاں کی حاکم بن رہی تھیں۔ کئی علانے مغلیاں کے زر قحط سنتے۔ شاہی وربار مسخزوں، بھانڈوں، نقالوں اور ڈوم ڈھاریوں سے جھرئے ہوئے سنتے۔ یہ لوگ گھنی کی طرح سلطنت کو آہتہ آہتہ کھاتے جا رہے سنتے۔ بیشتر علاقے مرکزی حکومت سے آزاد ہو چکے سنتے۔ نواب اور ان کے دبباری بیڑے باری میں مصروف سنتے۔ چھاپے مار مرہٹے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کئے ہوئے سنتے۔ محلاتی سازشیں زوروں پر تھیں اور شاہی گمراہوں میں سازشوں اور کھاڑکیاں کا مختتم ہوئے دالا چکر پل رہا تھا۔ غاصب ایک مرتبہ ہمارے فرانس سے نا آشنا ہو گئے سنتے اور عوام میں بے اعتمادی اور بے چینی کی بڑی انھر رہی تھیں۔ ہر طرف جیسا تھی، بے راہ روایتی، قتل و غارت، بد امنی اور جبر و تشدد کا بازار گرم تھا۔ بدعت والحاد پھر اپنی دکانیں سجا چکا تھا۔ تصرف اور فرقہ و درویشی کا چشمِ صافی پھر مکابر ہو چکا تھا۔ علم و فضیلت ورباروں کا رساکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہی چکے سنتے۔ میشنت کے کوئی نشیئی نفس پر و را در دنیا پرست بی کئے سنتے۔ فر پرستی وربانی شکل اختیار

کر گئی حقیقی۔ تو حیدر پرست ایک خدا کے سوا ہا قی ہر ایک کے پھاری ہو گئے تھے۔ دسنت کے چڑاغ ماند پر گئے تھے اور شرک و بدعت کی شعیں روشن تھیں۔ غرض ایک طوفان بلا اختاب جس میں اس ملک کی ملتِ اسلامیہ گھری ہوئی تھی۔

ایسے خوفناک حالات میں دہلی شہر کے ایک کرنفیل میں بیٹھے کر شاہ ولی اللہ حالات کو چھی طرح بھانپ کر اس بیمار قوم کا علاج دریافت کرنے اور چھر اس کو ایک نسوٹ شفا کے طور پر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی صورت میں پیش کرنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے اس سلسلے میں اتنا وسیع کام کیا ہے جو عام حالات میں شامل ایک بڑی جماعت بھی نہ کر سکے۔ کوئی سیاسی، معاشری، معاشرتی، عربی، تہذیبی، اسلامی موضوع ایسا نہیں جس پر انہوں نے مدلل بحث و تجویض کے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش نہ کیا ہو۔ حکمت دین میں ان کی کتاب جمیلۃ اللہ بالغاب تک بے مثال ہے۔ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم عقول اس کے مندرجات کی وادی سے پچھے ہیں۔ انہوں نے ترجمہ و تفسیر قرآن، شرح حدیث، فقة و اصول، عرض بہ شرعی علم و فقیہ کی بے نظری حمدت کی۔ وہ اس ملک میں حدیث کی باقاعدہ تدریس بجارتی کرنے والے پہلے حمدت ہیں۔ ان کے بعد بس انہی کی سند اور انہی کا سلسلہ چلا۔ پہلے بزرگوں نے جو کام کیا تھا وجدی و انفرادی ہو کر رہ لیا۔ قرآن پاک کی تفہیم و تقدیم کے لئے انہوں نے ایک آسان اور عام فہم طریقہ نکالا۔ اس کی خاطر انہوں نے فارسی زبان میں۔ جو اس وقت علی و دفعی زبان تھی۔ ایک ترجمہ اور تفسیر لکھی۔ اصول تفسیر پر ایک الٹے طرز کا رسالہ لکھا جو آج کل درس گاہوں میں داخلی مصائب ہے۔ سنت فخر کے مکاتب چہار گاند کو ایک دوسرے سے ملانے اور قریب تر کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ حدیث کی عام فہم اور جامع شرح ملکی۔ ان کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے کتاب دسنت کی شیع روشن رکھنے اور دُور و دُور نکل اس کی روشنی پہنچانے کی توفیق تھی۔ ان کے لاائق صاحبزادوں اور جانشینوں نے اگر دو زبان کو تفہیم و اشاعت قرآن کا ذریعہ بنایا۔ ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ اُن کے تراجم آج تک بے نظر شمار ہوتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے خود گو سیاست میں عملی حصہ نہیں لیا مگر وقت کے ارباب حکومت و سیاست کو بار بار چھپھوڑا اور خواب غفتت سے جھکانے کی کوشش کی۔ وہ مر پڑنے کو دھمکی اور ہر طرف کفار کی میخار پر تملکتے رہے اور خانیاں اسلام کو بیمان بیمارست میں نکلنے کی کھلی دعوت دیتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ احمد شاہ اپنی انہی کی دعوت اور پکار سے متاثر ہو کر مدھیوں کی سرکوبی کے لئے بہ صیغہ حملہ اور ہوا تھا۔

تصوف کو جن بدعات اور غیر اسلامی اعمال و رسوم اور وہم و خرافات سے ملوث کر دیا
گیا تھا، شاہ صاحب نے اس سارے جھاؤ جھکاؤ کو اس سے الگ کر کے بلوگی احسان اور قوں
اویں کے اسلامی تصوف کو از سر نہ زندہ کیا۔ وہ خود ایک بہت بڑے صاحب نسبت اور صاحب
اجازت صوفی تھے۔ ان کے والد بھائی عظیم عالم دینی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے صوفی تھے۔
شاہ صاحب نے تصوف پر بھی بہت سی لذیں اور رسانی چھوڑے ہیں۔

آج ہندو پاکستان میں مشینی مکاتب نکر دیں کوئی طبقہ ایسا نہیں جو اپنی نسبت شاہ ولی اللہ
کی طرف نہ کرتا اور اپنی سنبھل حدیث ان کے ساتھ نہ ملاتا ہو۔ ان کی ذات، اور ان کے بعد ان
کے اخلاف اس لفک میں رشیع علوم کے سے مرکوزیت کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی تصانیف
بالخصوص مجتہدة اللہ الائمه ہندو پاکستان کے علاوہ عرب علمکار میں بھی مندرجہ ذیقی
میں۔ انہوں نے احیائے دین اور اصلاح طمت کا جو کام شروع کیا تھا اس سکنتیجے میں انہی کے
فیض یافتہ اور ان کے اخلاف نے ہندو پاکستان میں ایک عظیم تحریک جہاد شروع کی جو دقتی
طور پر گوناگام ہو گئی تکریر دینی کے ان اطراف میں دیرپا اثرات چھوڑ گئی۔ اس کی صدائے
بازگشت اب بھی شناہی دے رہی ہے۔

یہ تحریک جہاد رسید احمد شہید اور شاہ سعیل شہید کی تحریک ہے۔ اس تحریک نے
مسلمانوں کی بیداری میں بڑا کام کیا ہے۔ ہم آزادی ہتھدار قیام پاکستان کی ہر تحریک میں
اس کا اثر بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ اس تحریک کا انگلی فنور مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ اس کا
مقصد احیاء کے دین کے سوا کھو شد تھا۔ نما واقع حالات میں بھن لوگوں کی غذاری سے یہ
حضرات شہادت پا گئے بلکن ان کا نعروجہاد اور احیاء کے اسلام کی پکار اب بھی زندہ و پابند
ہے۔ یہ تحریکیں صدی بھر کی تحریک ہے۔

سید احمد شہید اور ان کے سامنیوں کی تحریک جہاد قوی ظاہر ناکام ہو گئی مگر احیاء کے دین
کے سلسلے میں اس تحریک کے اغراط بہت دیرپا ثابت ہوئے۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی
میں بہادر شاہ ظفر اور ان کے حامی شکست کھانے تو مگریزوں نے اپنے سپرد پر بالخصوص
مسلمانوں پر نظم و قسم کی اٹھا کر دی۔ بے شمار لوگوں کو چھانی دی گئی۔ علماء کو تختہ دار پر کھینچا گیا۔
کہتے ہیں کہ ہمی کے خونی دروازے کے باہر دوڑنک پھادیاں گردی ہیں، فاتح قوم نے
غلظیاً صحیح شکاست پرانے صاحب صند باشند کا ان دہلی کو بر سر عالم ان پر لٹکایا۔ حاکم قوم کی پالیسی
اب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہر میدان میں پنجاد کھایا جائے۔ اور ہتھ دکو کا گئے بڑھایا جائے۔
بہت سے مسلمانوں ملک پھوڑ گئے۔ نازارہ ولی اللہ پر بھی معاشر کے پھاڑ گئے۔

مولانا رحمت اللہ عالیٰ مولانا شاہ محمد اسحاق سہندوستان سے ہجوت کر گئے۔ مولانا رشید احمد گلوہی اور مولانا محمد قاسم نانو توڑی پر بغاوت کے مقدمے پڑے۔

علمائے حق کی جماعت نے مسلمانوں کو مایوسی سے بچانے اور اسلام کو غیر قوم کی نزد سے نکالتے کے لئے خود و نکل کے بعد مدارس اسلامیہ کا سلسلہ تحریک کیا۔ وادا العلوم دینہ بند اور نہ فنا العلماء لکھنؤ اسی سلسلے کی کریمیاں تھیں اور انہوں نے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کی خاطر مختلف حالات میں دین کا جہنڈا بلند رکھا۔ شیخ المہنہ مولانا محمد نوہضن کو ترکوں کی امداد کے جرم میں جزویہ مالٹا میں نظارہ بند رکھا گیا۔ آگے چل کر اسی جماعت کے لوگ آزادی سہند اور مسلم لیگ کی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔

سید جمال الدین افغانی کی تحریک اتحاد اسلامی نے بھی مسلمانوں کی سیداری اور اتحادیں بڑا کام کیا۔ افغانی کے بعد ان کے شاگرد مفتی محمد عبیدہ نے ان کا کام سنبھالا۔ سید رشید رضا مفتی نے اسلامیان مقرر کی سیداری اور مسلمانان اپنے عالم کی وینی رہنمائی میں بہت بڑی خدمات انجام دیں۔ مفتی قریب میں سید البر الاعلیٰ شرودی کی تحریک جماعت اسلامی کی خدمات کو فخر ادا کر کر نادیا نیشن کے خلاف ہو گا۔ سید شریح رحومت وقت کے تمام اہم مسائل پر خلبہ فرسائی کی ہے اور اسلام کی حقانیت کے اثبات میں وسیع ذخیرہ کتب چھوڑا ہے۔ مقرر کی تحریک اخوان اور سوڑوان کی تحریک مہدیتی سوڑاوی کے علاوہ سنسنی تحریکیں بھی اسلام کی خدمات اور دفاع میں خلیم کار نمائے انجام دیتے ہیں۔ یہ سب تحریکیات ایک ہی سلسلے کی مختلف کریمیاں ہیں۔ محمد بن عبد الرحمن رابط کی تحریک بھی اسلامی مقیم گواستے بدنام بہت کیا گیا ہے۔

اسلامی اقدار کے احیاء اور تبلیغ دین میں تبلیغی جماعت کا کام ناقابل فراموش ہے تقسیم ہند سے قبل جب ہندوؤں نے شدّتی کافروں احتیا اور بہت سے مسلمانوں کو مرتد بناؤالا تو مسلمانوں نے انفرادی و اجتماعی طور پر اس کا مقابلہ کرنے کی کوششیں کیں۔ ان سب کوششوں میں مولانا محمد ایاس کانٹہپوری کی جدوجہد بے مثال تھی۔ انہوں نے دہلی — ہندوستان — کی سبti نظام الدین میں دیرہ جایا اور طلاق دیسیع علاقہ میورات جو شدید رزو میں تھا، اسے اپنے کام کا مرکز منتخب کیا۔ ان کی کوششوں سے یہ علاقہ لکھری کو گورمیں جانے سے بچ گیا اور مولانا مرحوم کی اس تحریک نے ایک مستقل علکل اختیار کر لی۔ اس جماعت کا نز کوئی دفعہ ہے نہ مبرہش پس، نہ چندہ نہ کوئی اور مصنوعی اور تکلفاً قائم رسم۔ اللہ کے چند بند سے اپنا خرچ اور لبتر سماحت لے کر جلتے ہیں، کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے بلکہ

پلاچند شرطوں کے کسی کی دعوت بھی قبول نہیں کرتے۔ لبی بستی گھر میتے چرتے ہیں۔ مسیحیوں میں ذیرہ لگاتے ہیں۔ اور نمازوں کے اوقات میں مقامی لوگوں کو ان کے دینی فرائض کی طرف متوجہ کر کے سامنے لیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ ساختہ ہو جائیں انہیں دینی احکام کی تعلیم بھی دیتے چلتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ بستی بستی کوچے کوچے جاری رہتا ہے۔ نہاد عصر کے بعد مسیحی کے حقوق عدالت میں گفت کر کے عوام کا کلمہ صحیح کرتے اور نماز کی تلقین کرتے ہیں۔

یہ جماعت خاموشی سے ہندو پاکستان کے علاوہ مغربی عالیکے۔ فرانس، جرمنی ہائینڈ اور آسٹریا مشرقی ہاں جاپان کے علاوہ امریکہ میں بھی برس رکارہے۔ ان کے کام کے نتائج روشن ہو رہے ہیں۔ اور ان عالیکے میں اسلام کی خاموش تبلیغ کے علاوہ دنیا رہنے والے یا ملاد مت کرنے والے مسلمانوں کی اصلاح کا کام بھی جاری ہے۔ جاپان میں یہ کام خاصہ تیز اور سچ ہے۔ یہ اصلاح و تجدید کا ایک خاموش اور سادہ کام ہے مگر پہ نشانی کے لحاظ سے بڑا ہم اور بیکوئی خیز ہے۔

اسلام اور عصر حاضر [عصرِ حاضر] خلاف دنیا کے دو دھرمی عینی مغربی عیسائیت اور مشرقی اشتراکیت ہر وقت سازشوں میں معروف ہیں۔ ہندو آدم نے ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں جن کا جنم جنم کا بیر عطا۔ مخدوہ حکی میں۔ ہندو آدم نے ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ اور وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کے اسلوک سے لیں ہو کر لے ذک پہنچنے۔ بلکہ اپنی ہر محمد صریحیں سے اس کو مٹانے پر تمل گیا ہے۔ مسلمانوں کے بہت سے علمائے افریقی میں مغربی عیسائیوں کی سازشوں سے عیسائی اقلیت کے ہاتھوں میں آپکے ہیں۔ سپین سے مسلمانوں کا نام ولشان بہت پہلے سے مٹایا جا چکا ہے۔ اشتراکیت مسلمانوں کی کم از کم ایک درجن ریاستوں پر قابض ہے۔ اور دنیا سے اسلامی تہذیب و ثقافت کی ہر عالمت کو مٹایا جا چکا ہے۔ چینی ترکستان۔ موجودہ سنگیا ہاک کا عظیم علاحدہ۔ چین کی جدید اشتراکیت کے قبضے میں ہے اور خدا معلوم دنیا مسلمانوں کی حالت کیا ہے۔ مسلمان سلطنتیں تنزل اور زوال کا شکار ہیں۔ ان میں اتحاد نام کی کوئی چیز عمل اکم ہی نظر آتی ہے۔ معاشی طور پر مسلمان ہر ہاک میں بسماں ہے۔ عربوں نے اسرائیل سے با بار غماست کھانے کے بعد بھی ہوش نہیں سنبھالا۔ اور وہ دھرتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ حال ہی میں روس کا بیچھے افغانستان کی مسلم سلطنت پر قبضہ جا چکا ہے اور اپنی پوزیشن روز بروز مستحکم کرنے کی نظر میں ہے۔

خالص فہریجی فقط نظر سے دیکھیں تو اب ہم میں وہ دم خم باقی نہیں رہا کہ وقت کے فتنوں کا علمی تحریر کر کے کسی غرائی یا ابن تیمیہ یا شاہ ولی آشکار پارٹ ادا کر سکیں۔ روح اجتہاد مردہ ہو جلی ہے۔ فکر و نظر نہ لگ آؤ در ہو گئے ہیں۔ ہمارے علماء مقتول و جزو کا شکار ہیں۔ ساہابا سال پہلے کا بناء پروانہ انصاب تعلیم ہماری مذہبی درسگاہوں میں رائج ہے اور ہم اس سے ایک انج ہمہنا میںی کفر و الحاد کا ہم پرستیج ہے ہیں۔ ساری طاقت فردی اخلاقیات کو ہمدا دینے اور فرقہ بندی پر صرف ہر ہی ہے۔ ہمارے مشارک جاہل اور رجحت پسند ہیں۔ کتاب و سنت اور نبوی احسان سے بے ہوڑے ہیں۔ شکم پر درس اور حکامہ کی ان کا منتخالے مقصود ہے۔ سب سے بڑی خطرناک بیماری جس نے ہم نہیں جان کر دیا ہے۔ وہ فرقہ پرستی ہے۔ ہم میں سے سرخپن اسلام کو اپنی خاص رنگیں یعنیک سے دیکھنے کا عادی ہو گیا ہے۔ ہماری مسجدیں فروٹی خانہ جنگل کا اکھاڑا بن چکی ہیں۔ ایک فرقے کے لوگ و مسروں کی مسجدیں خماز ادا کرنے کو تیار نہیں۔ بعض مسجدوں کے دروازے دوسرے دوسرے خیال کے لوگوں پر بند ہیں۔ تکفیر و تفسیق کا شغل مذہم جاری ہے۔ داعیوں کے ہر دعاظ اور خطبہ اسکے ہر خبلے میں ملت کی بیماریوں کا علاج نہیں بلکہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی پیش کش کی جاتی ہے۔ اس صورت احوال سے مغربی تعلیم سے مزبون دل و دماغ۔ جو پہلے ہی اسلام سے بیگانہ ہیں۔ متفہر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ ہماری آبادی کا ایک دو فیصد حصہ بھی شمازی ہمیں رہا۔ حالانکہ یہ اسلام کا اقلین فریضہ ہے جسے اسلام اور کفر کے درمیان علامت امتیاز قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے کچھ بندے مجھ لائیں پر کام کرتے بھی ہیں تو عوام و خواص انہیں تخفیج کا انشا فرہنست اور عجیب دغزیب نتوڑن اور اقبال سے ان کی توضیح کرتے ہیں۔

جدید تعلیم یافتہ بلقہ جس کے ہاتھوں میں ملک کی بآگ ڈو رہے اس میں بدلی ہی بعض ایسے افراد مل سکیں گے جو اسلام کے بارے میں مغلظ ہوں۔ درمذ بعض تو گلحدا شوش یا لادیں ہیں، بعض غیر جاہنبدار ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بعض بیرونی طاقتوں کے ایجمنٹ ہیں۔ ایسے لوگ ہر علکے اور سرہ دفتریں موجود ہیں۔ حال ہی میں پی۔ آئی۔ اے۔ میں جو تحریر کا عمل ہوا ہے۔ تو اس سے کہی ہیرت، ایکراہ نکشانات منظر عام پر آئے ہیں۔ بعض نکشانات ایسے بھی ہوں گے جنہیں مصلحت نما ہر زندگی کیا جا سکتا ہو گا۔ ملک میں آئے دن جو تحریر کا درد و ایسا، فتن و غارت، انواع اور ٹاؤکر زندگی، ہمیں کے دھماکے ہوتے رہتے ہیں ان کے پچھے یقیناً گئی خیسرا تھم کا فرمایے۔ تخفیفی اداروں میں محدود،

سو شش میں اور حاکم غیر کے جاسوسوں کے متعلق اعلانات اور بیانات ذمہ دار لوگوں کی طرف سے اکثر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بعض خاص فرقے یہو ڈیلوں کی مانند ذمہ دار ابلاغ پر کمل بقدر کرنے پر تسلی ہوئے ہیں۔ وہ قومی اور ملکی ذمہ دار اخراج کو اپنے فرقہ دارانہ مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ انتشار و اضطراب کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔ یہ لوگ اندر و تین سازشوں کے بل پر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور ملت کا کام کرنے کی بجائے اپنے خاص طبقے یا فرقے کا کام کرتے ہیں۔

معاشری نقطہ نظر سے مسلم حاکم پہمانہ اور مغربی حاکم کے محتاج ہیں۔ سماں نہ اور ٹیکنا لو جی کے فقدان کے باعث وہ اپنے آپ کراس پر جھوپ رپاتے ہیں کہ سو شش بلاک یا مغربی سرمایہ دار بلاک سے نسلک ہوں۔ بڑے مکون کی انداد مفت نہیں ملتی۔ اس کے لئے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس انداد کی شرائط بعض وغیرہ سوا کن ہوتی ہیں۔ اس انداد کے سہارے وہ حاکم اپنے واشور، مشیر، انسانشان، ماہر وہن، اقتصادیات اور بعض وغیرہ فوجی ماہرین بھی ان مسلم حاکم ہیں واصل کر دیتے ہیں۔ مسلم حاکم کا ہر روز ان لوگوں کی صرفت افتاب سہو نا رہتا ہے۔ یہ ماہرین کام میں غصہ نہیں ہوتے۔ ان کے پیش نظر بعض اپنے حاکم کے خاص مفاد ہوتے ہیں۔ پہمانہ مکون کو بعض وغیرہ بڑی طاقتیوں کے سامنے مجبور ہو کر اپنے حاکم میں فوجی اڈے، ہوائی اڈے اور بحری اڈے بنالسلک انجام دیں پڑتی ہے۔ یہ ماہرین مسلم حاکم میں فعاشری اور بے راہ روی پھیلاتے اور اضطراب پیدا کرتے ہیں۔ افغانستان کی موجودہ صورت حال اسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ یہاں ایک عرصے سے رو سی ماہرین نقشبکار ہے۔

سماں اور ٹیکنا لو جی کسی حاکم کی میراث نہیں بلکہ یہ ساری انسانیت کی مشترک میراث ہے۔ ہر کسی ایجاد عالمیہ حیثیت رکھتی ہے۔ علم و فن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ جو شخص یا قوم بھی اسے اپنالے وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اس میدان میں ہم مغرب اور سو شش بلاک سے بہت پچھے ہیں۔ اب تو سہند اور یہودی بھی اس میدان میں مسلم حاکم پر بازی لئے جانے کی شدید جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس علی بے ماگی اور ذہنی پیش ماندگی کا نتیجہ ہے کہ ہم یعنیوں کے محتاج بن کر رہ گئے ہیں۔ باہر سے پڑھ کر اسے دلکے ان حاکم سے متاثر ہوتے ہیں جہاں انہوں نے تعلیم پائی۔ وہ غیر شوری۔ اور بعض وغیرہ شوری طور پر بھی اپنے ملک میں وسروں کے سفریں کر رہے جاتے ہیں۔

معاشری نقطہ نگاہ سے ہماری سوسائٹی بے شمار رسم و رہم و خرافات کا

شکار ہے۔ ہم بیعتات میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ قوموں اور راگوں کا تھصیب بے شمار اختلافات کا باعث ہے۔ علاقائی تھصیب کی بیماری ہم میں پھر چلکر ہے۔ مسلم ہنسنے کے باوجود ہم اپنے جی ملک کے ان لوگوں کو جن کی زبان یا بعض متفاوتی رسوم ہم سے مختلف ہوں، برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ یہ مرض پڑھ لگھ لوگوں اور سیاست والوں میں سب سے زیادہ ہے۔ پیش پر ہم جس تہذیب اور زبان کو ہدایت عقیدت پیش کرتے ہیں، یہ پیشے اُتر کر اُسی سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ ہماری سرحدوں پر ہمارے ہمسایہ ملک میں جو قتل و خارت اور حاک و خون کا ہنگامہ بپاہے ہم اس سے بھی سبب بلند کو تیار نہیں ہیں۔

ہمارے سے بساستہ اول کی عقل و فکر کو گھنی لگ چکا ہے۔ وہ کبھی کسی قومی مسئلے پر بھی متعبد ہوت کا منظاہرہ کرنے کو آمادہ نہیں۔ اتفاقات زمانہ سے جن لوگوں کو لیدھری کام مقام مل چکا ہے وہ اپنے تخت رعوت سے بننے اُترنے کو تیار نہیں۔ ہمارے ملک کی بے شمار مفہیموں کا باعث یہی طبقہ ہے۔ اس طبقے کے ہاتھوں یہاں محلاتی سازشوں کا دور شروع ہوا جس نے کمی دفعہ ملک کو خطرناک حالات سے دوچار کیا ہے۔

یہ حالات کا ایک بے لاگ تجزیہ ہے۔ کم و بیش تمام اسلامی حمالت اپنی احوال سے دوچار ہیں۔ سائنس اور فلکناوجی کی عظیم ترقی کے اس دور میں بڑے ملک چھوٹے حمالک کو فوجی طاقت سے کم فتح کرتے ہیں اور نظریاتی، معاشری اور علمی ذرائع وسائل سے زیادہ ترقیات حاصل کرتے ہیں۔

یہ تصویر کا ایک رُخ ہے جو بظاہر ہم یہاں نظر آتا ہے۔ اب ہمیں دو سر اُرخ بھی دیکھنے والی سے۔ خوش فہمی سے ہیں! — دیکھنا ہے۔ گذشتہ تین پیسیں سال کے عرصے میں اکثر اسلامی حمالک غیروں کی غلامی سے آزاد ہوئے ہیں گو ان حمالک میں اسلامیت وغیرہ اسلامیت میں شدید کشمکش بہ پاہے مگر حالات مایوس کئی نہیں ہیں۔ چہ در پر بے جھگکوں اور حٹکوں نے مسلمانوں میں استحاد کا شور پیدا کیا ہے۔ اور اب دو اپنی صفوں میں استحاد پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے ہیں۔ موت قرآن اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی جیسی عالمی اسلامی تحریکیں بر سر کار ہیں۔ نکبت وادیا مکے خلاف تقریباً ہر مسلم ملک میں ایک بے چینی کی کیفیت موجود ہے۔ مسلم حمالک کے شفافتی رنجادہ سیاسی اور خالص درختی روایت مضمبوط ہو رہے ہیں۔ فلسطین اور افغانستان کے مسائل بین الاقوامی مسائل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ مسلم حمالک پہلے کی نسبت زیادہ

جذبہ خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کے دلکھ درد میں شرکیک ہو رہے ہیں۔ فرقہ کے خلاف اب ہر جگہ ایک جذبہ نشانہ پیدا ہوتا نظر آ رہا ہے مسلم عوام دین کی طرف از سر زمتو جہ ہو رہے ہیں۔ اکثر مسلم علماء میں انفرادی اور اجتماعی آوازیں اسلام کی نشانہ شایدی کے لئے اٹھ رہی ہیں۔ اب مغربیت اتنی شدید تر اور بے باکی کے ساتھ اسلام کے خلاف پر و پیگنڈا نہیں کر سکتی جس طرح وہ تیس چالیس سال قبل کرتی رہی ہے۔ مغربیت بھی اب کافی حد تک ننگی ہو چکی ہے۔ دنیا میں اب اسے سامراجیت کا دروس رہا جیسے قرار دیا جا رہا ہے جس نے عدل و مساوات کا نامہ لکھا کہ کمر دھنائک کو جکڑنے کا حصہ اختیار کر رکھا ہے۔

مسلم علماء کے اندر سے اسلام کی طرف لوٹنے کی طاقتور آوازیں سُنانی دیتی ہیں۔ یوں نظر آتا ہے کہ غیر اسلامی نظریات سے ایک عام بیزاری کا دور شروع ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی رفتار بھی نسبتی تر ہو رہی ہے۔ رضاکار جماعتیں جاپان، ہندوستان، امریکہ، جرمنی، فرانس، یونیون اور بعض دوسرے مغربی و مشرقی علماء میں خاموشی سے تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہیں اور اس کے نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں۔

پاکستان میں اسلامی نظام کو عملانافذ کرنے کی طرف بعض ناموقوف حالات کے باوجود مسئلہ پیش رفت ہو رہی ہے۔ اس کا اثر دوسرے مسلم علماء پر بھی مشتمل انداز میں پڑتا دکھاتی دیتا ہے۔ اسلامی قانون اور حدود و تحریکات کے خلاف اندر و ان ملک جو مسئلہ پر و پیگنڈا ہوتا رہا ہے اب وہ بند ہے۔ مغربی علماء میں بھی اب غالباً دوسرے انداز میں سوچا جا رہا ہے۔

مسلم علماء کی سربازی کا نفع کے اجلس و تخفی و قفسے سے سوتے ہیں اور ان کا اثر بہت خوش گوار نظر آتا ہے۔ اب انہیں اقوامِ متعدد میں مسلم علماء کی آواز کو ابھیت حاصل ہے۔ دنیا کے دو دھڑکوں کے عین وسط میں ایک تیسرا دھڑک منظم ہوتا نظر آتا ہے اور اس دھڑکے کی آواز میں اب جان ہے۔ اگر مسلم علماء کے سر برآہ خلوص کے ساتھ اپنے فرائض کو پہچانیں تو مستقبل میں اسلام کے لئے کامیابی کے موقع ہیں۔ وہا

ذالک علی اللہ عزیز۔



